بہار میں صوفی تحریک

تذکرۂ صوفیاءِ بہار



ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن

Www.MadaariMedia.Com



MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari



تعارف مولف

نام : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن

تعلیم : بی۔اے (آنرس تاریخ، پٹنہ)، بی۔ایڈ، ایم۔ایڈ، ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی، پی۔ڈی۔ایف (تاریخ)، پی۔جی۔ڈپلومہ ان ماس میڈیا اینڈ کریکیو رائٹنگ (ہندی)، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

فیلوشپ : جے۔آر۔ایف، انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی، 2001

پی۔ڈی۔ایف، (پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ) انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی، 2005

اسٹڈی گرانٹ، انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی، 2009

خصوصی مطالعہ: فنِ تعلیم وتدریس، تاریخ، اسلامی فنِ تعمیر، تصوف اور اسلامیات۔

مشغلہ : تدریس وتحقیق

پبلی کیشن گرانٹ

☆ تین کتابوں پر گرانٹ ایوارڈ: انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی سے حاصل کیا۔

☆ پانچ کتابوں پر گرانٹ ایوارڈ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (NCPUL)، نئی دہلی سے حاصل کیا۔

☆ ایک کتاب پر گرانٹ ایوارڈ: اردو اکیڈمی نئی دہلی سے حاصل کیا۔

☆ ایک کتاب پر گرانٹ ایوارڈ: اردو اکیڈمی بہار سے حاصل کیا۔

☆ پانچ کتابوں پر گرانٹ ایوارڈ: USSPF نئی دہلی سے حاصل کیا۔

تصنیفات

☆ پانچ کتابیں فنِ تعلیم وتدریس سے متعلق شائع ہوئی۔

☆ دس کتابیں تاریخ اور فنِ تعمیر سے متعلق شائع ہوئی۔

☆ دس کتابیں صوفیاء اور تصوف سے متعلق شائع ہوئی۔

☆ چار کتابیں فلسفہ سے متعلق شائع ہوئی۔

☆ بیس سے زیادہ مضامین شائع ہوئے۔

ہر زمانے میں اللہ اپنے خاص کام کے لئے اپنے خاص بندے کو بھیجا کرتا ہے
مجھے اللہ نے ولیوں کی تاریخ اور ان کی عظمت کو نمایاں کرنے کے لئے بھیجا ہے
میں کسی صلاحیت کا انسان نہیں بلکہ مجھ سے یہ کام لیا جا رہا ہے
اللہ کسی صلاحیت کا محتاج نہیں، جس سے وہ چاہتا ہے اپنا کام لے لیتا ہے
میں خوش نصیب ہوں جو اللہ مجھ جیسے ناقص انسان سے کام لے رہا ہے۔

بہار میں صوفی تحریک

تذکرۂ صوفیاء بہار

(اولیاء بہار)

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن

سابق پروفیسر شعبۂ تعلیم و تربیت الفلاح یونیورسٹی، فرید آباد (ہریانہ)





ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۶

©ڈاکٹرمحمد حفظ الرحمن

TAZKIRAH-E-SUFIYA-E-BIHAR

(History of sufis of Bihar)

By

DR. MOHAMMAD HIFZUR RAHMAN

(Co-ordinater USSPF)

Year of Ist Edition 2021

ISBN: 978-93-90533-32-9

₹ 450/-

کتاب کا نام : تذکرۂ صوفیاء بہار

مصنف وناشر : ڈاکٹرمحمد حفظ الرحمٰن

کوآرڈی نیٹر: یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

سی۔۲۱۰، دوسری منزل، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

موبائل: 7903080100, 7631407237

ای میل: sspfoundation@gmail.com

Website: www.sufipeacefoundation.com

ضخامت : ۴۳۶ صفحات

سن اشاعت : ۲۰۲۱ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت : ۴۵۰ روپے

کمپوزنگ : ریاض احمد خان (دی پرنٹ زون، قادری کمپلیکس، پٹنہ، موبائل:9934610612)

مطبع : روشان پرنٹرس، دہلی۔۶

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.o. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)

B.o. 3108, Vakil Street, Kusha Pandit, Lal Kuan, Delhi (INDIA)

Ph : 45678203, 45678285, 45678286, 23216162

E-mail: info@ephbooks.com, ephdelhi@yahoo.com

website: www.ephbooks.com

Govt. Urdu Library
13589

انتساب

شمس المشائخ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری اور
بہار کے عوام اور دنیا کے اہل تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے
نام جنہیں صدیوں سے بہار کے صوفیاء کرام کی تاریخ اور اُن کی سچائی سے
دور رکھا گیا اور اپنے والدین اور استاد محترم پروفیسر عزیز الدین حسین کے
نام جنہوں نے میری روح میں روحانیت پیوست کرنے کی کوشش کی۔

اور

محترم جناب سید محسن صاحب (انجینئر)، نیو پاٹلی پترا کالونی، پٹنہ جنہوں نے
اپنی پوری زندگی مذہب اور قوم کی خدمت میں لگادی اُن کی محبت اور
عنایت سے میں اس مقام تک پہنچ سکا۔

کے نام

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن بن شیخ ابراہیم
(نیا بھوجپور، بکسر)

تعارف مؤلف

نام : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن

تعلیم : بی۔اے (آنرس تاریخ، پٹنہ) بی۔ایڈ، ایم۔ایڈ، ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی، پی۔ڈی۔ایف (تاریخ)، پی۔جی۔ڈپلومہ ان ماس میڈیا اینڈ کریٹیو رائٹنگ (ہندی)، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

فیلوشپ : جے۔آر۔ایف، انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی، 2001ء
پی۔ڈی۔ایف (پوسٹ ڈاکٹران فیلوشپ)، انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی، 2005ء
اسٹڈی گرانٹ، انڈین گرانٹ، انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی، 2009ء

خصوصی مطالعہ: فنِ تعلیم وتدریس، تاریخ، اسلامی فن تعمیر، تصوف اور اسلامیات۔

مشغلہ : تدریس وتحقیق

پبلی کیشن گرانٹ

☆ تین کتابوں پر گرانٹ ایوارڈ: انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، نئی دہلی سے حاصل کیا۔
☆ پانچ کتابوں پر گرانٹ ایوارڈ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (NCPUL)، نئی دہلی سے حاصل کیا۔
☆ ایک کتاب پر گرانٹ ایوارڈ اردو ڈائرکٹوریٹ، محکمہ کابینہ سکریٹریت، بہار سے حاصل کیا۔
☆ ایک کتاب پر گرانٹ ایوارڈ: اردو اکیڈمی نئی دہلی سے حاصل کیا۔
☆ ایک کتاب پر گرانٹ ایوارڈ: اردو اکیڈمی بہار سے حاصل کیا۔
☆ پانچ کتابوں پر گرانٹ ایوارڈ: USSPF نئی دہلی سے حاصل کیا۔

تصنیفات

☆ پانچ کتابیں فنِ تعلیم وتدریس سے متعلق شائع ہوئیں۔
☆ پندرہ کتابیں تاریخ اور فن تعمیر سے متعلق شائع ہوئیں۔
☆ دس کتابیں صوفیاء اور تصوف سے متعلق شائع ہوئیں۔
☆ چار کتابیں فلسفہ سے متعلق شائع ہوئیں۔
☆ بیس سے زائد تاریخی مضامین شائع ہوئے۔

فہرست مضامین

	پیش لفظ		13
[	تصوف کی باتیں		18
[	مقدمہ	سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی	20
[	حرفے چند	غلام یحییٰ انجم	22
[	بہار میں صوفی تحریک اور خانقاہوں کا جائزہ		24

حصہ اوّل

(تذکرۂ صوفیاء منیر شریف)

[	منیر شریف کی تاریخی اہمیت		42
-	حضرت مومن عارف رحمۃ اللہ علیہ	(1180ء)	49
-	حضرت امام تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ	(1180ء)	50
-	حضرت مخدوم شاہ رکن الدین مرغلانیؒ	(1180ء)	56
-	حضرت جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ	(1291ء)	57
-	حضرت مخدوم یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ	(1291ء)	58
-	حضرت مخدوم جلیل الدین رحمۃ اللہ علیہ	(1363ء)	62
-	حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ	(1608ء)	64
I	خانقاہ منیر شریف سے سلاطین و امراء کی عقیدت		68

حصہ دوم

(تذکرۂ صوفیاء بہار شریف، نالندہ)

□ بہار شریف اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری		73
8۔ حضرت خواجہ احمد سیستانی رحمۃ اللہ علیہ	(1198ء)	76
9۔ حضرت سید موسیٰ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	(1287ء)	77
10۔ حضرت شیخ خضر پارہ دوست رحمۃ اللہ علیہ	(1300ء)	79
11۔ حضرت سید ابراہیم ملک بیا رحمۃ اللہ علیہ	(1325ء)	80
12۔ حضرت سید احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ	(1370ء)	85
13۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد منیریؒ	(1380ء)	91
14۔ حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ	(1372ء)	121
15۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ	(1376ء)	124
16۔ حضرت مخدوم چولھائی رحمۃ اللہ علیہ	(1378ء)	126
17۔ حضرت زین بدر عربی رحمۃ اللہ علیہ	(1380ء)	128
18۔ حضرت خواجہ محمد تالار رحمۃ اللہ علیہ	(1380ء)	130
19۔ حضرت مخدوم خلیل الدین رحمۃ اللہ علیہ	(1380ء)	132
20۔ حضرت شیخ نصیر الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ	(1380ء)	134
21۔ حضرت شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ	(1386ء)	135
22۔ حضرت مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ	(1386ء)	140
23۔ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز رحمۃ اللہ علیہ	(1388ء)	151
24۔ حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ	(1440ء)	155
25۔ حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی رحمۃ اللہ علیہ	(1486ء)	160
26۔ حضرت سید فضل اللہ عرف سید گوسائیںؒ	(1519ء)	162
27۔ حضرت پیر امام الدین راجگیری شطاریؒ	(1717ء)	167

28۔ حضرت مخدوم فرید الدین طویلہ بخش (-----) 172

29۔ حضرت شاہ ابو صالح محمد یونس شعیبی فردوسی (1986ء) 174

حصہ سوم

(تذکرۂ صوفیاء عظیم آباد، پٹنہ)

30۔ حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوتؒ (1267ء) 181

31۔ حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ (1297ء) 186

32۔ حضرت شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ (1368ء) 188

33۔ حضرت دیوان شاہ ارزاں رحمۃ اللہ علیہ (1618ء) 190

34۔ حضرت سید پیر دمڑیا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (1622ء) 199

35۔ حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز رحمۃ اللہ علیہ (1771ء) 203

36۔ حضرت رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ (1788ء) 209

37۔ حضرت مخدوم شاہ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ (1809ء) 215

38۔ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ (1839ء) 217

39۔ حضرت سید شاہ ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ (1840ء) 222

40۔ حضرت سید شاہ غلام نجف رحمۃ اللہ علیہ (1890ء) 224

حصہ چہارم

(تذکرۂ صوفیاء پھلواری شریف، پٹنہ)

□ موضع پھلواری شریف کا تاریخی پس منظر 233

41۔ حضرت مخدوم منہاج الدین راسخؒ (1385ء) 234

42۔ حضرت مخدوم بدر عالم قادری شہباز پوریؒ (1604ء) 236

43۔ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ (1712ء) 240

44۔ حضرت شاہ محمد مجیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ	(1723ء)	242
45۔ حضرت مخدوم شاہ محمد آیت اللہ جوہریؒ	(1795ء)	244
46۔ حضرت محمد نور الحق تپاں رحمۃ اللہ علیہ	(1818ء)	247
47۔ حضرت شاہ محمد ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ	(1818ء)	249
48۔ حضرت شاہ محمد علی حبیب رحمۃ اللہ علیہ	(1878ء)	252
49۔ حضرت مولوی احمد کبیر حیرت رحمۃ اللہ علیہ	(1911ء)	254
50۔ حضرت شاہ محمد بدر الدین قادری مجیبیؒ	(1924ء)	256
51۔ حضرت شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ	(1927ء)	258
52۔ حضرت حافظ شاہ محمد حبیب الحق رحمۃ اللہ علیہ	(----)	262
53۔ حضرت شاہ محمد محی الدین قادریؒ	(1947ء)	264

حصہ پنجم

(تذکرۂ صوفیاء داناپور (پٹنہ)

54۔ سید شاہ یٰسین چشتی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ	(1758ء)	268
55۔ حضرت سید شاہ مبارک حسین رحمۃ اللہ علیہ	(1856ء)	271
56۔ حضرت شاہ محمد اکبر داناپوری رحمۃ اللہ علیہ	(1919ء)	274
57۔ حضرت سید شاہ محمد رکن الدین حسین عارفؒ	(1914ء)	279
58۔ حضرت شاہ محمد محسن ابو العلائی رحمۃ اللہ علیہ	(1945ء)	281

حصہ ششم

(تذکرۂ صوفیاء آرا، بھوجپور)

59۔ حضرت حافظ شاہ محمد فرید الدین قادریؒ	(1906ء)	285
60۔ حضرت شاہ محمد مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ	(1929ء)	292

61۔ حضرت عاشق رسول شاہ معین الدینؒ	(1919ء)	297
62۔ حضرت حافظ شاہ عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ	(1919ء)	302
63۔ حضرت مولانا تصدق حسین رحمۃ اللہ علیہ	(1912ء)	304
64۔ حضرت شاہ آبانی عرف دھنوشاہؒ	(1932ء)	307
65۔ حضرت حافظ شاہ عبدالکریم فریدیؒ	(1898ء)	309
66۔ حضرت کالے پیر مرادر رحمۃ اللہ علیہ	(_____)	310
67۔ حضرت بخشو شہید رحمۃ اللہ علیہ	(_____)	311
68۔ حضرت انجان شہید رحمۃ اللہ علیہ	(_____)	312
69۔ حضرت صادق شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ	(_____)	313

حصہ ہفتم

(تذکرۂ صوفیاء بکسر)

70۔ حضرت قاضی شمس الدین فردوسیؒ	(1380ء)	316
71۔ حضرت مخدوم ابراہیم بلخی فردوسیؒ	(1508ء)	319
72۔ حضرت شیخ محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ	(1672ء)	321
73۔ حضرت سید جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	(1710ء)	324
74۔ سید سالار مسعود غازی کے شہداء	(1178ء)	327
75۔ حضرت حافظ عبدالغفور آروی رحمۃ اللہ علیہ	(1936ء)	330
76۔ حضرت دریا شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ	(1539ء)	331

حصہ ہشتم

(بہار کے مختلف علاقہ میں مقیم و مدفون صوفیاء کرام)

77۔ حضرت شیخ سلمان لنگر زمین (کاکو)	(1292ء)	334
78۔ حضرت سید وحید الدین چلّہ کش (ارول)	(1374ء)	336

79۔ حضرت مولانا شیخ آموں (شیخ پورہ)	(1382ء)	339
80۔ حضرت مخدوم ذکی الدین (بردوان)	(1385ء)	343
81۔ حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن چشتی (ارول)	(1405ء)	345
82۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی (شیخ پورہ)	(1421ء)	348
83۔ حضرت مخدوم سید شاہ درویش (بیتھو شریف)	(1496ء)	354
84۔ حضرت سید ابراہیم زندہ دل (کاکو)	(1499ء)	360
85۔ حضرت مخدوم منجھن قتال بخاری (گیا)	(1520ء)	363
86۔ حضرت سید محمد القادری (امجھر شریف)	(1533ء)	368
87۔ حضرت مخدوم پیر سرمست تیغ آویزاں (حاجی پور)	(1538ء)	378
88۔ حضرت شیخ فرید الدین بڈھن فردوسی (سہسرام)	(1546ء)	382
89۔ حضرت سید شاہ شہباز محمد بھاگلپوری (بھاگلپور)	(1640ء)	386
90۔ حضرت محمد شفیع عثمانی (امتھوا شریف)	(1705ء)	392
91۔ حضرت مولانا حسن رضا (فتوحہ، پٹنہ)	(1800ء)	395
92۔ حضرت مخدوم شاہ حسن دوست (چھپرا)	(1811ء)	398
93۔ حضرت سید شاہ ولایت (اسلام پور)	(1882ء)	401
94۔ حضرت شاہ قیام الدین اصدق (گیا)	(1883ء)	409
95۔ حضرت شاہ محمد مجیب الحق کمالی (اورنگ آباد)	(1908ء)	413
96۔ حضرت محمد تیغ علی شاہ (مظفر پور)	(1958ء)	416

☆ کتابیات Bibliography 422
☆ ادارے کا تعارف 425
☆ مصنف کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست 434

☆☆☆

پیش لفظ

بہار کی سرزمین نے تصوف کی تحریک کی روشنی پوری دنیا میں پھیلائی۔ جگہ جگہ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور فردوسیہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتی رہیں لیکن جب ٹی۔وی، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ مغربی تعلیم اور کلچر کا فروغ ہونے لگا اور معاشی ترقی کا دور شروع ہوا اور سائنس کی ایجاد نے لوگوں کو آرام طلبی کی زندگی کے اسباب کو مہیا کیا تو لوگ آخرت اور جنت کو بھول گئے اور دنیا کو ہی عیش کی جگہ ماننے لگے۔ جب لوگوں کے اندر آخرت اور جنت کی تمنا ہی باقی نہیں رہی تو اب ان خانقاہوں کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ کل تک خانقاہیں سماج کا اٹوٹ حصہ تھیں، کل تک علم وشعور کی ضرورت سبھی کو تھی۔ اس کے لئے پیر و خانقاہوں سے تعلق رکھتے تھے، دنیا و آخرت کی کامیابی خانقاہوں کی در سے ہی حاصل ہوتی تھی، اسی لئے سماج کا ایک بڑا حصہ خانقاہ سے جڑا ہوا تھا۔

لیکن موجودہ وقت میں اب سماج کو علم شعور کی ضرورت نہیں بلکہ علم معاش کی ضرورت ہے وہ آخرت کے مسائل و کامیابی کا فکرمند نہیں ہے بلکہ وہ دنیاوی معاشی ترقی کا کوساں و فکرمند ہے۔ اس طرح کے سماجی ماحول نے خانقاہوں کی ضرورت اور اہمیت کو نا کارد یا، اگر کوئی خانقاہ میں جاتا بھی ہے تو علم وشعور اور آخرت کی نسبت سے نہیں بلکہ دنیاوی مسائل کے حل کرنے کے لئے دعا تعویذ حاصل کرنے جاتا ہے۔ خانقاہ کے سجادہ کو بھی آخرت پر بھروسہ نہیں رہا انہیں بھی آخرت نہیں دنیاوی عیش و آرام کے اسباب چاہئے، انہیں بھی اچھا مکان، اچھا کھانا، اچھا لباس اور گاڑی چاہئے، اپنی اولاد کو مغربی تعلیم دینا پسند کرتے ہیں۔ دعا تعویذ کے ذریعہ سے پیسہ کما کر دنیاوی خواہش پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کے ماحول میں تصوف اور اسلام مذہب کی روحانیت کا اثر سماج پر باقی نہ رہا۔

آج موجودہ معاشرہ میں اُسی علم کو علم سمجھا جاتا ہے جس علم سے بڑی سی بڑی نوکری حاصل ہو، اس طرح کی ہی کتابیں لوگ خریدتے اور پڑھتے ہیں۔ تاریخ، تہذیب اور مذہب، تصوف اور آخرت سے متعلق کتاب کوئی پڑھنے کو تیار نہیں ہے اور نہ دلچسپی رکھتا ہے۔ دنیاوی علم حاصل کرنے کے بعد جسے

نوکری مل جاتی ہے اُسے ہی اہل علم سمجھتے ہیں اور جسے نوکری نہیں ملی اس کی سماج میں کوئی قدر نہیں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری کو پوری دنیا کے لوگ جانتے اور پہچانتے ہیں اور قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن بہار کے لوگ انہیں کم ہی جانتے ہیں۔

مجھے اپنے استاد محترم پروفیسر عزیز الدین حسین صدر شعبہ تاریخ وثقافت جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کی یاد بہت آتی ہے۔ جب میں نے پی ایچ۔ڈی کی تھیسس مکمل کر کے جمع کر دیا تو انہوں نے ہی سن دو ہزار ایک (2001ء) میں بہار کی خانقاہوں، درگاہوں اور بہار کی تاریخی مساجد پر کام کرنے کا مشورہ دیا۔ جس کے تحت میں نے نیشنل میوزیم، نئی دہلی کی لائبریری میں جا کر مطالعہ شروع کیا اور لگا تار چار ماہ مطالعہ کے بعد میں نے تین پروپوزل (Proposal) تیار کئے۔ ایک بہار کی خانقاہوں پر، دوسرا بہار کی درگاہوں پر، تیسرا بہار کی تاریخی مساجد پر۔ لیکن بد قسمتی سے یہاں کے لوگوں کی مدد حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اُن پر اب تک کام شروع نہ ہو سکا۔

جب میں نے دوبارہ سن 2018ء میں بہار کے صوفیاء کرام پر مطالعہ کرنا شروع کیا تو ایسا لگنے لگا کہ بہار صوفیاء کرام کی نگری ہے۔ کوئی ایسا علاقہ نہیں جہاں صوفیاء کرام نے چھوڑا ہو، یہاں کے ہر علاقے میں اللہ کے ولی لیٹے ہوئے ملیں گے۔ لیکن افسوس اب تک گمنانی میں رہے۔

پروفیسر قیام الدین احمد اور پروفیسر حسن عسکری نے صوفیاء کرام پر کام کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں مواد فراہم نہیں ہو سکا۔ بہار کی کچھ خانقاہیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنی خانقاہ سے متعلق بزرگوں کے حالات کو مرتب کئے ہیں جن میں خانقاہِ منیر نے ''آثارِ منیر'' اور ''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' خانقاہِ اسلام پور نے ''تذکرۂ مشائخ بہار''، خانقاہِ پھلواری شریف نے ''اعیان وطن'' اور خانقاہ ابوالعلائیہ داناپور نے ''تذکرۃ الکرام''، خانقاہِ منعمیہ پٹنہ نے ''اخبار الاولیاء''، خانقاہ شاہ ارزاں پٹنہ نے ''نور علیٰ نور'' کے نام سے کتابیں مرتب کیں جن میں اپنے ہی خانقاہ وسلسلہ سے متعلق صوفیاء کرام کا ذکر کیا ہے جو کتابیں موجودہ وقت میں دستیاب نہیں ہیں۔

پورے ہندوستان کے صوفیاء کرام کا میں نے مطالعہ کیا لیکن بہار کے صوفیاء کرام میں ایک خاص بات دیکھنے کو ملی کہ یہاں کے زیادہ تر صوفیاء کرام اہل قلم ہیں۔ تصوف کے تعلق سے مختلف کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں صوفیانہ کلام (دیوان) بھی شامل ہیں۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ بہار میں صوفیاء کرام کے تعارف

اور پہچان سے سماج کو دور رکھنے کی کوشش کی گئی۔ موجودہ نسل آج بھی ان بزرگوں سے انجان ہے۔

اگر ان کی پہچان زندہ کرنے کی کوشش کسی نے کی تو وہ ہیں اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے پروفیسر اور اسکالر حضرات جنہوں نے بہار کے اہل علم صوفیاء کے کلام اور دیوان کو دیکھ کر انہیں ولی کے بجائے شاعر سمجھ بیٹھے اور بہار کے شعراء کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں بہار کے اعلیٰ مقام رکھنے والے صوفیاء کو شاعر بنا دیا اور موجودہ معاشرے میں ان بزرگوں کی پہچان ایک شاعر کی حیثیت سے کرائی گئی۔

اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کے نام کو مٹنے نہیں دے گا اور نہ ہی ان کی حرمت کو پامال ہونے دے گا۔ اللہ نے اپنے ان نیک بندوں کی تاریخ کو کراچی (پاکستان) کے ایک باذوق اہل علم و اہل قلم سے مرتب کروایا۔ جو ''شرفاء کی نگری'' کے نام سے شائع ہوئی ہے جو بہار کی چند خانقاہوں تک محدود ہو کر رہ گئی، عوام تک نہیں پہنچ سکی۔

بہار کے حالات بات اور اس طرح کے ماحول کو دیکھ کر میرے حوصلے پست ہو گئے کہ اگر میں بہار کے صوفیاء کرام کی تاریخ کو مرتب کروں تو اسے خانقاہی لوگ تنقید کا نشانہ بنائیں گے۔ اس سلسلے میں میں نے شمیم منعمی (سجادہ نشیں، خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ) سے ملاقات کی۔ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ آپ اپنا کام شروع کریں۔

اس کتاب کو مکمل کرنے میں جن کتابوں کا سہارا لیا گیا ہے وہ ہیں: شرفاء کی نگری، تذکرۂ مشائخ بہار، تذکرہ آبادانیہ، ارض بہار اور مسلمان، نور علیٰ نور، جلوۂ ارزانی، آثارِ منیر، اخبار الاولیاء، تاریخ اوجینیہ، حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات اور شاعری، تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیری۔ اس کے علاوہ وسیلۂ شرف و ذریعہ دولت اور اعیان وطن سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

بہار کے صوفیاء کرام کا تذکرہ کو قلم بند کرنا نہایت ہی مشکل کام ہے اسے ایک یا دو جلدوں میں پورا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لئے متعدد جلدوں کی ضرورت ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ان بزرگوں پر مواد دستیاب نہیں ہے جس وجہ سے اس کام کو کرنا مشکل ہے۔ پھر بھی مجھے جتنا دستیاب ہو سکے گا اسے اپنی اس کتاب میں شامل کر کے بہار اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے مطالعہ اور معلومات کے لئے ایک کتاب تیار کر دینا چاہتا ہوں تا کہ بہار کے صوفیاء کرام پر لکھنے کا سلسلہ جاری ہو جائے اور لوگوں میں بیداری پیدا ہو سکے۔

اب تک بہار کے صوفیاء کرام پر جتنا کام کیا گیا ہے یعنی ان پر جتنا مواد دستیاب ہے اُن میں کچھ

فارسی زبان میں ہیں اور کچھ اردو زبان میں لکھا گیا ہے یا ترجمہ کیا گیا ہے۔ وہ بھی خالص اردو میں نہیں ہے بلکہ اُس میں بھی اُردو، فارسی اور عربی تینوں زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ ایسے گاڑھے عربی اور فارسی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے کہ اُسے اردو داں طبقہ نہیں سمجھ سکتا ہے۔

میری کوشش ہے کہ میں اپنی اس کتاب کو خالص اردو زبان میں لکھوں لیکن مواد کی پے چیدگی کی وجہ سے پوری طرح کامیاب نہیں ہو پا رہا ہوں۔ پھر بھی میں نے پوری کوشش کی ہے کہ عام فہم زبان استعمال کروں۔

"مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری کی علمی شخصیت نے بہار کو اتنا پر کشش بنا دیا کہ پوری دنیا کے اہل علم اور اہل تصوف مائل ہوئے اور بہار صوفیاء کرام کی نگری بن گیا۔"

رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "شہدا کے خون سے علماء کی روشنائی افضل ہے۔" اس حدیث نے میری زندگی پر اس طرح کا اثر چھوڑا کہ میں اپنا قلم ورقم کو ان صوفیاء کرام اور دین اسلام کی نشر واشاعت پر بہر صورت رواں رکھنا چاہتا ہوں اور اسی جذبے کے تحت تقریباً 30 سے زیادہ کتابیں تحریر میں آچکی ہیں اور انشاء اللہ آگے بھی اس کام کو جاری رکھوں گا۔

ہندوستان میں تصوف اور صوفیاء کرام، اسلامی فن تعمیر کا خصوصی مطالعہ اور اس کے فروغ کے لئے شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی میں ایک تحقیقی ادارہ "یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)" کا قیام کیا گیا ہے تاکہ مسلم معاشرہ میں اخلاقی وروحانی تعلیم کو عام کیا جاسکے۔

یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن کے تحقیقی پروگرام کے تحت تصوف اور صوفیاء کرام پر مختلف کتابیں لکھی جو شائع بھی ہو چکی ہیں جیسے "تصوف اور صوفیاء کی تاریخ عرب سے ہندوستان تک"، "حضرت رابعہ بصری کے حالات زندگی اور تصوف"، "تصوف اور شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری"، "تصوف اور شیخ علی ہجویری"، "تصوف اور خواتین اولیاء دہلی"، "خواجہ معین الدین چشتی اور اجمیر کے آثار قدیمہ"، "دلی کے بتیس خواجہ کی چوکھٹ"، "اولیاء دہلی کی درگاہیں"، "مزاراتِ اولیاء دہلی"، "مقاماتِ اولیاء دہلی"، "مقامات اولیاء روہیل کھنڈ"، امروہا، مرادآباد، بجنور، رامپور کے صوفیاء پر بھی تحقیقی کام شائع ہوا، اس کے علاوہ مختلف پروجکٹ پر کام چل رہا ہے۔ یہ کتاب "تذکرۂ صوفیاء بہار" بہار کے صوفیاء کرام کی تاریخ پر مبنی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب بھی محققین اور تصوف کے مطالعہ کرنے والوں کو پسند آئے گی۔

اس کتاب کو مکمل کرنے میں جن لوگوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور مدد بھی کی ان کا نام بھی اِس کتاب میں ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔اُن میں عزیزم ثاقب۔ افروزی رحمان۔شمیم احمد منعمی، پٹنہ۔ عبدالسلام فریدی، خانقاہ فریدیہ، میر گنج، آرہ۔ پروفیسر طلحہ رضوی برق ،دانا پور۔سید وارث علی فاروقی پٹنہ۔ پروفیسر غلام یحییٰ انجم، دہلی۔ مولانا عتیق الرحمٰن، پٹنہ قابل ذکر ہیں جن کا میں بے حد شکر گزار وممنون ہوں۔اس کے علاوہ اس کتاب کی پروف ریڈنگ کے لئے حضرت مولانا شمس الحق مصباحی ،مدرس مدرسہ وحیدیہ، تری محلہ، آرہ، کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب سے دلچسپی لی۔

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن

جولائی ۲۰۱۹ء

تصوف کی باتیں

انسان کی زندگی سے فنا ہو جاتی ہے

اس کا حسن اور جوانی، اس کے عہدے اور رتبہ
اس کا دولت اور طاقت، جو وقت کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے
اور یہی چیزیں انسان کو مغرور بنا دیتی ہے
لیکن انسان کی اعلیٰ ظرفی، اچھے اخلاق اعلیٰ تعلیم
اور ان کی تخلیقی کارنامے کبھی اسے مرنے نہیں دیتیں
موت کے بعد بھی وہ زندہ رہتا ہے اور دنیا اسے سلام کرتی ہے۔

اے مسلمانو!

تمہاری مرادیں اللہ آخرت میں پوار کرے گا
تم اس دنیا میں کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو!
جب دنیا ہی میں تمہاری مرادیں پوری ہو جائیں گی!!
تو آخرت میں کیا پاؤ گے۔

پیغمبری

ولایت، بادشاہت اور دانشوری
کوشش سے حاصل نہیں ہوتی
بلکہ اللہ اپنے خاص بندے کو عطا کر کے بھیجتا ہے
جن کی پہچان مرنے کے بعد بھی اللہ باقی رکھے گا۔

جس انسان کی جان اور مال
مذہب اور قوم پر خرچ نہ ہو
وہ انسان نہیں حیوان ہے
جو پیٹ بھرنا، گھر بنانا اور بچے پیدا کرنا
اپنا مقصد زندگی سمجھتا ہے
یہ کام انسان کا نہیں حیوانوں کا ہے
ہمیشہ انسان کو انسان کی فلاح
اور خدا کی قربت کا خواہشمند ہونا چاہئے
لیکن افسوس موجودہ معاشرے میں
ان باتوں کا کوئی تصور نہیں ہے۔

دنیا میں جو جتنا ناکام اور محروم ثابت ہوگا
آخرت میں وہی کامیاب اور بلند ثابت ہوگا۔

اللہ جس بندے کو
آخرت میں سربلندی عطا کرنا چاہتا ہے تو
اسے دنیا حقیر دِکھنے لگتی ہے اور وہ دنیاوی کامیابی اور ناکامی
کی فکر کو بھول کر آخرت کی کامیابی کا فکرمند رہتا ہے۔
(ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن)

☆☆☆

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہار کی مذہبی اور روحانی تاریخ اس قدر قدیم ہے کہ اس کا آغاز شاید ماقبل تاریخ میں کہیں ہو۔ قبل مسیح بودھ اور جین دونوں افکار وخیالات کو بہار میں ہی بالغ ہونے اور ساری دنیا کے مرکز نظر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں بہار کا نام بھی اسی مذہبی وروحانی تشخص پر دال ہے۔ عہد وسطیٰ میں ہندوستان کے جن علاقوں کو اسلامی صوفیاء ومشائخ کے مرکز بننے کا شرف حاصل ہوا ان میں ایک اہم نام بہار کا بھی ہے۔ عہد سلطنت کے آغاز سے ہی یہاں صوفیاے کرام کے نشان قدم ملنے شروع ہوجاتے ہیں۔ یہاں نہ صرف کثرت سے صوفیاء پیدا ہوئے بلکہ ہجرت کر کے یہاں بسے اور اپنے افکار وخیالات سے اس دیار کو پوری اسلامی دنیا کے لیے مثال بنایا۔ بہار کے صوفیوں نے معرفت کے ملفوظی دور کو مکتوبی شرف بخشا یعنی بہار نے تصوف کے زبانی اسباق کو تحریری شرف سے ہمکنار کیا۔ بہار کے صوفیاء کا تذکرہ بھی دہلی میں مرتب ہوئے سیر الاولیاء کے فوراً بعد مناقب الاصفیاء کے نام سے مرتب ہوا۔ تقریباً ہر دور میں یہاں ایسی قدآور شخصیتیں پیدا ہوتی رہیں جن کی شخصیات اور خدمات پر تاریخ اور تذکرے مرتب ہوتے رہے۔

سیرت الشرف، مولود شرفی، وسیلۂ شرف وذریعۂ دولت، تالیف محمدی، انوار الطریقہ، اذکار الاولیاء، تذکرۃ الکرام، تاریخ خلفائے عرب واسلام، کیفیت العارفین، اخبار الاولیاء، تذکرۃ الصالحین، تجلیات الانوار اور تذکرہ مشائخ بہار وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔

پیش نظر کتاب ''تذکرۂ صوفیائے بہار'' ایک مستحسن کوشش ہے جس کے مصنف ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن نے بہار کے صوفیائے کرام کا یکجا تعارف پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی کوششوں کی ضرورت عرصۂ دراز سے محسوس کی جارہی ہے اور ڈاکٹر حفظ الرحمٰن نے اس ضرورت کو سمجھا ہے۔ امید ہے کہ یہ تذکرہ قارئین کے لیے ان کے ذوق کی تسکین کا سامان ہو سکے گا۔ اس تذکرہ کے مصنف نے پہلے بھی صوفیائے کرام کے کئی تذکرے منظر عام پر لائے ہیں، جو ان کی محنت اور رغبت کے غماز ہیں۔ تحقیق میں کوئی کاوش حرف آخر نہیں ہوتی، اسی لیے یہ تذکرہ بھی تادم تحقیق کا مصداق ہے۔ اور اس سے آگے بھی سنگ میل نصب کرنے کے امکانات ہر زمانے میں مہیا رہیں گے۔

ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی
سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی
۲۱_۱۱_۲۰۱۹

حرفے چند

بہار میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا کام بارہویں صدی عیسوی میں ہی شروع ہو گیا تھا جو رفتہ رفتہ صوفیاء و مشائخ کی متصوفانہ سرگرمیوں کے باعث تحریکِ تصوف کا مرکز بن گیا۔ یہاں چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، فردوسیہ، شتاریہ اور ابوالعلائیہ سلسلے کی خانقاہیں قائم ہوئیں۔ جس نے دین اسلام کی اشاعت میں بڑا نمایاں کام انجام دیا۔ یہ خانقاہیں انیسویں صدی عیسوی تک بڑے ہی شان و شوکت سے کام کرتی رہیں۔ لیکن بیسویں صدی میں اس کا جذبہ سرد پڑنے لگا۔ عہد حاضر میں خانقاہیں تو ہیں لیکن ان میں روحانی سرگرمیاں سرد پڑ گئی ہیں:۔

جو بیچتے تھے دوائے دل　　وہ دکان اپنی بڑھا گئے

بہار صوفیوں کی نگری ہے جس کے ہر خطہ میں بزرگان دین لیٹے ہوئے ہیں۔ لیکن ان بزرگوں کی تاریخ مرتب نہ ہونے کی وجہ سے گمنام ہو کر رہ گئے۔ چند خانقاہوں نے اپنے سلسلے کے مشائخ و بزرگانِ دین کی تاریخ و حالات کو مرتب کیا ہے لیکن وہ عام نہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن کا یہ کام ''تذکرۂ صوفیاء بہار'' جو چار سو پینتیس صفحات پر مشتمل ہے جس میں بہار کے مختلف علاقے کے صوفیاء کی تاریخ کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس میں بڑی حد تک یہ کامیاب رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں بہار کے 96 صوفیاء کرام کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں منیر شریف، بہار شریف، عظیم آباد (پٹنہ)، پھلواری شریف، داناپور، آرا، بکسر کے علاوہ بہار کے مختلف علاقے کے مشہور و مقبول صوفیاء کرام کی تاریخ کو بڑے ہی سہل زبان اور مدلّل انداز میں پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی بہار کی خانقاہوں کی مختصر تاریخ بھی اس

کتاب کے پہلے حصے میں بیان کردی ہے جس سے اس کتاب کی اہمیت دوبالا ہوگئی ہے۔

اس تصنیف کے لئے میں ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن کو مبارکباد دیتا ہوں اور مستقبل میں ان کی کامرانی کی دعائیں کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تصوف پر لکھی گئی ان کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی ارباب علم ودانشور اور صاحبان تصوف قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ تصوف اور صوفیاء کی تاریخ کو مرتب کرنے والوں میں ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن کو ''تذکرۂ صوفیاء بہار'' کے لئے انشاءاللہ ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
(صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ)
پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ہمدرد، نئی دہلی
تاریخ: ۴؍اکتوبر ۲۰۱۹ء

بہار میں صوفی تحریک اور قائم خانقاہوں کا موجودہ صورتحال کا مختصر جائزہ

۵۷۶ھ/۱۱۸۰ء کے دوران ایک بزرگ حضرت مومن عارف بہار کے قصبہ منیر پہنچے۔ ان کی آمد منیر کے راجا کو ناگوار گزری اور اس نے انہیں پریشان کرنا شروع کر دیا۔ مجبوراً انہوں نے بارگاہ رسالت میں استغاثہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت امام تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مجاہدین کے ایک مختصر لشکر کے ساتھ منیر پہنچے۔ جنگ ہوئی۔ راجا مارا گیا۔ حضرت امام تاج فقیہہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کی سیاسی باگ ڈور اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام اپنے بیٹوں کو یعنی حضرت اسماعیل اور حضرت اسرائیل اور حضرت عبدالعزیز کے حوالے کیا اور خود بیت المقدس واپس لوٹ گئے۔

فتح منیر کے کچھ عرصہ بعد یہاں حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور پٹنہ سے ۸ میل دور موضع عالم پور جیوٹھلی پہنچ کر سکونت اختیار کی۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے جو تا زندگی یہاں سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت کرتے رہے۔ آپ کی چار بیٹیاں تھیں جو ولیۂ کاملہ تھیں۔ بڑی بیٹی حضرت بی بی رضیہ کی شادی حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری سے ہوئی۔ منجھلی بیٹی حضرت بی بی صبیہ کی شادی حضرت موسیٰ ہمدانی بن حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش سے ہوئی۔ منجھلی بیٹی حضرت بی بی کمال کی شادی حضرت سلیمان لنگر زمین سے ہوئی۔ حضرت بی بی کمال کے پوتے حضرت غریب اللہ حسین دھکڑ پوش جلیل القدر سہروردی بزرگ ہوئے ہیں۔ چھوٹی بیٹی حضرت بی بی جمال کی شادی حضرت

بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ (پکی درگاہ جیوٹھلی) کے صاحبزادے حضرت شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ غرضیکہ صوبہ بہار کا قدیم صوفی خانوادہ حضرت پیر جگجوت سے شروع ہوتا ہے اس خانوادہ کی عظیم شخصیت حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری کی ہے۔

بہار میں قائم خانقاہوں کا مختصر جائزہ

خانقاہ منیر شریف، ضلع پٹنہ

خانقاہ منیر شریف ساتویں صدی ہجری کی پہلی دہائی میں قائم ہوئی۔ اس خانقاہ میں حضرت مخدوم یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ سہروردیہ کا فیضان جاری ہوا۔ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کا زمانہ جب آیا تو اس خانقاہ کی شہرت ملک گیر طور پر ہوئی۔

خانقاہ بہار شریف، ضلع نالندہ

منیر شریف کے بعد بہار شریف کی سرزمین ہموار ہوئی۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری قدس سرہ نے ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء کے بعد دشت نوردی ختم کر کے بہار شریف میں آ کر اقامت اختیار کی۔ حضرت نظام مولیٰ مرید و خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے پیسے سے ایک مکان تعمیر کیا جس میں بیٹھ کر مخدوم جہاں آنے جانے والوں کو راہ دکھانے کا کام شروع کر دیا۔ جب دہلی کے سلطان محمد بن تغلق (۱۳۵۱ء۔۱۳۲۵ء) کو آپ کی خدمات کی خبر ملی تو اس نے گورنر بہار مجد الملک کو فرمان ارسال کیا کہ:

> ''مخدوم کے لیے ایک خانقاہ تعمیر کی جائے، خرچ خانقاہ کے لیے راجگیر کی جاگیر اور مشغولی حق کے لیے ایک بلغاری مصلیٰ نذر کیا جائے۔ قبول کریں تو ٹھیک ورنہ زبردستی قبول کرایا جائے۔''

مجد الملک نے نذر قبول کرنے کی درخواست کی۔ مخدوم جہاں نے ازراہ کرم قبول فرمایا اور بلغاری مصلیٰ پر بیٹھے اور لوگوں سے کہا ''بھائی! اس مصلیٰ پر بیٹھنے کے حقدار تو نہیں ہوں۔ میں تو

محض بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔'' اس خانقاہ سے ایسا فیضان جاری ہوا کہ بہار کی تمام سرزمین سیراب ہوگئی اور اب تک ہو رہی ہے۔

مخدوم جہاں کی خانقاہ معظم کے قائم ہونے کے کچھ ہی قبل بہار شریف کے محلہ انبیر میں حضرت مخدوم جہاں کے خالہ زاد بھائی حضرت سید احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ کی سہروردی خانقاہ قائم ہو چکی تھی۔ اس خانقاہ کی شہرت سن کر حضرت شیخ شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے اور یہاں پہنچ کر اس خانقاہ کی چار دیواری کے اندر ذکر و فکر کی ایک الگ دنیا بسائی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کو مخدوم جہاں سے ارادت ہوئی اور وہ ان کی نگرانی میں راہ سلوک طے کر کے ولایت کے درجہ تک پہنچے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت شیخ معز بلخی نے حضرت شیخ احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ یہ خانقاہ اللہ کے فضل سے قائم ہے اور خانقاہ انبیر کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت سید علی ہمدانی صاحب ولایت کشمیر کے پوتا سید علاء الدین ہمدانی کی خانقاہ بھی بہار شریف میں اپنے عہد کی ممتاز اور معروف خانقاہ رہی ہے۔ اس خانقاہ سے سلسلہ قادریہ اور سلسلہ سہروردیہ دونوں ہی سلسلوں کا فیضان جاری ہوا۔

بہار شریف صوفیائے کرام کا مرکز رہا ہے اور مختلف سلسلہ کی خانقاہیں یہاں قائم ہوتی رہی۔ سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت محمد عیسیٰ جونپوری کے چھوٹے بھائی حضرت احمد عیسیٰ تاج کی خانقاہ بہار شریف کے محلہ بھینسا سور میں سرگرم عمل تھی اور محلہ بارہ دری میں حضرت میر فضل اللہ گوسائیں داماد و مرید حضرت قطب الدین بینائے دل جونپوری قدس سرہ کی مشہور و معروف خانقاہ تھی۔ سلسلہ قادریہ اور قلندریہ کا فیضان اسی خانقاہ سے صوبہ بہار کی اکثر خانقاہوں میں پہنچا۔ نیز بہار شریف میں 'محل پر' ایک مشہور محلہ ہے۔ یہاں حضرت دیوان محمد رشید جونپوری قدس سرہ کے خلیفہ حضرت میر جعفر پٹنوی کی بہت مشہور خانقاہ تھی، اس کا فیضان اب بھی جاری ہے۔ محلہ گڑھ پر حضرت قمیص قادری کی خانقاہ تھی۔ نیز حضرت غوث پاک کی اولاد میں ایک بزرگ حضرت عطاء اللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم جہاں کے زمانہ میں بہار شریف پہنچے۔ آپ کو سلسلہ قادریہ کی اجازت حضرت سید حسین قادری سے اور سلسلہ چشتیہ کی اجازت حضرت نور

قطب عالم پٹنوی سے تھی۔ آپ کی خانقاہ سے سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ دونوں ہی سلسلوں کا فیضان جاری ہوا۔

جن خانقاہوں کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں ہوا ان کے علاوہ بھی بہار شریف میں چھوٹی چھوٹی متعدد خانقاہیں رہی ہیں جو اپنے عہد میں بہت مشہور تھیں، لیکن آج پردۂ گمنامی میں ہیں۔ اگرچہ ان کا فیض جاری نہیں ہے، لیکن نام بہر حال باقی ہے۔

خانقاہ شیخ پورہ، ضلع نالندہ:

حضرت مخدوم جہاں کا فیضان بہار شریف تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ ان کے خلفاء کے ذریعہ صوبہ بہار میں ہر طرف پھیلا اور متعدد جگہوں پر فردوسی خانقاہیں قائم ہوئیں۔

بہار شریف سے کچھ فاصلے پر ایک مشہور قصبہ شیخ پورہ ہے۔ یہاں حضرت مخدوم جہاں کے چچازاد بھائی وخلیفہ حضرت مخدوم شاہ شعیب کی خانقاہ قائم ہوئی۔ مخدوم جہاں خود مخدوم شاہ شعیب سے ملنے شیخ پورہ جایا کرتے تھے۔ یہ خانقاہ ابھی سرگرم عمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بہار شریف کے بعد دوسری قدیم فردوسی خانقاہ ہے۔

خانقاہ ابراہیم پور چروایاں، ضلع نالندہ

بہار شریف اور شیخ پورہ کے درمیان موضع ابراہیم پور چروایاں آباد ہے۔ یہاں حضرت مخدوم جہاں کے خلیفہ حضرت مولانا آموں کی خانقاہ قائم ہوئی اور اس سے قرب وجوار کو فردوسی فیضان نصیب ہوا۔ اس خانقاہ کا تسلسل حضرت مولانا آموں کے پوتے حضرت مبارک بن ارزانی تک باقی رہا۔ اس کے بعد خانقاہ کی ہماہمی ختم ہوگئی۔

خانقاہ معافا، ضلع نالندہ

حضرت سید علیم الدین گیسودراز دانشمند نیشاپور سے بہار آکر مخدوم جہاں کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ آپ وطن واپس ہوگئے، لیکن آپ کا

GOVT. URDU LIBRARY, PATNA

سلسلہ بہار میں بھی باقی رہا۔ آپ کے دونوں صاحبزادگان حضرت سید محمد اور حضرت سید احمد والد ہی سے مرید تھے اور حضرت سید محمد کو والد سے سلسلہ فردوسیہ۔ علاوہ حضرت پیر بدرالدین عالم زاہدی سے بھی اجازت وخلافت ملی۔ آپ کی خانقاہ موضع معافا میں تھی، جو اسلام پور سے چودہ میل دکھن پیارندی کے کنارے واقع ہے۔ یہ خانقاہ حضرت سید فرزند علی صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت محمد علی ابدالی رحمۃ اللہ علیہ تک سرگرم عمل رہی۔ ان کے بعد اس خانقاہ کا فیضان ختم ہوگیا اور اب تو موضع معافا مسلم آبادی ہی سے تقریباً خالی ہو چکا ہے۔

خانقاہ قتال پورہ، ضلع نالندہ:

قتال پورہ قصبہ اسلام پور سے کچھ دور پر آباد ہے۔ یہاں حضرت شمس الدین محمود خضر بدایونی مرید وخلیفہ حضرت مخدوم جہاں کی خانقاہ قائم تھی۔ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر تک یہ خانقاہ کام کرتی رہی۔ اس کے بعد خاموش ہوگئی۔

خانقاہ اسلام پور، ضلع نالندہ

حضرت شمس الدین خضر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت دیوان حبیب اللہ قادری نے اسلام پور (ضلع نالندہ) میں اپنی خانقاہ قائم کی۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کی شادیاں ہمدانی، بلخی اور ابدالی بزرگوں سے کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہ اسلام پور سے نہ صرف سلسلہ قادریہ اور فردوسیہ کا فیضان جاری ہوا، بلکہ سلسلہ سہروردیہ، کبرویہ اور زاہدیہ کی تعلیمات روحانی سے بھی لوگ مستفید ہوئے۔ حضرت سید شاہ ولایت علی اسلام پوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشیں خانقاہ اسلام پور بارہویں صدی ہجری کے بہت مشہور بزرگ تھے۔

اسی خانقاہ کے پروردہ چودہویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت جامع الطریق بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ ابوالخیر موسیٰ المدعو بہ محمد ایوب ابدالی قدس سرہ تھے۔ آپ انیس سلسلہ کی اجازت وخلافت کے حامل تھے۔ آپ نے کم وبیش ہر سلسلۂ روحانی کو جاری کیا اور طالبین کو ان کے مزاج کے مطابق راہ دکھائی اور اس پر کامیابی سے چلایا کہ یہی مخدومیت ہے اور بلاشبہ آپ مخدوم زمانہ تھے۔ آپ کی یادگار

کے طور پر اسلام پور ہی میں 'خانقاہ صوفیہ' قائم ہوئی اور مسلسل کام کر رہی ہے۔

خانقاہ دیورہ، ضلع گیا

دیورہ (ضلع گیا) ایک قدیم مردم خیز قصبہ ہے۔ یہاں حضرت شیخ برہان الدین عرف خوندمیاں دیوری کی خانقاہ فیضان فردوسی کے لیے بہت مشہور رہی ہے۔ خاندان برہانیہ کے ایک باکمال بزرگ حضرت کمال علی کمال قدس سرہ کی ذات بابرکات سے فیضان روحانی کے ساتھ شعروادب میں بھی عام ہوا۔ آپ کی باکمال شخصیت کے باعث خانقاہ برہانیہ کے نام میں کمالیہ کا اضافہ ہوا اور دیورہ کی خانقاہ، خانقاہ برہانیہ کمالیہ کہی جانے لگی اور اب تک سرگرم عمل ہے۔

خانقاہ سملہ، ضلع اورنگ آباد

دیورہ کے خاندان کی ایک شاخ سملہ (ضلع اورنگ آباد) آکر آباد ہوگئی۔ ساتھ ہی سلسلہ فردوسیہ بھی آیا، لیکن باضابطہ خانقاہ داری کا سلسلہ حضرت مولانا حکیم شاہ مجیب الحق قدس سرہ سے شروع ہوا۔ ان کی خانقاہ 'خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ سملہ' کے نام سے مشہور ہوئی اور قائم ہے۔

خانقاہ فتوحہ، ضلع پٹنہ

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے بلخی سجادگان تقریباً ڈیڑھ سو سال تک بہار شریف میں رشد وہدایت دیتے رہے، لیکن جب خانقاہ کی سجادگی متنازعہ بن گئی تو حضرت جیون بلخی کے صاحبزادے حضرت فرید بلخی بہار شریف کی سکونت ترک کر کے پھلواری شریف کے نزدیک موضع بیور میں جا بسے اور ان کی اولاد نے بعد میں فتوحہ کو اپنا مرکز بنایا اور سلسلہ فردوسیہ بلخیہ کی ترویج واشاعت کے لیے خانقاہ قائم کی۔ اس خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت علیم الدین بلخی ہیں اور پٹنہ کے محلہ عالم گنج میں رہائش پذیر ہیں، خانقاہی ذمہ داریوں کے تحت فتوحہ آتے جاتے رہتے ہیں۔

خانقاہ بھاگلپور، ضلع بھاگلپور

بھاگلپور میں دو خانقاہیں ہیں۔ ایک حضرت مولانا شہباز بھاگلپوری کی، اور دوسری

حضرت سید محمد پیر دمڑیا کی جو محلہ 'خلیفہ باغ' میں ہے۔ شروع میں فردوسی اور قادری فیضان جاری ہوا آخر میں سہروردی فیضان۔ دونوں خانقاہیں تا حال سرگرم عمل ہیں۔

خانقاہ ویشالی، (مظفر پور)

حضرت قاضی علا شطاری کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن شطاری کی خانقاہ مظفر پور (سریا گنج) میں تھی۔ نیز چودھویں صدی ہجری میں حضرت تیغ علی شاہ کی خانقاہ تیغیہ مظفر پور کے سرکاہی شریف میں قائم ہوئی جواب تک ہدایت دے رہی ہے۔

خانقاہ حاجی پور، ضلع ویشالی

حضرت ابوالفتح ہدایت اللہ پیر سرمست شطاری ابن حضرت قاضی علا شطاری نے فیض رسانی کے لیے حاجی پور کو اپنا مرکز بنایا۔ آپ کی خانقاہ ایک عرصہ تک یہاں سرگرم عمل رہی۔

خانقاہ رتن سرائے، ضلع گوپال گنج

رتن سرائے گوپال گنج کے قریب ایک قصبہ ہے۔ یہاں حضرت شیخ حاجی حمید الدین خلیفہ حضرت ابوالفتح پیر سرمست ہدایت اللہ شطاری کی خانقاہ تھی جواب نہیں ہے۔

خانقاہ راجگیر، ضلع نالندہ

راج گیر عہد قدیم سے ہی بزرگان دین کے مجاہدہ و ریاضت کا مرکز رہا ہے، لیکن حضرت مخدوم جہاں کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔ البتہ دوسو برس کے بعد پیر منصور راجگیری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا فروغ ہوا، اور ان کے نواسے حضرت شاہ اعلیٰ کی خانقاہ کا فیضان جاری رہا۔ ان کے دوسرے خالہ زاد بھائی حضرت پیر امام الدین راجگیری سے سلسلہ شطاریہ کا کافی فروغ ہوا، لیکن اب ان کی خانقاہ خاموش پڑ گئی ہے۔

خانقاہ چمنی بازار پورنیہ

یہاں حضرت دیوان محمد رشید جونپوری کے والد اور پیرومرشد حضرت شیخ مصطفی جمال الحق کی چشتی خانقاہ قائم ہوئی۔ یہ خانقاہ اب بھی رشد وہدایت کے لیے مشہور ہے۔

خانقاہ امجھر شریف

یہ بہار کی پہلی خالص قادری خانقاہ ہے۔ اسے نویں صدی ہجری میں حضرت سید محمد بغدادی امجھری نے قائم کیا تھا۔ آپ حضور غوث پاک کی اولاد میں سے ہیں اور اپنے پیر کے حکم کے تحت براہ راست بغداد سے امجھر تشریف لائے تھے۔ آپ کی اولاد سے امجھر شریف نسلاً آباد رہا اور یہ خانقاہ فیضان قادریہ کا اہم وسیلہ بنی رہی۔ اس کے امتیاز میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ آج بھی اس سے فیضان جاری ہے۔

خانقاہ چوکی قتال، ضلع سارن

یہاں حضرت پیر بدر عالم زاہدی کے صاحبزادے حضرت شہاب الدین قتال کی خانقاہ ہے۔ اس خانقاہ میں آج بھی اس سلسلہ کے بزرگوں کے تبرکات محفوظ ہیں۔

خانقاہ بہمن برہ شریف، ضلع سیوان

ضلع سیوان میں چوکی قتال سے متصل بہمن برہ شریف ایک مشہور مقام ہے۔ یہاں بارہویں صدی ہجری میں حضرت قطب الہند غلام معین الدین رشیدی نے خانقاہ قائم کی تھی۔ جس سے فیضان جاری ہے۔

خانقاہ حسن پورہ (ضلع سیوان)

خانقاہ حضرت سید حسن سہروردی پیر دمڑیا کی خانقاہ قائم تھی جو ماند پڑ گئی ہے۔

خانقاہ عشری (ضلع سارن)

چشتی خانقاہ قائم تھی جسے حضرت میر عبدالملک مرید وخلیفہ حضرت عیسیٰ تاج جونپوری

نے قائم کیا تھا۔(حضرت میر عبدالملک سید حسن سہروردی پیر دمڑیا کے خسر تھے۔)

خانقاہ تاج پور بسہیا (ضلع سارن)

حضرت شہاب الدین قتال زاہدی کے نواسے حضرت حافظ منجھن جلال ناصحی سارنی دسویں صدی ہجری کے مشہور بافیض بزرگ گزرے ہیں۔آپ کی خانقاہ تاج پور بسہا میں قادری، زاہدی، سہروردی اور شطاری فیضان کے لیے مشہور تھی۔

خانقاہ چندہوس

دسویں صدی ہجری کے سہروردی بزرگ حضرت صوفی ضیاء الدین کی خانقاہ چنڈھوس میں قائم ہوئی تھی جواب نہیں ہے۔

خانقاہ باڑھ، ضلع باڑھ

باڑھ میں حضرت دیوان جعفر محمد قادری از اولاد حضرت سید محمد بندہ نواز گیسودراز کی خانقاہ فیوض و برکات کے لیے مشہور تھی۔آپ کے مرید وخلیفہ حضرت میر خلیل قطبی قادری کے مرید ومجاز حضرت مخدوم منعم پاک بہار کے بڑے ہی بافیض بزرگ گزرے ہیں۔

خانقاہ سہسرام، ضلع روہتاس

یہاں خانقاہ کبیریہ قائم تھی جسے سید شاہ کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا۔

خانقاہ ہلسہ، ضلع نالندہ

سلسلہ مداریہ کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم جمال الدین عرف جان من جنتی نے ہلسہ میں ایک خانقاہ قائم کی جہاں سے مداریہ فیضان جاری ہوا۔آپ حضرت بدیع الدین مدار قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔

خانقاہ چشتی چمن پیر بیگہ، ضلع نالندہ

حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ بارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ ہیں۔آپ

کی خانقاہ چشتی چمن پیر بگھہ (نزد اسلام پور) میں واقع ہے اور سرگرم عمل ہے۔

خانقاہ عظیم آباد، ضلع پٹنہ

عظیم آباد یعنی پٹنہ صوبہ بہار کی راجدھانی ہے جو صوفیائے کرام کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ یہاں متعدد خانقاہیں سرگرم عمل رہیں اور اب بھی ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت کا سہروردیہ فیضان پٹنہ سے متصل ایک گاؤں 'جیوٹھلی' سے جاری ہوا، لیکن آپ نے جو خانقاہ قائم کی تھی، اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ آپ کے ہم عصر حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ کی چشتی خانقاہ ساتویں صدی ہجری میں یہاں قائم تھی، لیکن یہ خانقاہ بھی یہاں باقی نہیں رہی۔

خانقاہ تکیہ شاہ ارزاں، پٹنہ

دسویں صدی ہجری کے ایک مشہور بزرگ حضرت دیوان شاہ ارزاں ہیں۔ آپ سلسلہ مداریہ کے بزرگ تھے اور آپ کی خانقاہ تکیہ شاہ ارزاں محلہ درگاہ پٹنہ میں تھی، جو اب تک موجود ہے۔ اس خانقاہ میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔

خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ، پٹنہ

گیارہویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم منعم پاکباز قدس سرہ کی بلند مرتبہ شخصیت دنیائے روحانیت میں مشہور و معروف تھی۔ یوں تو بہت سارے سلسلوں میں آپ کا واسطہ ہے، لیکن سلسلہ ابوالعلائیہ کا فیضان آپ سے خصوصی طور پر جاری ہوا اور بہار کی تمام خانقاہوں میں پہنچا۔ آپ کے جانشین حضرت مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار فتوحہ میں ہے، لیکن آپ کا مزار اور آپ کی خانقاہ متین گھاٹ پٹنہ میں ہے۔ آج بھی اس خانقاہ سے 'دوائے درد دل' ضرورتمندوں کو دی جاتی ہے۔ موجودہ سجادہ نشیں جناب شمیم منعمی اپنے فرائض نہایت خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

خانقاہ محلہ معروف گنج، پٹنہ

حضرت زین العابدین پیر دمڑیا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ محلہ معروف گنج، پٹنہ سٹی میں دریا

کے کنارے واقع ہے اور فیوض و برکات کے لیے مشہور ہے۔

خانقاہ محلہ تکیہ عشق، پٹنہ

حضرت رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضرت مخدوم منعم پاک باز رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ 'تکیہ عشق' پٹنہ سیٹی میں ہے۔ اس کی ایک شاخ اعلیٰ حضرت میر قمر الدین حسین کے واسطے سے داناپور بھی پہنچی۔ وہاں ایک مشہور بزرگ حضرت شاہ سجاد داناپوری کی خانقاہ ابوالعلائیہ اپنے زمانے کی مشہور خانقاہ تھی۔ اس کی ایک شاخ الہ آباد میں خانقاہ ابوالعلائیہ کے نام سے مشہور ہے۔

خانقاہ خواجہ کلاں گھاٹ، پٹنہ

حضرت مخدوم حسن علی مرید و خلیفہ حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ کی خانقاہ خواجہ کلاں گھاٹ پٹنہ میں ہے اور بہت مشہور ہے۔

گیارہویں صدی ہجری میں حضرت عماد الدین قلندر کی خانقاہ پھلواری شریف سے منگل تالاب پٹنہ سٹی میں منتقل ہوگئی اور تا حال سرگرم عمل ہے اور خانقاہ عمادیہ کے نام سے مشہور ہے۔

خانقاہ پھلواری شریف، ضلع پٹنہ

بارہویں صدی ہجری میں حضرت پیر مجیب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ مجیبیہ نے پھلواری شریف میں اہم دینی رول ادا کیا۔ یہ خانقاہ تا حال سرگرم عمل ہے۔ اس کی ایک شاخ خانقاہ سلیمانیہ کے نام سے پھلواری شریف میں کار رشد و ہدایت انجام دے رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم منہاج الدین راستی نام کے ایک بزرگ جو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ انہوں نے بھی پھلواری شریف میں ایک خانقاہ قائم کی تھی، لیکن اب یہ خانقاہ ناپید ہے۔

خانقاہ صفی پور

حضرت غوث پاک کی اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت مخدوم صفی دسویں صدی ہجری میں تشریف لائے اور صفی پور میں ایک خانقاہ قائم کی۔ اب یہ خانقاہ خاموش ہے۔ حضرت مخدوم یحییٰ

علی نوآبادی مرید وخلیفہ حضرت مخدوم حسن علی کی خانقاہ اوران کا مقبرہ بھی صفی پور میں ہی ہے۔

خانقاہ کریم چک

یہاں حکیم فرحت اللہ حسن مرید وخلیفہ حضرت مخدوم حسن علی قدس سرہ نے خانقاہ قائم کی تھی۔

خانقاہ محلہ رام ساگر، گیا

حضرت غلام حسین منعمی کے پوتا حضرت شاہ عطا حسین منعمی کی خانقاہ داناپور سے محلہ رام ساگر (گیا) میں منتقل ہوئی جو تا حال قائم ہے۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت شاہ غلام مصطفی اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

خانقاہ بیتھو شریف، ضلع گیا

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے فرزندان روحانی میں سے ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ درویش رحمۃ اللہ علیہ بیتھو شریف آکر مقیم ہو گئے۔ آپ نے یہاں ایک خانقاہ قائم کی اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ خانقاہ اب بھی قائم ہے۔

خانقاہ جوڑا مسجد مان پور (گیا)

گیارہویں صدی ہجری میں ایک قادری بزرگ حضرت شاہ معز الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے اور اقامت اختیار کر لی۔ انہوں نے اور ان کی اولاد نے داد رشد و ہدایت دی، سو سال پہلے ایک بزرگ حضرت شاہ ناظم احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں کچھ کوشش کی، جسے ان کے پوتے جناب شاہ ایاز احمد قادری نے تکمیل تک پہنچاتے ہوئے یہاں خانقاہ قادریہ قائم کر دیا ہے۔ یہ خانقاہ اپنا کام کر رہی ہے۔

خانقاہ ارول، ضلع ارول

ضلع جہان آباد میں ایک مردم خیز قصبہ ارول ہے۔ یہاں زمانہ قدیم سے ہی ایک خانقاہ قائم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس خانقاہ کو حضرت شمس الدین عرف سمن ارولی مرید وخلیفہ حضرت تیم

اللہ سفید باز رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا۔ یہ خانقاہ ابھی بھی سرگرم عمل ہے۔

خانقاہ بلوری، ضلع گیا

یہ قصبہ لکھی سرائے کے قریب ہے۔ یہاں حضرت شمس الدین حقانی کی خانقاہ ایک زمانے تک کام کرتی رہی۔ اب ناپید ہے۔

خانقاہ شیخ پورہ خرد، ضلع گیا

یہ قصبہ ضلع گیا میں نرہٹ کے قریب ہے۔ یہاں سلسلہ چشتیہ کی ایک منفرد خانقاہ قائم ہے۔ منفرد اس لیے کہ یہاں حضرت خواجہ سید قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ تشریف لائے اور خانقاہ قائم کی۔ جو زندہ ہے۔

خانقاہ سملی (پٹنہ سیٹی)

اسے حضرت سید غلام حسین ابوالفیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قائم کیا تھا جو خانقاہ فیاضیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین عظیم آبادی کے ممتاز خلیفہ تھے۔

خانقاہ کراپ، ضلع اورنگ آباد

رفیع گنج کے قریب قصبہ کراپ میں یہ خانقاہ ابوالعلائیہ منعمیہ کے نام سے قائم ہے۔

خانقاہ آبگلہ، ضلع گیا

حضرت قاضی مظاہر امام مرید وخلیفہ حضرت شاہ عطا حسین رحمۃ اللہ علیہ سے آبگلہ کی خانقاہ منسوب ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں اور آبگلہ ہی میں ہیں۔ ایک کے سجادہ نشیں شاہ نجم امام ہیں اور دوسری شاخ کے مولانا جلیل امام بن قاضی مظاہر امام کے داماد جناب اختر صاحب سجادہ نشین ہیں۔

خانقاہ داؤد نگر، ضلع اورنگ آباد

امجھر کے قادری خاندان کی ایک شاخ داؤد نگر آئی اور یہاں سلسلہ قادریہ کی ایک

خانقاہ قائم ہوئی۔ یہ خانقاہ موجودہ دور میں کارکردگی کے اعتبار سے بہت غنیمت ہے۔

خانقاہ امتھوا، ضلع جہان آباد

ضلع جہان آباد کے قصبہ امتھوا میں حضرت شاہ حیات رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ خانقاہ آج بھی سرگرم عمل ہے۔

خانقاہ مولانگر

مولانگر متصل سورج گڑھا میں حضرت غلام مولیٰ کی خانقاہ اب تک قائم ہے۔

خانقاہ مونگیر

مونگیر کی خانقاہ رحمانیہ قائم کردہ حضرت مولانا محمد علی مونگیری مرید وخلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے دور گزشتہ میں قادیانی فتنہ کے خلاف بڑا کام ہے۔ آج بھی یہ خانقاہ سرگرم عمل ہے۔ مونگیر کے محلہ دلاور پور میں بھی ایک خانقاہ قائم تھی اب یہ ناپید ہے۔

خانقاہ لکھمنیا، بیگوسرائے

حضرت شاہ سلطان نقشبندی کی خانقاہ لکھمنیا (ضلع بیگوسرائے) میں قائم ہے اور ابھی بھی کام کر رہی ہے۔

خانقاہ بڑی بلیا

لکھمنیا سے متصل قصبہ بڑی بلیا آباد ہے۔ یہاں حضرت علاء الدین بخاری کی شطاری خانقاہ ہے جو زندہ ہے۔

خانقاہ کندوئی، ضلع ارول

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک بزرگ حضرت داؤد چشتی رحمۃ اللہ علیہ جہان آباد، ارول روڈ پر واقع موضع کندوئی میں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوگئے۔ یہاں آپ کی خانقاہ ایک زمانے تک کار رشد وہدایت انجام دیتی رہی۔ اب ناپید ہے۔

مذکورہ بالا خانقاہیں فیوض روحانی اور تعلیم دینی کے لیے اپنے اپنے زمانے میں بہت ممتاز رہی ہیں۔ ان میں تصنیف وتالیف کے علاوہ بھائی چارگی، انسانیت ومروت اور حسن اخلاق کی تعلیم دی جاتی رہی۔ یہ خانقاہیں تہذیبی اور سماجی اصلاح کے علاوہ آپسی اتحاد واتفاق کے لیے پیش پیش رہی ہیں، لیکن جب ملت پر زوال آیا تو یہ خانقاہیں بھی زوال پذیر ہوئیں۔ سجادہ نشین یا تو گوشہ گیر ہو گئے یا مادہ پرستی کے طرف مائل ہو گئے۔ نتیجتاً ان مراکز رشد وہدایت سے وہ روشنی پھوٹنی بند ہو گئی جس کے لیے ان کی شہرت تھی۔ پھر بھی وقتاً فوقتاً ان ہی خاکستر سے کوئی دبی ہوئی چنگاری چمک اٹھتی ہے۔

خانقاہِ چشتیہ نظامیہ داناپور

یہ خانقاہ داناپور کے محلہ شاہ ٹولی میں قائم ہے، جس کی بنیاد چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں ہوئی۔ جس کے بانی حضرت سید شاہ مبارک حسین جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی خاندانی نسبت حضرت شیخ نظام الدین اولیا سے تھی۔ یہ خانقاہ آج بھی سرگرم عمل ہے، جس کے موجودہ سجادہ نشین پروفیسر طلحہ رضوی برق ہیں۔

خانقاہِ سجادیہ ابوالعلائیہ، داناپور

اس خانقاہ کا بانی حضرت شاہ سجاد ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو انیسویں صدی عیسوی میں قائم کی گئی، جو آج بھی سرگرم عمل ہے۔

خانقاہِ پربل شاہ، نیا بھوجپور، ضلع بکسر

اس خانقاہ کے بانی حضرت شیخ محمد بختیاور شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پربل شاہ کا تعلق ڈمراؤں مہاراجا کے خاندان سے ہے، جو مغل بادشاہ اورنگ زیب کے عہد میں اس خاندان کے راجہ تھے۔ جنہوں نے اسلام قبول کیا اور تصوف کی راہ پر چل پڑے، اور راج پاٹ چھوڑ کر ایک خانقاہ کی تعمیر کروائی اور دین اسلام کے تبلیغ میں لگ گئے۔ یہ خانقاہ اپنے عہد کے بہار کی سب سے بڑی خانقاہ تھی۔ بزرگی میں آپ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ منیر شریف، بہار شریف اور سہسرام کے

صوفیاء کرام کا یہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ موجودہ وقت میں یہ خانقاہ بند ہو چکی ہے۔ اس کی اوپری منزل میں ہندی مڈل اسکول چل رہا ہے اور نچلا حصہ بند پڑا ہے جو تہہ خانے میں ہے، 2016ء میں اسکول کی بنیاد کی کھدائی میں یہ تہہ خانہ نمایاں ہوا تھا، جس میں خانقاہ کے کئی کمرے صاف ستھرا بند حالت میں دیکھنے کو ملے۔

خانقاہِ فریدیہ، آرہ، ضلع بھوجپور

اس خانقاہ کی تعمیر 1905ء میں حضرت حافظ شاہ محمد فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ حضرت شاہ محمد مصلح الدین قادری نے کرائی تھی، جو آرہ کے میر گنج محلہ میں واقع ہے۔ یہ خانقاہ آج بھی سرگرم ہے۔ جس کے گدی نشین حضرت عبد السلام فریدی ہیں جن کی بزرگی سے یہ خانقاہ آج بھی سرگرم ہے۔ ہدایت کا سلسلہ جاری ہے، لوگ یہاں آتے ہیں اور حضرت جی سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔

آرا، بہیا، برہمپور، بکسر، مونگیر، منیر، بہار شریف، اسلام پور، سہسرام، پھلواری شریف، پٹنہ، گیا میں فردوسیہ سلسلے کے بزرگوں کے مزارات دیکھنے کو ملتے ہیں، لیکن ان کی تاریخ مرتب نہ ہونے کی وجہ سے ان بزرگوں کے سلسلے میں معلومات نہیں ملتی ہے۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور مولانا مظفر بلخی مخدوم شاہ شعیب فردوسی اور فردوسیہ کے بڑے بزرگوں کے ذریعہ لکھی گئی کتابوں اور مکتوبات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو شاید ان بزرگوں کے مزاروں کا جو پورے بہار میں پھیلے دکھائی دیتے ہیں، کے نام و تاریخ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیری (بہار کی خانقاہوں کا جائزہ) از ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، ص ۳۶ تا ۵۲

☆☆☆

حصہ اوّل

تذکرۂ

صوفیاء منیر شریف

منیر شریف کی تاریخی اہمیت

منیر شریف کا تاریخی پس منظر

صوبہ بہار میں اسلامی حکومت کا آغاز محمد بن بختیار خلجی کی فتوحات سے ہوا۔ لیکن بعض واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن بختیار خلجی سے پہلے مسلمانوں نے یہاں قدم جمانا شروع کر دیئے تھے۔ مقامی روایات کے مطابق منیر کو پہلے سلطان محمود غزنوی کے سپاہیوں نے فتح کیا۔ تاریخ سالار مسعود غازی سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کی وفات سے دو سال پہلے اس کا لشکر اُس کے بھانجے سالار مسعود غازی کی ماتحتی میں ہندوستان آیا۔ مسعود نے سترکھ کے مقام پر قیام کر کے مشرقی علاقوں پر چڑھائی کی۔ اکثر راجاؤں نے اکٹھا ہو کر مقابلہ کیا۔ لیکن ان میں بعض ایسے تھے جو پہلے سے سلطان محمود سے تعلق رکھتے تھے اور بعض کا خیال تھا کہ ایک بھاری لشکر مسعود کی مدد کے لئے غزنی سے روانہ ہونے والا ہے۔ بہر حال مسعود نے اکثر راجاؤں کو شکست دے کر ان کی متحد طاقت کو ختم کر دیا۔ لیکن بالآخر وہ خود بھی شہید ہوئے اور بہرائچ میں دفن ہوئے اس کے بعد تقریباً 160 سال تک سلاطین غزنین کا کوئی لشکر اس طرف نہیں آیا۔ جن مقامات پر مسعود غازی کے سپاہیوں نے جنگ کی اور شہادت کے بعد وہیں دفن ہوئے۔ عام طور سے ایسے علاقے گنج شہیداں اور سالار پور کے نام سے مشہور ہیں۔ کڑہ مانکپور کے اطراف، غازی پور، سیوان (ضلع سارن) اور ان کے علاوہ قصبہ منیر میں ایسی جگہ موجود ہے جہاں اس واقعہ کی یادگار میں سالانہ میلاد ہوا کرتا ہے۔ جو 'غازی میاں کے میلے' کے نام سے مشہور ہے۔ منیر کے مخدوم زادوں کے سفینوں سے معلوم ہوتا ہے کہ 1178ء میں حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار نے راجہ منیر کو شکست دے کر منیر پر قبضہ کیا۔ قطب سالار کا مزار منیر سے دو میل پورب میں موضع مہدواں میں مسجد کے پیچھے میدان میں واقع ہے۔ اس جنگ میں مسلمان جو شریک تھے

ان میں 25 آدمیوں کے نام بھی سفینوں میں مذکور ہیں۔ ان سفینوں کی رو سے حضرت تاج فقیہ اور قطب سالار کے آنے سے پہلے ایک مسلمان مومن عارف منیر میں رہتے تھے جس کو راجہ منیر سخت اذیتیں دیتا تھا۔ مومن نے اس راجہ سے تنگ آ کر مدینہ کی راہ لی اور وہاں جا کر حضرت تاج فقیہ کو اپنا حال بیان کیا۔ حضرت تاج فقیہ جن کا اصل وطن قدس خلیل (بیت المقدس) تھا، وہ ایک گروہ کو لے کر غزنی ہوتے ہوئے منیر پہنچے اور راجہ منیر سے جنگ کر کے منیر پر قابض ہو گئے۔ بہر حال اس زمانے میں مومن عارف یا کسی مسلمان کا منیر کا باشندہ ہونا اس طرح ہو سکتا ہے کہ مسعود غازی کے ساتھیوں میں سے کسی نے شاید منیر آ کر سکونت اختیار کر لی ہو اور اس کی نسل میں مومن عارف، منیر کا باشندہ تھے۔

منیر شریف کی چھوٹی اور بڑی درگاہیں

ان درگاہوں اور منیر سے متعلق اہم معلومات ہمیں انگریزی زبان میں مستند تحریروں کے حوالے سے ملتی ہیں۔ ان میں سے سب سے پہلے 1812ء میں بکانن (Buchanan) کی تیار کردہ پٹنہ اور گیا سے متعلق رپورٹ ملتی ہے۔ اس کے کچھ مدت بعد جنرل کننگھم (Cunninghim) نے اور اس کے بعد بلاچ (Bloch) کی 1902ء میں آثار قدیمہ کے تعلق سے رپورٹیں تھیں جن میں ضخیم کنگھم کی تھی۔ اس کے بعد 1924ء میں مولوی حمید قریشی نے بہار اور اڑیسہ کے تحفظ شدہ آثار سے متعلق فہرست مرتب کی جس میں منیر کی درگاہوں کا تفصیل سے ذکر ہے۔ 1927ء میں L.S.S.O.Malley کے گزیٹیئر (Gazetteer) کی بھی اشاعت ہوئی۔ حافظ شمس الدین منیری نے بھی ایک طویل مضمون میں منیر کی تاریخ اور آثار قدیمہ کے بارے میں مفصل بیان کیا ہے جو 1930ء میں تحریر ہوا۔ 1963ء میں ڈی۔ آر۔ پاٹل کی کتاب بہ عنوان (Autiquarian Remains in Bihar) جس میں منیر کی تاریخی معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ سید حسن عسکری اور قیام الدین احمد نے بھی منیر کے عہد وسطیٰ کی تاریخ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ 1973ء میں قیام الدین احمد کی ایک کتاب Corpus of Arabic & Persian inscription of Bihar کے عنوان سے شائع ہوئی جو بہت تفصیلی اور تحقیقی کتاب ہے۔

بڑی درگاہ

یہ درگاہ منیر شریف کے دیگر مقدس مقامات میں خاص طور سے متبرک ہے۔ یہ تالاب سے متصل مرتفع ٹیلہ پر مشرق کی جانب واقع ہے اس کے روضہ کا احاطہ وسیع ہے اور دیواروں کی حد بندی کی ہوئی ہے، اس میں دو بڑے دروازے ایک جانب مغرب اور دوسرا شمال کی طرف ہے۔ مشرقی جانب ایک مسجد ہے جو پہلے تین عالیشان گنبدوں کی بنی ہوئی تھی چند سال ہوئے موجودہ صاحب سجادہ کے اہتمام سے نئے طریقے سے تعمیر ہوئی ہے۔ جس کے بیچ کا دروازہ اپنی اصلی حالت پر ہے اس کے آگے ایک صحن ہے۔ اتر کی طرف ایک سنگی دالان اور حجرہ ہے، صحن سے متصل حضرت مخدوم کے وضو کرنے کا چبوترہ ہے۔ بیچ احاطہ میں ایک چبوترے پر حضرت شاہ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کے قریب آپ کی والدہ ماجدہ اور والد محترم اور عم محترم کے مزارات ہیں۔ ایک چھوٹے احاطے میں ملک کے ممتاز بزرگ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد کی اہلیہ محترمہ اور دو صاحبزادیاں مدفون ہیں۔ حضرت مخدوم کے زیر پائین آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم جلیل الدین احمد منیری فردوسی کا مرقد مبارک ہے۔ آپ کے دوسری جانب حضرت شاہ ہدایت اللہ منیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی شریک حیات کا اور آپ سے متصل حضرت مولانا شمس الدین مازندرانی مدفون ہیں۔

مغربی دروازے کے قریب تاج الدین کھانڈ گاہ کا مزار ہے جو سلطان محمود غزنوی کے خاندان کے ایک رکن تھے۔ حضرت مخدوم کے خاندان کے بیشتر افراد اسی احاطے میں دفن ہیں۔ شمالی پھاٹک کے باہر ایک کھلی ہوئی مسجد ہے، جس کو شاہان دہلی کے بادشاہ کے دو خواجہ سراؤں نے تعمیر کرایا تھا اور حسب وصیت یہیں سپرد خاک بھی ہوئے۔ مسجد سے متصل اس زمانے کے دو کمرے ہیں اس سے کچھ دور ایک سنگی مجسمہ ہے جسے وہاں کے عوامی لوگ شہدول یا سادول کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ قدیم زمانے کی یادگار ہے۔ دراصل یہ مجسمہ ایک شیر کا ہے جو ایک ہاتھی کے بچہ کو اپنے پیروں کے بیچ لئے ہوئے ہے بقول مولوی حمید قریشی کے یہ بڑی درگاہ راجہ منیر کا قلعہ تھا جس کا ثبوت یہ مجسمہ ہے جو درگاہ کے دروازہ پر ایستادہ ہے۔ اس کے علاوہ مقامی روایتوں کے مطابق بھی اسے امام تاج فقیہ کے ذریعہ قلعہ کی فتح کی ایک یادگار کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

اس درگاہ کے احاطہ میں سیکڑوں پختہ مزارات اولیاء اور شاہزادوں کے مزار ہیں اور جابہ جا قناتی مسجدیں بھی ہیں۔ بڑی درگاہ کے احاطہ کو اس کے سائبان اور مسجد کو دوسری بار ابراہیم خان کانکر مغل امیر جو کہ صوبہ گجرات کا صوبہ دار تھا۔ 1014ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

چھوٹی درگاہ

یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ممتاز بزرگ حضرت قطب الاقطاب مخدوم امام ابایزید الملقب بہ شاہ دولت منیریؒ آرام فرما ہیں۔ یہ مقبرہ آپ کے مرید ابراہیم خاں کانکر صوبہ دار گجرات نے تعمیر کرایا ہے۔

جب تعمیر روضہ کا خیال ہوا تو حضرت سے آپ کی زندگی ہی میں اس کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے بزرگوں نے آسمان کا سایہ اختیار کیا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے کہا مجھے تعمیر کی اجازت دی جائے تاکہ میں بھی مرنے کے بعد اس میں دفن کیا جاؤں۔ اس طور پر اس عالیشان عمارت کی بنیاد پڑ گئی۔ ابراہیم خان کانکر بہت غریب تھے۔ آنحضرت کی سفارش سے عبدالرحیم خانخاناں نے ان کو گجرات میں جگہ دی، ابراہیم خاں کانکر اپنی دلاوری اور حسن خدمت سے معزز ہو کر شاہی ملازمت تک بلند ہوئے اور توزک جہانگیری کی تحریر کے مطابق عہد جہانگیری میں دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز کئے گئے اور تمام عمر کاٹھیا واڑ اور گجرات میں خدمت انجام دیتے رہے۔ گجرات ہی میں انہوں نے روضہ اور تالاب کا خاکہ تیار کیا اور تنگر قلی خاں ماہر تعمیرات کو اس نقشہ کے مطابق تعمیر کرنے پر مامور کیا، صوبہ کی اور عمارتوں میں یہ عالیشان اور بہت خوبصورت عمارت ہے۔ 58 فٹ مربع اور دو فٹ اونچے چبوترہ پر واقع ہے۔ باہر کی چہار دیواری، 252 فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی ہے۔ چاروں کونے پر بارہ پہل کی برجیاں ہیں، جنوب مشرق کی جانب جو برجی ہے اس کی دوسری منزل پر نہایت نفیس پتھر کی جالیاں ہیں، جس حصہ پر مقبرہ ہے وہ باہر سے 34 فٹ 8 انچ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ کی چھت اعلیٰ قسم کی سنگ تراشی اور نقاشی کا نمونہ ہے۔ چھت میں جابہ جا آیات قرآنی بھی کندہ ہیں۔ اس سنگ تراشی کا مقابلہ فتح پور سیکری کی بہترین سنگ تراشی اور نقاشی سے کیا جا سکتا ہے۔

اندر سے مقبرہ 13 فٹ مربع ہے اور ہر طرف چار بڑے ستون ہیں۔ ستونوں کے درمیان نہایت پتلی دیوار ہے۔ محراب کی جالیوں پر عربی میں اللہ کافی لکھا ہوا ہے اور ستونوں کے براکٹ پر پتھر کی سلیاں رکھ کر اس کو ہشت پہل پھر دائرہ بنایا گیا ہے۔

مقبرہ کے اندر کی قبروں میں بیچ کی قبر حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کی ہے۔ پائین کی دو قبروں میں پورب کی قبر آپ کی اہلیہ محترمہ کی اور پچھم بانی مقبرہ ابراہیم خان کانکر کی ہے۔

ابراہیم خاں کا انتقال 1028ھ میں ہوا اور حسب وصیت اندرون مقبرہ اپنے محترم پیر کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شمال اور مغرب کی طرف پتھر کے ستونوں پر کھلی ہوئی گیلریاں ہیں۔ پچھم جانب گیلری کے وسط میں ایک خوشنما لداؤ چھت کی شاندار مسجد ہے۔ اس میں ایک کتبہ ہے جس کی اوّل دو سطروں میں آیات قرآنی اور آخر سطر میں سنہ تعمیر 1028ھ۔ 1618ء کندہ ہے۔ قطعہ تاریخ ؎

چوں این عالی بنائے کعبہ تمثیل جہاں آرا
بفیض صانع قادر تمامی اقتضا کردہ
دل عاصی ہمہ جست از خرد سال بنائے او
خرد گفتا جو ابراہیم بیت اللہ بنا کردہ

1028ھ

قطعہ تاریخ کا ترجمہ: جب اس عالی شان عمارت کی بنیاد دُنیا کو سجانے والے کعبہ کی طرح خدا کے فیض سے رکھنے کی خواہش ظاہر ہوئی ہے تو اس نافرمان اور گنہگار دل نے عقل سے اس کو بنانے کی تاریخ تلاش کی تو عقل نے کہا جیسے ابراہیم نے بیت اللہ (کعبہ) کی بنیاد رکھی ہے۔ اس جملے کے اعداد میں تاریخ تعمیر پوشیدہ ہے۔

مسجد کے سامنے ایک چبوترہ پر حضرت مخدوم شاہ مبارک حسین عرف شاہ دھومن منیریؒ، آپ کے والد ماجد آپ کے جدامجد اور بھی خاندان کے بزرگوں کے مزارات ہیں۔ مقبرہ سے دکھن جانب ایک صفہ عالی پر آپ کے دو صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ فریدالدین احمد محمد ماہرو

فردوسی منیری و حضرت مخدوم شاہ محمد علیؒ اور آپ کے سجادگان حضرت شاہ قطب الدین احمد فردوسی منیری و حضرت شاہ امجد حسین چشتی النظامی الفردوسی المنیری ، حضرت سید شاہ ابوالظفر فریدالدین احمد فردوسی منیری، حضرت سید شاہ ابوالفرح فضل حسین قادری منیری اور حضرت سید شاہ دولت علی محمد امان اللہ فردوسی منیری اور بھی خاندان کے بہت سے حضرات آسودہ خاک ہیں۔

مقبرہ کے پورب جانب حضرت شاہ اعظم علی عرف فردوسی بھیکن منیری المتوفی 1270ھ ابن حضرت سید شاہ ابوالفرح شاہ لطف علی فردوسی منیری، حضرت شاہ نظام الدین منیری 1297ھ، حضرت سید شاہ خلیل الدین احمد جوش منیری، حضرت شاہ اولاد علی زاہدی الفردوسی المنیری المتوفی 1307ھ اور حضرت سید شاہ احتشام الدین حیدر اور بہت سے لوگوں کے مزارات ہیں۔

مسجد کے دکھن جانب سائبان میں ایک زمین دوز کمرہ ہے جس میں جانے کے لئے زینے بنائے گئے ہیں۔ درگاہ سے تالاب کے طرف جانے کے لئے ایک سنگی دروازہ ہے۔ جنوب مغرب گوشہ پر ایک خوبصورت کمرہ اور جنوب مشرق گوشہ پر ایک ناغول (چھت دار زینہ) ہے۔ جس کی دیوار اعلیٰ قسم کے پتھر کی جالی دار بنائی گئی ہے۔ تالاب کی طرف دو ناغول (چھت دار زینہ) ہیں جو بہت خوبصورت ہیں۔ مقبرہ سے شمال کی جانب عظیم الشان صدر پھاٹک ہے جو 5 فٹ 9 انچ چوڑا ہے، جس کی طرز تعمیر مغلیہ ہے۔ پھاٹک کے دونوں طرف ہشت پہلو خوبصورت برجیاں ہیں، جن پر جانے کے لئے زینے بنے ہوئے ہیں۔ دروازہ کے باہر 30 فٹ لمبا اور 12 فٹ چوڑا خوبصورت سنگی چبوترہ ہے۔ صدر پھاٹک پر تین کتبے ہیں جن میں دو عربی میں اور ایک فارسی میں ہے:

چوں درین روضۂ مقدس شاہ — روئے زینت نہادہ براتمام
سال تاریخ من از اوجستم — خردم برہ این خجستہ مقام
بدعا لب کشودہ گفتا — در دولت کشادہ باد دوام

1028ھ

قطعۂ تاریخ اشعار کا ترجمہ: جب بادشاہ کے اس مقدس روضہ (باغ) نے اس سرزمین

کو زینت بخشی ہے یعنی جب اس عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی تو میں نے عقل سے اس کی تاریخ تعمیر دریافت کی تو عقل نے اس مبارک مقام کے واسطہ اپنے لب کھولے اور کہا اس دولت وحکومت کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ اسی مصرعہ میں تاریخ تعمیر پوشیدہ ہے یعنی 1028ھ/1618ء۔

تالاب کے چاروں طرف دو دو گومتیاں بنائی گئی تھیں۔ پچھم اور پورب کی گومتیاں ابھی قائم ہیں۔ اُتر کی گومتیاں بہت شکستہ ہو چکی ہیں۔ دکھن کی منہدم ہوگئی ہیں۔ تالاب میں جانے کے لئے چاروں طرف سے زینے بنائے گئے ہیں اور اس کے دکھن بلندی پر گورنمنٹ کا پُرفضا ڈاک بنگلہ ہے۔

غرض منیر شریف کی یہ دونوں درگاہیں بے حد مقدس اور عہد مغلیہ کی شاندار یادگار ہیں۔

مآخذ:

1۔ تاریخ بہار: چند مقالات از ندیم گیا، مکتبہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، 1994ء

2۔ ارض بہار اور مسلمان از عبدالرقیب حقانی، مکتبہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، 2012ء

3۔ آثار منیر: تصنیف سید شاہ مراد اللہ منیری، مکتبہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، 2010ء

☆☆☆

حضرت مومن عارف رحمۃ اللہ علیہ

سن وفات: 576 ہجری بمطابق 1180ء

وطن : یمن

مدفن : منیر یا یمن

سلسلہ : قاصد محمود غزنی

آپ 576 ہجری کے قبل سے ہی منیر میں مقیم تھے اور اکیلا مسلمان منیر میں رہتے تھے۔ کس مقصد سے منیر میں مقیم ہوئے اور کب مقیم ہوئے یہ بات تاریخ میں واضح نہیں۔ کہیں محمود غزنوی کا قاصد کہا گیا ہے تو کہیں کپڑے کا تاجر کہا گیا ہے اور کہیں اسلام کی تبلیغ کے لئے یہاں آئے تھے بیان کیا گیا ہے، جو منیر کے راجہ کے ظلم وستم سے عاجز آ کر مدینہ منورہ پہنچے اور حضورؐ کی خدمت میں اپنی کارگزاری کو رکھا اور اُسی شام امام تاج محمد فقیہ رحمۃ اللہ علیہ جو شہر بیت المقدس کے محلہ قدوس خلیل میں رہتے تھے، کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دیا کہ تم پر جہاد صادر کرتا ہوں تم جلد منیر پہنچو۔ اُن کے بشارت سے آپ شہر بیت المقدس سے چند ساتھیوں کے ساتھ غزنی پہنچے اور وہاں سے لشکر لے کر منیر آئے اور یہاں کے راجہ سے جنگ لڑی اور فتح یاب ہوئے۔ منیر کا راجہ ہار گیا اور اس کی حکومت تاج فقیہ کو ہاتھ لگی جنہوں نے وہاں کا باگ ڈور اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل، اسرائیل اور عبدالعزیز کے حوالے کر خود بیت المقدس واپس لوٹ گئے، اور منیر کی اسلامی تاریخ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ آپ کے خاندان سے ہی پورے بہار میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۳۹)

☆☆☆

حضرت امام تاج محمد فقیہ رحمۃ اللہ علیہ

نام : محمد

لقب : تاج فقیہ

وطن : بیت المقدس

آمد : 576 ہجری بمطابق 1180ء

مدفن : بیت المقدس

مشغلہ : جہاد اور تبلیغ اسلام

فقیہ، زمانہ گزشتہ میں عالم دین کو کہتے تھے۔ آپ کے نام کے ساتھ فقیہ کے لقب پر امام کے اضافے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے بہت ہی بڑے عالم دین تھے، بلکہ علماء کے درمیان آپ کی حیثیت امام کی تھی۔ تاج کے لقب کے متعلق بزرگان منیر کی روایت یہ ہے کہ آپ جب خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کو جہاد کا حکم ہوا تو ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سر پر ایک تاج بھی رکھا۔ بیداری کے بعد آپ نے اپنے سر پر اس تاج کو پایا۔ یہ تاج آج بھی خانقاہ منیر شریف میں محفوظ ہے اور ۱۲ ربیع الاوّل کے موقع پر اس کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

آپ کا وطن

بیت المقدس کا محلہ قدس خلیل۔ آج کل یہ محلہ مستقل ایک شہر بن چکا ہے اور بیت المقدس سے تقریباً 15 میل پر واقع ہے اور الخلیل کے نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار اسی شہر میں واقع ہے اور اسی مناسبت سے شہر کا نام الخلیل ہے۔

آپ کا شجرہ نسب

آپ ہاشمی النسب ہیں۔ حضرت صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا نسب بیان کرتے ہوئے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح تحریر کیا ہے:

(۱) حضرت امام محمد تاج فقیہ
(۲) بن حضرت مولانا ابوبکر
(۳) بن حضرت ابوالفتح
(۴) بن حضرت ابوالقاسم
(۵) بن حضرت ابوالصائم
(۶) بن حضرت ابودہر
(۷) بن حضرت ابواللیث
(۸) بن حضرت ابوسہمہ
(۹) بن حضرت ابودین
(۱۰) بن حضرت ابومسعود
(۱۱) بن حضرت ابوذر
(۱۲) بن حضرت زبیر
(۱۳) بن حضرت عبدالمطلب
(۱۴) بن حضرت ہاشم
(۱۵) بن حضرت عبدالمناف

(وسیلۂ شرف وذریعہ دولت، ص ۷۰۔۶۹)

فتح منیر

ایک بزرگ حضرت مومن عارف رحمۃ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضر ہوکر منیر کے راجا کے ظلم وستم کے خلاف فریاد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں منیر کے راجا کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا اور حضرت موصوف بلا تاخیر عازم منیر ہوئے۔ مسلمانوں کی خاصی تعداد ساتھ ہوگئی۔ جس راستے سے گزر ہوتا لوگ عزم جہاد سن کر ساتھ ہوجاتے۔ بعض بادشاہوں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کی مدد کا حکم دیا اور انہوں نے اپنے عزیزوں کو مع لشکر آپ کے ساتھ کردیا جیسا کہ حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''تاج الدین کھانڈ گاہ اور میر علی ترک'' لربک شہید شاہزادوں میں سے ہیں اور

میر سید جعفر اور میر سید مظفر بھی سرداروں میں سے تھے اور سالار کل افواج حضرت قطب سالار علمبردار ربانی تھے جن کا مزار مہنداواں میں ہے۔ الغرض جب لشکر اسلام منیر پہنچے وہاں کا راجہ اپنے اہل وعیال کو لے کر کہیں فرار ہوگیا۔ پھر اُس کی خبر معلوم نہ ہوئی اور بعضے کہتے ہیں کہ راہ میں کسی غازی کے ہاتھوں مارا گیا۔ الغرض فتح حاصل کر منیر میں پہنچے۔ منیر کی خانقاہ میں جو ایک پتھر کا ٹکڑا ہے جسے تکیہ بولا جاتا ہے امام محمد تاج فقیہ اُس پر تکیہ لگا کر بیٹھے اور تلوار دھوئی۔ بڑی درگاہ جہاں حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری کا مزار ہے کوئی پرستش کی جگہ تھی۔ غازیوں نے بتوں کو توڑا اور اس کے دروازے پر جو ایک تصویر پتھر کی ہے اُس کو شکستہ کر کے جہاد کی نشانی چھوڑی۔ قطعہ تاریخ:

یافت چوں بر راجۂ منیر ظفر — داد امام از دیں جہانے را نوی
ہست منقول از بزرگان سلف — سال آں دین محمد شد قوی

776ھ

حضرت امام محمد تاج فقیہ کا دل اس کفرستان میں نہ لگا۔ بعد فتح صاحبزادوں کو اپنی جگہ پر چھوڑ کر وطن کی طرف لوٹ گئے۔ صاحبزادے تین تھے۔ مخدوم شاہ اسرائیل، مخدوم شاہ اسماعیل اور مخدوم شاہ عبدالعزیز۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مخدوم شاہ یحییٰ منیری کی ولادت وطن بیت المقدس ہی میں ہوئی تھی۔ آپ اپنے جد امجد کے ساتھ آئے تھے اور مخدوم شاہ رکن الدین مرغیلانی، مخدوم شاہ یحییٰ منیری کے استاد ہیں۔ آپ بھی ساتھ آئے تھے اور ایک رسالہ میں جو کسی بزرگ نے حضرت مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمہ کے احوال میں لکھا ہے یوں ہے کہ:

''امام محمد تاج فقیہ نے بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محلہ قدس خلیل کے شہر بیت المقدس کے محلوں کو چھوڑ کر منیر میں دین اسلام جاری کیا۔ آپ اپنے ساتھ تین بیٹوں کو لئے ہوئے آئے اور ان کو اپنی جگہ منیر میں چھوڑا اور ریاست منیر کو تقسیم کر دیا۔ حکومت بہار مخدوم شیخ اسرائیل کو اور حکومت ترہت مخدوم اسماعیل کو بخشا

اور مخدوم شیخ عبدالعزیز کو شیخ اسرائیل کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔ تم اس کے باپ کی جگہ ہو۔ عبدالعزیز تمہارے حصہ میں شریک ہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ ہندوستان میں رہو اسلام جاری کرو اور خلق خدا کو نیکی کی راہ دکھاؤ۔ میں مدینہ منورہ میں آستانہ معظمہ پر جاتا ہوں۔"

(وسیلۂ شرف وذریعہ دولت از حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری، ص ۷۷۔۷۵)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام محمد تاج فقیہ نے جنگ میں منیر کے راجا کو شکست دینے کے بعد ملک کی سیاسی باگ ڈور اپنے بیٹوں کے سپرد کی نیز انہیں تبلیغ واشاعت دین کی وصیت فرمائی اور خود واپس لوٹ گئے۔ "وسیلۂ شرف وذریعہ دولت" میں آگے تحریر ہے کہ حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری بن حضرت مخدوم شاہ اسرائیل کے زمانے میں جب ایک بادشاہ غازی ومجاہد (اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی) نے 595ھ میں بہار پر فتح کی تو حضرت نے ملک کی سیاسی باگ ڈور اسے سونپ دیا۔

آپ کی اولاد

حضرت امام محمد تاج فقیہ علیہ الرحمہ کے تین صاحبزادگان تھے:

(۱) حضرت مخدوم شاہ اسرائیل بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مخدوم یحییٰ منیری ہیں۔ حضرت اسرائیل کا مزار بڑی درگاہ منیر شریف میں حضرت مخدوم یحییٰ منیری کے بائیں جانب دو مزار کے بعد ہے۔

(۲) حضرت مخدوم شاہ اسماعیل منجھلے بیٹے تھے۔ آپ کے صاحبزادے صلاح الدین تھے اور ان کی اولاد میں حضرت شیخ قاضن شطاری مشہور شطاری بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا مزار شاہ اسرائیل کے مزار کے بعد ہے۔

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیز چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ ہی کے صاحبزادگان مخدوم جلال منیری اور سلیمان لنگر زمین ہیں۔ آپ کا مزار شاہ اسماعیل کے بغل میں ہے۔

(سلسلۂ شرف وذریعہ دولت، ص ۷۷۔۷۵، تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۳۳)

شہیدوں کے نام

حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ساتھ جہاد کرنے والے شہداء کے نام جسے حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری نے اپنی کتاب ''آثار منیر'' میں اِس طرح ذکر کیا ہے:

(۱) حضرت قطب الاقطاب خواجہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سپہ سالار لشکر تھے جن کا مزار منیر شریف سے باہر موضع مہدانواں میں ہے۔

(۲) حضرت سیدنا خطیر الدین ابدال خواہر زادہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی جو منیر شریف کی مسجد سے مغرب ایک بلند مقام پر آرام فرما ہیں۔

(۳) حضرت تاج الدین کھانڈ گاہ جن کا تعلق سلطان محمود غزنوی کے خاندان سے تھا جو منیر شریف کی بڑی درگاہ کے احاطے میں آسودہ خاک ہیں۔

(۴) حضرت میر سید علی احمد اور ایک اور شہید، آپ کسی مسلم ریاست کے شاہزادے تھے۔ آپ کا روضہ مبارک خانقاہ منیر شریف کی قدیم مسجد سے متصل ہے۔

(۵) حضرت علوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۶) حضرت تاج شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت معصوم شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۸) حضرت چندن شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار سہسرام میں ایک پہاڑی پر ہے جو چندن شہید کی چوٹی کے نام مشہور ہے۔

(۹) حضرت اسحٰق شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) حضرت جنید شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) حضرت یعقوب شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) حضرت یوسف شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) حضرت صوفی شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴) حضرت شاہ عبدالغنی شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) حضرت قبول شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶) حضرت شاہ عبدالسبحان شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۷) حضرت دوست محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸) حضرت علاء الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹) حضرت سید جلال شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۲۰) حضرت روشن علی شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۲۱) حضرت شاہ غلام حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۲۲) حضرت مصطفیٰ خاں شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۲۳) شیخ عاصم شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۲۴) داؤد شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۲۵) حضرت شاہ برہان الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار پٹنہ کے جنوب موضع کمہرار میں ہے۔ اِن میں کچھ نام بعد کے شہداء کے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

(آثار منیر، ص ۲۴، وسیلہ شرف وذریعہ دولت، ص ۷۱۔۷۰)

☆☆☆

حضرت مخدوم شاہ رکن الدین مرغیلانی رحمۃ اللہ علیہ

نام : رکن الدین

وطن : مرغیلان (اطراف بیت المقدس)

آمد منیر : 576 ہجری بمطابق 1180ء

مدفن : منیر شریف

سلسلہ : جہاد، مجاہد اسلام

آپ کی حالات زندگی

جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر آپ حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ہمراہ ہو گئے اور 576ھ کے اس جہاد میں سرگرم حصہ لیا جس کے نتیجے میں منیر فتح ہوا۔ آپ نے امام محمد تاج فقیہ کے فرزند حضرت مخدوم اسرائیل، مخدوم اسماعیل اور مخدوم عبدالعزیز کے ساتھ منیر میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ کا مزار بھی منیر میں مرجع خلائق ہے۔

آپ معقولات و منقولات کے زبردست ماہر اور عالم دین تھے۔ آپ کی خدا ترسی اور اعلیٰ علمی صلاحیت کے پیش نظر حضرت مخدوم اسرائیل نے اپنے صاحبزادے حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری کو آپ کی تعلیم و تربیت میں دیا تھا۔ حضرت رکن الدین مرغیلانی کو بہار میں وارد ہونے والے علمائے دین میں اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ آپ کے حالات زیادہ تر پردۂ اخفا میں ہیں۔ چند باتیں جو معلوم ہوئیں ان کا ذکر کیا گیا۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۴۷)

☆☆☆

حضرت جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ

نام : جلال

وطن : منیر

وفات : 690 ہجری بمطابق 1291ء (عہد سلطان جلال الدین خلجی)

مدفن : منیر شریف بڑی درگاہ کے سامنے

نسبت : حضرت تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے

آپ کا سلسلۂ نسب

آپ حضرت عبدالعزیز بن امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا مکمل سلسلہ نسب حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نسب نامہ سے ملتا ہے۔

اشاعت دین

آپ محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ ذوق جہاد اور شوق اشاعت دین آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ جہاد کا دور تو گزر چکا تھا۔ لہٰذا فرمان نبوی کے تحت آپ تا زندگی جہاد بالنفس اور اشاعت دین میں مشغول رہے۔ آپ کے ہاتھوں پر بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

آپ کی شادی اور اولاد اور وفات

آپ کی شادی بی بی ملکہ سعد بنت مخدوم ابراہیم بن شیخ اسمٰعیل بن حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ سے ہوئی تھی جن کی بطن سے حضرت مخدوم شاہ شعیب تھے۔ آپ کا وصال 690ھ میں ہوا۔ آپ کی قبر منیر شریف میں تالاب کے پچھم سمت واقع ہے اور بڑی درگاہ جس میں حضرت مخدوم یحییٰ منیری کا مزار ہے، ٹھیک اس کے سامنے ☆☆☆۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۴۸)

حضرت مخدوم یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

(بڑی درگاہ منیر شریف)

نام : یحییٰ

وطن : پیدائش بیت المقدس

وفات : 690 ہجری بمطابق 1291ء (عہد سلطان جلال الدین خلجی)

مدفن : بڑی درگاہ منیر شریف

پیر مرشد : حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ملتانی

سلسلہ : سہروردیہ

آپ کی حالات زندگی

پیدائش بیت المقدس کے محلّہ قدس خلیل میں ہوئی۔ بچپن ہی میں والد اور جد امجد کے ہمراہ بہار آئے اور والد کے زیر سایہ قصبہ منیر میں رہے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ منیری جڑا ہوا ہے۔

حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے 576ھ میں منیر فتح کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے تینوں صاحبزادگان اور پوتے حضرت یحییٰ بھی تھے۔ حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف ''وسیلہ شرف وذریعہ دولت''، صفحہ نمبر 76 میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری کی ولادت بیت المقدس میں ہی ہوئی تھی۔
آپ اپنے جد امجد کے ساتھ منیر آئے تھے۔''

آپ کا سلسلہ نسب

آپ ہاشمی النسب حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے

حضرت اسرائیل کے صاحبزادے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی آنکھ مبلغین اسلام اور مجاہدین کی گود میں کھلی اور پرورش و پرداخت میدان جہاد اور تلوار کے سایہ میں ہوئی۔ حضرت مخدوم شاہ رکن الدین مرغیلانی جیسے عالم دین نے علمی مراحل طئے کرائے اور پدر بزرگوار حضرت اسرائیل نے جہانبانی کے طریق سکھائے۔ اس طرح حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے لائق جانشین بنے۔

حضرت امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منیر فتح کرنے کے بعد ریاست کو تقسیم کر دیا تھا اور حکومتِ بہار اپنے بڑے بیٹے حضرت اسرائیل کے حوالے کر دیا تھا۔ ان کے بعد یہ علاقہ حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری کے تصرف میں آیا۔ 595ھ میں جب اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے بہار پر فتح کی تو اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت نے سلطنت اس کی نذر کی اور خود یادِ الٰہی میں مشغول اور رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

رشد و ہدایت اور خلافت

'اخبار الاصفیاء در احوال الاولیا، مصنفہ عبدالصمد بن افضلی محمد بن یوسف الانصاری (قلمی فارسی مخطوطہ 1800ء خدا بخش لائبریری، پٹنہ، صفحہ نمبر ۳۴) میں تحریر ہے کہ:

> ''شیخ یحییٰ بن اسرائیل منیری از قدس خلیل بمنیر آمدہ علم اسلام زد و بوطن مراجعت نمود۔ سراج المجد از اثار اوست۔ و شیخ از متقدمین و اکابر وقت بود۔ ارشاد از شیخ شہاب الدین سہروردی دارد و ہم از شیخ نجم الدین فردوسی ''تذکرۃ الاکرام'' اور ''مراۃ الکونین'' میں بھی آپ کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا مرید و خلیفہ تسلیم کیا ہے۔''

حضرت صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ ''وسیلہ شرف و ذریعہ دولت'' صفحہ نمبر ۱۲، میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''حضرت مخدوم یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ سہروردیہ میں بیعت تھی،

براہ راست حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر یا حضرت تقی الدین مہسوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے۔ آپ بہار میں سلسلہ سہروردیہ کے دوسرے بزرگ ہیں (پہلے بزرگ آپ کے خسر محترم شیخ شہاب الدین پیر جگجوت تھے) آپ نے رشد وہدایت کے لئے منیر میں ایک خانقاہ بھی قائم کی تھی۔"

حضرت مخدوم سے سلسلہ سہروردیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ کتنے ہی گمکشتگانِ راہ آپ کے ذریعہ راہ یاب ہوئے۔

خلفاء

حضرت مخدوم جلیل الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے صاحبزادے کو اپنے والد حضرت مخدوم یحییٰ منیری سے خلافت حاصل تھی۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی عظیم آباد کے قدیمی بزرگ حضرت قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کی بڑی صاحبزادی رضیہ عرف بڑی بوا سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئیں۔ جنکی تفصیل یہ ہے:

(۱) بڑے بیٹے حضرت مخدوم جلیل الدین احمد مرید حضرت نجیب الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ اور خلافت والد بزرگ سے حاصل کی۔

(۲) دوسرے صاحبزادے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد مرید وخلیفہ حضرت نجیب الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) تیسرے صاحبزادے حضرت مخدوم خلیل الدین احمد مرید حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد۔

(۴) چھوٹے صاحبزادے حضرت مخدوم حبیب الدین احمد مرید حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد۔

(۵) صاحبزادی بی بی ماہ خاتون زوجہ میر شمس الدین مارژندارنی۔

آپ کا وصال

آپ کا وصال بروز پنجشنبہ 11 رشعبان 690ھ بمقام منیر شریف ہوا۔ آپ کا مزار بڑی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو قطع تاریخ لکھی ہے درج ذیل ہے:

قطب اقطاب زماں مخدوم یحییٰ بادشاہ
چو ز تخت ظاہری در خلوت باطن نہفت
آنکہ بر پیرایۂ الفقر فخری ناز داشت
ترک شاہی کرد و باشا ہے مجاہد داد مفت
شدد دو تاریخش زالقاب شریفش خود عیاں
کاں یکے مخدوم دیگر تارک وسیم گفت

690ھ

(تذکرہ مشائخ بہار، ص۔ ۱۴۳)

☆☆☆

حضرت مخدوم جلیل الدین رحمۃ اللہ علیہ

نام : جلیل الدین احمد
وطن : منیر
ولادت : 661ہجری
وفات : 780ہجری بمطابق 1368ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : منیر، احاطہ بڑی درگاہ
پیرومرشد : والد ماجد حضرت مخدوم ایحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : سہروردیہ

آپ کی حالات زندگی

آپ کی تعلیم وتربیت گھر ہی پر ہوئی۔ طلب پیر میں اپنے بھائی حضرت شیخ شرف الدین قدس سرہٗ کے ساتھ پانی پت حضرت بوعلی شاہ قلندر کے پاس گئے۔ پھر دہلی واپس ہوئے اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی بارگاہ میں حاضر ہوئے یہاں بھی درمقصود حاصل نہیں ہوا۔ دہلی میں حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی کی طریقہ اور مناقب کا ذکر سنا۔ بھائی سے کہا اور اصرار کیا کہ حضرت خواجہ سے ملاقات کر لینی چاہئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ دونوں بھائی حضرت خواجہ نجیب الدین کے یہاں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پر بیعت کی۔ دوران واپسی میں بہئیا کے قریب آپ کے بھائی حضرت شیخ شرف الدین پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور جنگل کی طرف نکل پڑے۔ آپ نے دوسرے ہم راہیوں کے ساتھ بھائی کو بہت تلاش کیا وہ نہ ملے۔ مجبوراً پیرومرشد نے جو اجازت نامہ اور وصیت نامہ حضرت شیخ شرف الدین کو عطا کیا تھا اسے لے کر منیر آئے اور والدہ کے سپرد کیا اور خود اللہ کی یاد میں لگ گئے۔

آپ کی خلافت

جیسا کہ ذکر ہوا آپ حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی سے سلسلہ فردوسیہ میں مرید تھے۔ لیکن خلافت انہیں والد ماجد حضرت مخدوم یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ سہروردیہ کی حاصل تھی۔

آپ کی وفات اور مدفن

آپ کی وفات حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پہلے یعنی 780ھ کے قبل ہوئی۔ مدفون منیر شریف کی بڑی درگاہ میں ہوئے۔

(تذکرہ مشائخ بہار، ص۔ ۲۰۹)

☆☆☆

حضرت مخدوم شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ

(چھوٹی درگاہ منیر شریف)

نام : ابایزید

لقب : شاہ دولت

ولادت : 898 ہجری

وطن : منیر شریف

وفات : 1017 ہجری بمطابق 1608ء (عہد مغل بادشاہ جہانگیر)

مدفن : منیر شریف، چھوٹی درگاہ

پیرومرشد : حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیری فردوسی

سلسلہ : فردوسیہ

خلافت

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسی قدس سرہ کا نام ابایزید تھا۔ لیکن مخدوم شاہ دولت منیری کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ اپنے ماموں زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اجازت وخلافت آپ کو حضرت میران سید ناصر فردوسی، حضرت شیخ بڑے طیب زنجانی اور حضرت مخدوم جمال الدین، حافظ منجھن جلال ناصحی سارنی قدس سرہما سے بھی حاصل تھی۔

تعلیم وتربیت

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ 898ھ کو منیر شریف میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کے ماموں زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیری فردوسیؒ

نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت فرمائی۔ حضرت قطب موحدؒ کو کوئی اولاد نہ تھی اس لئے یتیم پھوپھی زاد بھائی کو بہت چاہتے تھے اور زیادہ سے زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ کچھ لوگوں کو حسد پیدا ہو گیا اور طعنہ دینے لگے کہ یہاں کی ساری دولت ان ہی کے نصیب کی ہے یہی لوٹ لیں گے۔ حضرت شاہ صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ وطن سے سفر کا ارادہ کر کے دہلی کے لئے روانہ ہوئے کہ کہیں اور جا کر مرید ہو جائیں۔ منیر شریف سے ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ پشت کی جانب سے ایک ہاتھ آپ نے شانہ مبارک پر محسوس کیا اور آواز آئی ''کہاں جاتے ہوں؟'' مڑ کر دیکھا تو مخدوم جہاں فردوسی بہاری قدس سرہ تھے۔ فرمایا'' جا قطب موحد سے مرید ہو جا، باطن میں تیری بیعت میں لیتا ہوں۔'' دوسری طرف مخدوم جہاں نے روحانی طور پر حضرت قطب موحد کو بھی آگاہ کر دیا تھا، جو گھر سے باہر تالاب کے کنارے کھڑے آپ کے منتظر تھے۔ جب حضرت شاہ دولت منیری فردوسی واپس پہنچے تو حضرت قطب موحد منیری فردوسی دیکھتے ہی مسرت کے ساتھ آگے بڑھے اور فرمایا'' آؤ میری دولت'' اس دن سے آپ شاہ دولت کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت موحد قدس سرہٗ نے آپ کی بیعت لی اپنی سجادگی پر بٹھایا اور خاندان کی ساری نعمت و دولت آپ کے سپرد کی۔

آپ کے مرید

حضرت مخدوم شاہ دولت منیری الفردوسی قدس سرہٗ کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں بڑے بڑے وزراء، امراء، رؤسا اور صاحب اقتدار لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ نے منیر شریف سے کبھی قدم باہر نہیں نکالا۔ لوگ آپ کے پاس چل کر منیر میں حاضری دیتے۔

حضرت مخدوم شاہ دولت کے مریدوں میں اکبر بادشاہ کے وزیر اعظم عبدالرحیم خانخاناں، صوبہ دار گجرات ابراہیم خان کاکڑ، ماہر انجینئر تعمیرات تنگر قلی خان بدخشانی، حاکم مرشد آباد اور حضرت امان اللہ عاصی وغیرہ کا نام مشہور ہے۔ معتقدین میں حضرت سیدنا ابوالعلاء اکبر آبادیؒ، حضرت پیر محمد لکھنوی اور سلاطین دہلی جہانگیر بھی تھے۔

عبدالرحیم خانخاناں

اکبر بادشاہ کے وزیر اور درباری عبدالرحیم خانخاناں حضرت شاہ دولت منیری الفردوسی

قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ ان کو شاہ صاحب کے گھر کی دال اور چاول بہت پسند تھا اور ان کی خواہش تھی کہ شاہ صاحب کا اُلش (پیر کا چھوڑا ہوا جوٹھا) ہر روز دہلی میں ملا کرے۔ خانخاناں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے انکار نہیں مگر دہلی کیسے پہنچ سکتا ہے۔ خانخاناں نے اس کا انتظام اس طرح کیا کہ منیر سے دہلی تک اونٹ اور گھوڑے کی ڈاک لگائی۔ اس طرح دونوں وقت کا حضرت کے دسترخوان کی بچی ہوئی دال اور چاول دہلی میں دوسرے دن خانخاناں کو مل جایا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ شاہ صاحب کی زندگی تک جاری رہا۔ حضرت شاہ دولت منیریؒ نے اپنے ایک مرید ابراہیم کاکڑ کی خانخاناں سے سفارش کر کے فوج میں اعلیٰ نوکری دلوادی تھی۔

ابراہیم خان کاکڑ

ابراہیم خان کاکڑ قوم پٹھان سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے مرید اور بہت غریب آدمی تھے۔ ہر وقت پیر کی خدمت میں حاضر رہتے اور خدمت کرتے۔ ایک مرتبہ عبدالرحیم خانخاناں دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ ابراہیم خان کاکڑ بھی موجود تھے۔ حضرت شاہ دولت منیریؒ نے خانخاناں سے سفارش کر ابراہیم خان کاکڑ کی ترقی کر کے گجرات کے صوبہ دار بنوادیا۔ عہد جہانگیری میں دلاور خان کا خطاب ملا۔ اپنے صوبہ داری کے زمانہ میں اپنے پیر کے روضہ اور تالاب کا خاکہ تیار کیا، سنگ تراشوں کو بلوا کر روضہ کی پوری عمارت، اس کے گنبد اور برجیوں کے لئے قیمتی پتھر کو ترشوایا اور کشتیوں کے ذریعہ منیر بھیجوایا۔ حضرت سید شاہ مراداللہ منیری بہار کی اس سب سے بڑی عالیشان عمارت کے متعلق لکھتے ہیں۔

آپ کی درگاہ

یہ عالیشان مقبرہ کا لال پتھر چنار کا بنا ہوا ہے۔ صوبہ کی اور عمارتوں میں یہ عمارت عالیشان اور بہت خوبصورت ہے۔ 58 فٹ مربع اور 12 فٹ اونچے چبوترہ پر واقع ہے۔ باہر کی چہار دیواری 255 فٹ لمبی اور 252 فٹ چوڑی اور 10 فٹ اونچی ہے۔ چاروں کونے پر بارہ برجیاں ہیں، جنوب مشرق کی جانب جو برجی ہے اس کی دو منزل پر نہایت نفیس پتھر کی جالیاں ہیں۔ جس حصہ پر مقبرہ ہے وہ باہر سے 44 فٹ 18 انچ مربع ہے اور اس کے چاروں طرف

11 فٹ 8 انچ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ کی چھت اعلیٰ قسم کے سنگ تراشی اور نقاشی کا نمونہ ہے۔ چھت میں جابجا آیات قرآنی بھی پتھر پر کندے ہیں، اس سنگ تراشی کا مقابلہ فتح پور سیکری کی بہترین سنگ تراشی اور نقاشی سے کیا جاسکتا ہے۔ اندر سے مقبرہ 31 فٹ مربع ہے اور ہر طرف چار بڑے ستون ہیں۔ ستونوں کے درمیان نہایت پتلی دیوار ہے۔ محراب کی جالیوں پر عربی خط میں اللہ کافی لکھا ہوا ہے اور ستونوں کے براکٹ پر پتھر کی سلیاں رکھ کر اس کو ہشت پہل دائرہ بنالیا گیا ہے۔ مقبرہ کے اندر کی قبروں میں بیچ کی قبر حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی ہے۔ پائین کی دو قبروں میں پورب کی قبر آپ کی اہلیہ محترمہ کی اور پچھم بانی مقبرہ ابراہیم خان کاکڑ کی ہے۔ اس عمارت کے اندر خوشنما لداؤ چھت کی شاندار مسجد ہے جس کے سامنے چبوترہ پر اور عمارت کے اندر بکثرت مزارات آپ کے اجداد کی ہیں۔

ابراہیم خان کاکڑ نے 1028ھ میں انتقال کیا اور اپنی تعمیر کردہ اسی عمارت میں اپنے پیر حضرت شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسی، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری کے سنجھلے بھائی مخدوم شیخ خلیل الدین کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

شاہ دولت منیری بن شاہ عبدالملک بن شاہ اشرف بن شاہ محمود بن شاہ سلطان بن شاہ حسام الدین جہانشہ بن مخدوم شاہ اشرف منیری بن مخدوم شیخ خلیل الدین بن مخدوم شیخ یحییٰ منیری۔

(شرفا کی نگری، حصہ دوم، ص ۳۰۴)

آپ کی وفات

حضرت شاہ دولت منیریؒ کی شادی حضرت حاجی شاہ فریدؒ کی دختر سے ہوئی تھی۔ آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے 125 سال کی عمر میں 14 ذی قعدہ 1017ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا روضہ آپ کے مرید ابراہیم خان کاکڑ، صوبہ دار گجرات نے تعمیر کرایا ہے۔ جو چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ (آثار منیر، ص ۴۵)

☆☆☆

خانقاہ منیر شریف سے سلاطین و امراء کی عقیدت

سلطان ناصر الدین محمود تغلق (1394-1412ء)

''کتبات منیر'' از سید یوسف کمال بخاری دہلی میں مذکور ہے۔''اس بات کی شہادت ہے کہ سلطان محمود تغلق، سلطان محمد لودی، بابر اور مشہور موسیقی کار تان سین نے اس کی زیارت کی ہے خانقاہ کی مسجد سلطان محمود کے حکم اور خزانہ شاہی سے 798ھ/ 1396ء میں دوبارہ تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد حضرت مخدوم شاہ جلیل الدین احمد منیری نے 694ھ میں تعمیر کی تھی۔''

سکندر لودی (1488-1517ء)

'' ہفت گلشنِ الٰہی'' مصنف کامور خان میں مرقوم ہے کہ''سلطان سکندر لودی بہار آیا اور منیر شریف، بہار شریف گیا اور مزار پر حاضری دی اور خانقاہوں میں ہدیہ پیش کیا۔

بادشاہ ہمایوں و غیاث الدین محمود (1530-1556ء)

ڈاکٹر آسروادی لال اپنی کتاب''بھارت کا اتیہاس''میں لکھتے ہیں۔''بنگال کا سلطان غیاث الدین محمود شیر شاہ سے ہار کر اُسی وقت گھائل ہو کر حاجی پور پہنچا اور وہاں سے ہمایوں کے کیمپ میں منیر پہنچا۔ یہاں سے ہمایوں اس کو لے کر بنگال کے لئے روانہ ہوا لیکن غیاث الدین محمود راستے میں کول گاؤں یعنی کہل گاؤں کے موضع میں مر گیا''۔''تاریخ سہسرام'' مطبوعہ الاصلاح پریس سہسرام صفحہ 29-27 میں مرقوم ہے کہ''محمود شاہ اپنی جان سلامت لے کر پٹنہ پہنچا صفحہ 27۔''محمود شاہ بنگال کشتی کی راہ سے اپنے دار السلطنت کو چھوڑ کر حاجی پور چلا آیا۔ شیر خاں کو جب یہ خبر لگی تو محمود شاہ کے پیچھے پڑا''۔ محمود شاہ بنگال زخمی ہو کر مع فوج کے پٹنہ پہنچنے سے قبل ہمایوں سے آملا۔''اس روایت سے بھارت کے اتیہاس کی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔

راجہ مان سنگھ (1556-1605ء)

راجہ مان سنگھ اکثر حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ دوران گفتگو راجہ صاحب آیات قرآنی کا حوالہ دیتے تھے۔ ایک بار حضرت مخدوم نے راجہ صاحب سے فرمایا کہ اس درجہ فہم ودانش کے باوجود تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ راجہ صاحب نے حضرت مخدوم کو برجستہ عالمانہ انداز میں قرآن کے حوالہ سے جواب دیا کہ اللہ نے قلب پر مہر لگادی ہے۔ اس جواب سے راجہ کی علمی صلاحیتوں اور فہم ودانش مندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ''مآثر الامرا'' کے حوالے سے وسیلہ شرف مرتبہ برادرم ڈاکٹر سید شاہ طیب ابدالی مطبوعہ سلیمی برقی پریس الٰہ آباد کے صفحہ 134 پر مرقوم ہے ''راجہ مان سنگھ پسر بھگوان داس کچھواہہ گویند کہ دروقت رفتن منیر بصحبتِ شاہ دولت نامی (کہ از صاحب کمال آں وقت بود) رسید، شاہ گفت بایں ہمہ دانش وفہم چہ مسلمان نشوی'' راجہ عرض کرد کہ ''درکلام الٰہی واقع شدہ است ''ختم اللہ علی قلوبھم''۔

مغل بادشاہ شاہجہاں وعالمگیر (1627-1707ء)

ابوالمظفر سلطان شہاب الدین شاہجہاں اور اورنگزیب عالمگیر نے بھی خانقاہ وآستانہ میں نذرات وتحائف پیش کئے ہیں۔

مغل بادشاہ فرّخ سیر (1713-1719ء)

ابوالمظفر معین الدین محمد فرخ سیر حضرت تاج المشائخ مخدوم شاہ ہدایت اللہ منیری، سجادہ نشیں درگاہ منیر شریف کی خدمت میں بارہا حاضر ہوئے۔ حضرت تاج المشائخ نے بادشاہ کو ایک طویل تحریر ہدایت نامہ عطا فرمایا جو ''ہدایت القواعد'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ہدایت پانچ باب پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے جس کا عکس کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں بھی ہے۔ کل صفحات 144 ہیں۔ سن کتابت 1241ھ ہے۔ خانقاہ منیر میں بھی اس کی ایک نامکمل کاپی ہے۔

مغل بادشاہ شاہ عالم (1759-1806ء)

ابوالمظفر جلال الدین شاہ عالم آستانۂ حضرت سلطان المخدوم کی زیارت کو آئے۔ سجادہ نشیں کو جو تحائف پیش کیا اُن میں دو مٹھائیاں ''نکتی کالڈو'' اور ''تاج خانی'' املی کے پتے کے دونے میں پیش کیا۔ یہ دونوں مٹھائیاں سجادہ نشیں اور اہل خانہ کو پسند آئیں۔ بادشاہ یہ سُن کر خوش ہوا اور اُس کی ہدایت پر شاہی باورچی نے خانقاہ کے باورچی کو ان دونوں مٹھائیوں کا نسخہ اور اس کی ترکیب سکھادی۔ خانقاہ کے باورچی کے ذریعہ یہ نسخہ خانقاہ کے حلوائی تک پہنچا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں مٹھائیوں کا نسخہ و ترکیب عام ہوگئی اور ان کی رسائی قصر شاہی سے دہقانوں کے جھونپڑوں تک ہوگئی۔ آج بھی منیر کے لڈو کی جتنی شہرت ہے وہ شہرت کسی اور جگہ کی شیرینی کو حاصل نہیں۔

نکتی کالڈو جو اَب منیر کا لڈو کہلاتا ہے، پہلے بنولے کے بیج سے بنتا تھا۔ حلوائیوں نے بنولے کے بیج کی کمی کی وجہ سے چنے کے بیسن کا استعمال شروع کیا۔

تاج خانی جاڑے کے موسم میں بنتی تھی۔ یہ کودُو کے چاول سے بنتی تھی۔ تاج خانی کا رنگ سفید ہوتا تھا۔ یہ مٹھائی ہتھیلی کے برابر گول ہوتی تھی۔ بیچ میں سوراخ ہوتا تھا۔ خستگی کا یہ عالم تھا کہ منہ میں رکھتے ہی گھل جاتی تھی۔ اب کودُو کی فصل ناپید ہوگئی تو یہ شیرینی بھی مفقود ہوگئی۔

(آثار منیر، ص ۹۶)

☆☆☆

حصہ دوم

تذکرۂ

صوفیاء بہار شریف

ضلع نالندہ

بہار شریف اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم شیخ شرف الدین کی حیثیت صوبہ بہار میں ایک روحانی بادشاہ جیسی ہے۔ محمد تاج فقیہ کی اولاد نے اسلام کی تبلیغ اور خدمت خلق کا جو نمونہ پیش کیا ہے ایسی جامع اور منظم صوفی تحریک کی مثال برِ صغیر پاک و ہند میں نہیں ملتی۔ اس خاندان نے جو خاندان مخدوم کے نام سے مشہور و موسوم ہے۔ 1178ء۔ 1608ء تک یعنی چار سو تیس سال تک صوفی تحریک اور اشاعت دین اور خدمت خلق کا سلسلہ بہت ہی پامردی، تڑپ اور بصیرت کے ساتھ جاری رکھا اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ شیخ شرف الدین احمد کی بدولت مشرقی ہندوستان اور بہار میں صوفی تحریک اور دین اسلام کو تقویت حاصل ہوئی۔

انہوں نے صرف اپنی تقریری صلاحیت سے ہی کام نہیں لیا بلکہ تحریر کے ذریعہ بھی فاصلاتی نظام تعلیم کی بنیاد ڈالی اور درس و تدریس کو ملفوظات اور مکتوبات کی شکل میں پھیلایا اسلامی مسائل اور دوسری چیزوں کو جہاں اس کی وضاحت کی ضرورت تھی آپ نے اس کام کو انجام دینے کی کوشش کی۔ ان کی تصانیف اسلامی تاریخ کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ آپ کی کل 35 تصانیف بتائی جاتی ہیں ان میں مکتوبات صدی، ملفوظات، فارسی کتاب آداب المریدین، مکتوبات دوصدی، مکتوبات تین صدی، مکتوبات جوابی اور ملفوظات میں معدن المعانی وخوان پُر نعمت وغیرہ اہم و مشہور تصانیف ہیں۔ مخدوم شرف الدین کو تعبیر گوئی پر بھی پورا عبور حاصل تھا اس کا ثبوت ہمیں معدن المعانی میں تعبیر خواب کے ایک خاص باب کے حوالے سے ملتا ہے۔ شیخ شرف الدین احمد ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا خاندان علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ آپ شاعر بھی تھے اور مشرف آپ کا تخلص تھا۔ آپ کے فالنامے، فقیری نسخے، اور ہندی دوہے اور ریختہ گوئی کے اسلوب قابلِ رشک ہیں۔ شیخ شرف الدین احمد کی والدہ بی بی رضیہ بہت ہی عبادت

گزارا ایک بزرگ خاتون تھیں۔ مخدوم شرف الدین نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی پائی۔ آپ نے 29 برس کی عمر میں اپنے استاد ابوتوامہ سے کلام پاک کی تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم مکمل کی۔ دوران تعلیم ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے اور علم تصوف کا بھی مطالعہ کیا جسے انہوں نے اپنے مکتوبات میں تحریر کیا ہے۔ دوران تعلیم ہی آپ کی شادی ان کے استاد محترم کی بیٹی سے ہوگئی۔ دوران تعلیم آپ گھر سے دور تھے اور جتنے خطوط گھر سے آتے آپ نے ایک بھی نہیں کھولا، مگر جب فراغت پائی تو ان تمام موصولہ خطوط کو کھولا تو اس میں ان کی والد کی وفات کی خبر تھی اس خبر سے آپ دل برداشتہ ہوکر گھر پہنچے، مگر وہاں قلیل مدت کے لئے ہی رُکے کیونکہ آپ کا دل بے قرار تھا اور آپ کو اس کے مداوے کے لئے ایک عابد و زاہد کی تلاش تھی۔ اس تلاش کی بنا پر آپ بوعلی شاہ قلندر پانی پت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے لوٹ کر دہلی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے آپ کو شیخ نجیب الدین فردوسی کے پاس بھیجا، آپ پہنچے اور ان سے بیعت لی۔ اور وہاں سے رخصت ہوکر گھر کو روانہ ہوئے۔ مگر راستہ میں جب آپ ضلع آرہ کے بہیا کے جنگل میں پہنچے تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپ گریباں چاک کر کے جنگل میں نکل گئے۔ آپ کے بھائی نے جنگل میں بہت ڈھونڈا مگر وہ ناکام گھر واپس لوٹ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے تیس برس جنگلوں میں عبادت کی جس میں بارہ سال بہیا کے جنگل اور کئی سال راج گیر کے علاقوں میں رہے۔ راج گیر پہاڑوں کے دامن میں ہرا بھرا جنگل سے بھرا ایک بے حد خوبصورت اور صحت افزا مقام ہے۔ اس مقام کی اپنی ایک تاریخی اہمیت ہے۔ راجگیر کا اصل نام راج گری ہے یعنی بادشاہوں کی رہائش گاہ۔ مہابھارت کے زمانے میں اس جگہ کو گرب راج کہا جاتا تھا۔ یہ تاریخی شہر ادیان ہند کا مرکز تھا۔ اجات شترو کا دارالحکومت اور جین مذہب کی تبلیغ کا بھی مرکز تھا۔ گوتم بدھ نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام یہیں گزارے۔ آخر میں یہاں برہمنوں کی ایک آبادی بس گئی۔ بدھ مذہب کی پہلی تاریخی کونسل یہیں منعقد ہوئی تھی۔ یہاں کئی گرم پانی کے چشمے ہیں جن میں مخدوم کنڈ سب سے مشہور ہے، یہیں پر شیخ شرف الدین احمد کا حجرہ بھی ہے۔ اس وجہ سے بھی یہ جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے ساٹھ برس تک بہار شریف میں تبلیغ اسلام کی۔ آپ کی روحانیت، شہرت اور اہلیت و درویشی کا

حال سن کر سلطان محمد بن تغلق نے بہار شریف میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور پرگنہ راج گیر بھی ایک فرمان کے ذریعہ نذر کیا تا کہ اس سے خانقاہ کے اخراجات اس کی آمدنی سے پورے ہو سکیں۔مگر مخدوم جہاں کو یہ پسند نہیں آیا اور انہوں نے اس کو لوٹا دیا۔آپ کے والد یحییٰ منیری نے بھی بختیار خلجی کو اپنے والد تاج فقیہ کی فتح کردہ حکومت منیر حوالہ کر دی تھی۔یعنی آپ کا خاندان گویا فقیری میں بادشاہ تھا۔آپ کی بلند مزاجی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے ملفوظات میں اکثر خود لکھا ہے کہ میں تو اسلام کے لائق بھی نہیں ہوں اور کئی جگہ خود کو بد بخت اور ذلیل وغیرہ بھی تحریری کیا۔غرور اور ظاہر داری سے آپ کو سخت نفرت تھی۔آپ کا لباس بے حد سادہ اور غذا میں صرف خشک روٹی، چاول، یا کھچڑی کھایا کرتے تھے۔آپ کا وصال 782ھ بروز جمعرات نماز عشاء کے وقت ہوا اور آپ نے تقریباً 121 سال عمر پائی۔

بہار شریف میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری سے قبل تصوف کا چراغ روشن تھا۔چشتیہ اور سہروردیہ سلسلے کی خانقاہیں قائم تھیں۔بہار شریف چشتی اور سہروردی بزرگوں کا مسکن بن چکا تا۔شیخ شرف الدین احمد منیری نے بھی بہار شریف کو ہی اپنا مسکن بنایا اور یہیں سے پورے دنیا میں تصوّف کی روشنی پھیلائی۔شیخ شرف الدین احمد منیری کے علم کی روشنی پوری دنیا میں پھیل گئی۔مختلف ملکوں کے لوگ آپ کی زیارت اور طلب علم کے لئے بہار تشریف لے آئے۔پوری دنیا کے نقشہ میں بہار اُبھر کر سامنے آیا اور آپ کو پوری دنیا میں مخدوم بہاری کے نام سے جانا و پہچانا جاتا ہے۔

☆☆☆

حضرت خواجہ احمد سیستانی رحمۃ اللہ علیہ

نام : احمد

لقب : خواجہ

وطن : سیستان

آمد بہار شریف: 595 ہجری بمطابق 1198ء (عہد غوری وقطب الدین ایبک)

مدفن : بہار شریف، محلہ کاغذی

آپ کی حالات زندگی

آپ کی حالات زندگی کی تفصیلات دستیاب نہیں ہے۔ لیکن آپ کا صاحب ولایت ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مزار پر حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ جایا کرتے تھے۔ آپ کب تشریف لائے، معلوم نہیں ہے۔ لیکن اتنا قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ 595 ہجری کے بعد ہی تشریف لائے ہوں گے جب بہار مکمل طور پر فتح ہو چکا تھا۔ نیز حضرت مخدوم جہاں کا آپ کے مزار پر حاضر ہونا اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ چھٹی تا ساتویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔

آپ کا مزار

آپ کا مزار بہار شریف کے کاغذی محلہ میں ایک گنبد کے اندر واقع ہے۔

(تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۶۰)

☆☆☆

حضرت سید موسیٰ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

نام : سید موسیٰ

وطن : ہمدان (ایران کا ایک شہر)

وفات : 686 ہجری بمطابق 1287ء (عہد سلطان بلبن)

مدفن : بہار شریف، محلہ انبیر

پیر و مرشد : حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : سہروردیہ

آپ کا سلسلہ نسب

آپ کا شجرۂ نسب 30 ویں پُشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملتا ہے۔

(۱) حضرت سید موسیٰ ہمدانی
(۲) بن حضرت سید مبارک (شارک)
(۳) بن حضرت خضر
(۴) بن حضرت ابراہیم
(۵) بن حضرت سلیمان
(۶) بن حضرت عبدالکریم
(۷) بن حضرت عبدالحکیم
(۸) بن حضرت عبدالشکور مدنی
(۹) بن حضرت نعمت اللہ مدنی
(۱۰) بن حضرت عبدالمجید
(۱۱) بن حضرت عبدالرحیم
(۱۲) بن حضرت عبدالاحق
(۱۳) بن حضرت عبدالرحمن
(۱۴) بن حضرت ابوالقاسم
(۱۵) بن حضرت نورالدین
(۱۶) بن حضرت یوسف
(۱۷) بن حضرت رکن الدین
(۱۸) بن حضرت علاءالدین
(۱۹) بن حضرت یحییٰ
(۲۰) بن حضرت زکریا

(۲۱) بن حضرت حسن
(۲۲) بن حضرت شاہ قریشی
(۲۳) بن حضرت محمد عمر
(۲۴) بن حضرت امام عبداللہ
(۲۵) بن حضرت امام موسیٰ کاظم
(۲۶) بن حضرت امام جعفر صادق
(۲۷) بن حضرت امام محمد باقر
(۲۸) بن حضرت امام زین العابدین
(۲۹) بن حضرت امام حسین
(۳۰) بن حضرت فاطمۃ الزہرا

آپ کی حالات زندگی

کہا جاتا ہے کہ آپ ایران کے شہر ہمدان کے رہنے والے تھے اور ہمدان کے صاحبان ثروت واقتدار میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ کچھ تذکرہ نگاروں نے آپ کو ہمدان کا حکمراں بھی لکھا ہے۔ آپ نے عیش وعشرت کی زندگی چھوڑ کر راہ فقر اختیار کی۔ سکون دل کی جستجو میں نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی۔ بالآخر ہندوستان کا رُخ کیا اور حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت کی صحبت اختیار کی اور ہمیشہ کے لئے ہندوستان کے ہو کر رہ گئے۔

آپ کی شادی

آپ کی شادی بی بی حبیبہ بنت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت سے ہوئی جن کی بطن سے تین صاحبزادگان سید احمد، سید محمد اور سید محمود پیدا ہوئے۔ سید احمد سلسلہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا لقب چرم پوش تھا۔

مزار

آپ کا سن وفات 686 ہجری ہے۔ آپ کا مزار محلہ انبیر میں واقع ہے اور لوگ یہاں زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۵۷)

☆☆☆

حضرت شیخ خضر پارہ دوست رحمۃ اللہ علیہ

نام : خضر

لقب : پارہ دوست

وطن : پنجاب

وفات : 1320ء عہد سلطان غیاث الدین تغلق (1320-1325ء)

مدفن : بہار شریف، محلہ چشتیان

پیر مرشد : حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت شیخ خضر پارہ دوست قدس سرہٗ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت نے آپ کو بہار پہنچ کر رشد و ہدایت کا کام انجام دینے پر مامور کیا تھا۔ آپ اپنے پیر کے حکم کے تحت بہار آ کر سرگرم عمل ہو گئے۔ آپ نے یہاں ایک خانقاہ بھی قائم کی تھی جو بہار میں دوسری چشتی خانقاہ تھی۔ پہلی خانقاہ حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جیوٹھلی میں قائم ہوئی تھی۔ حضرت خضر پارہ دوست کی قائم کردہ خانقاہ کی اطلاع حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو انہوں نے یہاں پہنچ کر عقیدت مندوں کی بھیڑ سے دور کچھ دنوں خلوت نشینی اور درس و تدریس کا ارادہ ظاہر کیا اور لوگ آپ کا انتظار بھی کرنے لگے۔ آپ کے آنے میں جب تاخیر ہوئی تو حضرت خضر پارہ دوست نے خبر دی کہ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے جواباً کہلا بھیجا کہ جس وجہ سے بہار کا ارادہ تھا اب تو وہاں بھی وہی ہے۔ اب جانے سے کیا فائدہ؟ اس چشتی خانہ کی یادگار بہار شریف کا محلہ چشتیانہ ہے۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۶۱)

☆☆☆

حضرت سید ابراہیم مَلِک بیا رحمۃ اللہ علیہ

نام : ابراہیم

لقب : مَلِک بیا

وطن : بغداد

وفات : 753 ہجری بمطابق 1352ء (عہد سلطان محمد تغلق)

مدفن : پیر پہاڑی، بہار شریف

نسبت : سپہ سالار

آپ کی حالات زندگی

حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کا خاندان بغداد شریف میں آباد تھا۔ آپ کے اجداد نے بغداد سے غزنی آکر سکونت اختیار کیا۔ آپ سلطان محمد تغلق کے دور حکومت میں غزنی سے ہندوستان تشریف لائے، جس کی تخت نشینی 725ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت کی ابتدائی چند سال بھی دیکھے۔ آپ پیشے کے لحاظ سے ایک سپاہی تھے اور سلطان محمد تغلق کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ لیکن اہل بہار، حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کو ایک صوفی بزرگ کی حیثیت دیتے ہیں اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ سلطان دہلی کی طرف سے آپ کو اور آپ کے ورثاء کو بہار کی صوبہ داری بھی عطا ہوئی تھی۔ کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صوبہ بہار کے صوبہ داروں کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں آپ کا اور آپ کے ورثاء کا نام موجود ہے۔

صوبہ بہار کا فتح

سید ابراہیم ملک بیاؒ نے بہار کے تین علاقوں پر فوج کشی کی، ہزاری باغ کے راجہ شری بٹھل اور رہتاس کے راجہ ہنس کمار پر۔ لیکن ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمن صرف دو جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کے فتح بہار سے متعلق اپنی کتاب ''تاریخ بارہ گاواں'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''سید ابراہیم نے بہار پر دو مرتبہ چڑھائی کی۔'' تاریخ شری مہوری گیان'' مؤلفہ شری رام گیانی، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ (جو بھاکا زبان میں ہے) نے لکھا ہے کہ متھرا کے مہوری ہندو سوداگر پر بہار کے صوبہ دار شری بٹھل نے بڑا ظلم کیا تھا۔ ان کا تجارتی مال ریشمی کپڑا، اونی شال، دوشالے، انگوٹھی، جواہرات اور گھوڑے وغیرہ صوبہ دار کے لوگوں نے خریداری کے بہانے لے لیا اور قیمت دینے سے مکر گئے۔ ان سوداگروں نے سلطان محمد تغلق کے پاس دہلی جا کر شکایت کی، بادشاہ نے اپنے سپہ سالار سید ابراہیم کو کچھ فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ صوبہ دار کو سمجھا بجھا کر سوداگروں کو مال کی قیمت دلوادیں۔ اگر نہیں مانیں تو مناسب طور پر گوشمالی کریں۔ صوبہ دار کسی طرح راضی نہ ہوا۔ دونوں کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ صوبہ دار مارا گیا۔ سید ابراہیم نے مال غنیمت سے سوداگروں کی قیمت ادا کردی۔ مہوری قوم ان کے سلوک سے بہت خوش ہوئی اور بہار ہی میں مقیم ہوگئی۔ سید ابراہیم نے بہار پر دوسری بار جو چڑھائی کی، اس کے پیچھے بھی ایک واقعہ ہے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں بہار کا راجہ ہنس کمار تھا اس کا پایہ تخت رہتاس گڑھ تھا۔ یہ راجہ متعصب تھا۔ اس کے خلاف شکایتیں دہلی پہنچنے لگیں۔ جب ظلم عروج پر پہنچ گیا تو بادشاہ نے سید ابراہیم کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ دونوں طرف سے تلوار بجلی کی طرح چمکنے لگی۔ راجہ جنگ کرتا مارا گیا۔ رہتاس گڑھ کا قلعہ فتح ہوگیا۔ سید ابراہیم خطرات سے مطمئن ہوکر قلعہ سے

باہر آرہے تھے کہ چند چھپے ہوئے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔''

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زیدی سادات کے گھرانے کے دو بزرگ حضرت سید احمد جاجنیری اور سید محمد جاجنیری دونوں بھائی، حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کی فوج میں شامل تھے اور ان ہی کے ساتھ بہار تشریف لائے۔ جنگی معرکہ میں شامل ہوئے اور ان کے وارث بہار کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔

حضرت سید ابراہیم حسنی سادات سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔

ملک بیا کا خطاب

آپ بہار کے پہلے معرکہ سے کامیاب ہو کر جب دہلی پہنچے تو سلطان محمد تغلق نے خوش ہو کر آپ کو مَلِک کا خطاب دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ دربار میں تشریف لائے تو بادشاہ نے پر مسرت انداز میں آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا ''مَلِک بیا'' (ملک آؤ) اس دن سے آپ ملک بیا کے نام سے مشہور ہوئے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ''ملک بیو'' بھی لکھا ہے جو دراصل ملک بیا کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

سید ابراہیم بن سید ابوبکر بن سید قاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن سید محی الدین عبدالقادر جیلانی۔

جناب سید محمد نجم الحسن نے اپنی کتاب ''اشرافِ عرب'' اور ڈاکٹر مجیب الرحمن نے ملک محمد نعیم کی کتاب ''ریاض النعیم'' کے حوالہ سے سید ابراہیم ملک بیاؒ کے آٹھ لڑکوں اور ایک لڑکی کے نام لکھے ہیں جو یہ ہیں۔ ملک داؤد، ملک محمد الیاس، ملک بدرالدین، ملک صدرالدین، ملک محمد محسن، ملک عثمان، ملک سلیمان اور بی بی منہیا۔ ''کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار'' میں بحیثیت صوبہ دار بہار آپ کا اور آپ کے وارثین کے نام آئے ہیں۔ نمبر ایک ملک ابراہیم بیاؒ،

نمبر دو داؤد خان ولد ملک ابراہیم بیا، نمبر تین خانزادہ سلیمان ولد داؤد خان۔ ''تاریخ حسن'' مصنف سید جواد حسین گیاوی مطبوعہ آصفی پریس کانپور 1912ء کے بیان کے مطابق حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ مجرد تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی اور آپ کی کوئی صلبی اولاد نہ تھی۔ بہار کے معرکہ میں شری بٹھل کے محل سے دو رانیاں قید ہو کر آئی تھیں۔ ان میں سے ایک حاملہ تھی۔ حاملہ رانی نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ اس نومولود بچے کی حضرت ملک بیاؒ نے پرورش کی اور بیٹا بنا کر رکھا۔ اسی لڑکے کے وارثین اپنے کو ملک کہتے ہیں۔ تاریخ حسن کی اصل عبارت کچھ اس طرح ہے:

'' در کتاب قلمی من حالات سادات جاجنیری کہ در محافظ خانہ جناب صاحب کلکٹر بہادر ضلع مونگیر ست یافتہ میشود کہ حضرت سید ابراہیم را دو صبا یا یا قوم زناردار چکوار بدست آمدہ بود یکے را از کسی لشکریان اسلام منعقد فرمودہ دیگری کہ باردار بود بچہ آوردو چون شریعت اسلام نسبت مملوک تاکید کردہ و نیز باعث نیکو سیرتی و خلق آبائی خود سید صاحب بچہ را پرورش فرمود ازیں جہت آن بچہ موسوم بملک گشت و پس از وفات حضرت سید ابراہیم ملک بیا۔ او بچہ صاحب ثروت و عزت گشتہ بعلاقہ بہار سکونت درزید و اولاد او بسیار گفتند۔ گویند کہ اورلا او بحد جوی کیول کہ متصل لکھی سرای جاریست و دریای گنگ و کوہ ہزاری باغ و دریای سون منتشر گشتہ سکونت درزیدند ممکن باشد کہ اولاد او بچہ را اولاد یا آل سید ابراہیم ملک بیا شمردہ شجرہ خود را بہ سید ابراہیم رسانیدہ باشند۔''

آپ کی شہادت

حضرت سید ابراہیم ملک بیا قدس سرہٗ 13 ذی الحجہ 757 ہجری بروز اتوار رہتاس گڑھ قلعہ میں شہید ہوئے۔ جسد خاکی بہار لائی گئی۔ آپ شہر بہار شریف سے ایک میل دور پہاڑی پر مدفون ہوئے۔

آپ کا روضہ مبارک

آپ کی قبر ایک بڑے گنبد نما عمارت کے اندر ہے۔ سات صدیوں سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ملک صاحب کے روضہ کی عمارت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔ عمارت کی اینٹوں سے خوشبو نکلتی ہے۔ روضہ کے اندر ایک مخصوص گوشہ ہے جہاں ایک مخصوص مقام پر جس قد کا آدمی کھڑا ہو جائے وہ ایک مخصوص خوشبو محسوس کرے گا۔ لیکن کھڑا ہوا شخص اپنے پیر کے پنجوں پر کھڑا ہو کر اپنا قد اونچا کرے یا چہرہ ادھر اُدھر گھومالے تو وہ خوشبو غائب ہو جاتی ہے۔ جس پہاڑی پر آپ کا روضہ اقدس ہے وہ ''پیر پہاڑی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے روضہ سے شمال مشرق جانب ایک بزرگ حضرت سید احمد عرف پیر پہاڑی کی قبر آپ کی شہادت کے پہلے سے موجود ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمن صاحب نے ''گنج ارشدی قلمی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ سید ابراہیم کے مقبرہ کا سنگ بنیاد حضرت مخدوم جہاں بہاری، مخدوم سید احمد چرم پوش اور مخدوم شاہ احمد سیستانی قدس سرہٗ نے رکھا ہے۔ روضہ کی عمارت کے اندر دس قبریں اور باہر دو قبریں ہیں۔ یہ تمام قبریں آپ کے اقرباء اور وارثین کی بتائی جاتی ہیں۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۲۲)

☆☆☆

حضرت سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ رحمۃ اللہ علیہ

نام : احمد

لقب : چرم پوش

پیدائس : 657ھ

وطن : ہمدان (ایران کا ایک شہر)

وفات : 776 ہجری بمطابق 1374ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : بہار شریف محلہ انبیر

پیرومرشد : حضرت علاء الدین علاء الحق سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : سہروردیہ

مونس القلوب

مونس القلوب کی مجلس نود ویکم صفحہ نمبر 463 میں تحریر ہے کہ (ترجمہ):

''ایک بار شیخ احمد چرم پوش اور شیخ حسین مہسوی شیخ سلیمان مہسوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کوئی کپڑا نہ تھا۔ شیخ سلیمان نے ان دونوں کو ہشت جتیل (پیسہ) دیا کہ دونوں اپنے لئے لباس بنائیں۔ جب دونوں بزرگ شیخ سلیمان کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو اپنے دل میں سوچا کہ اتنے میں دونوں کا لباس نہیں ہوگا۔ پھر شیخ حسین نے کپڑا خرید لیا اور شیخ احمد نے چرم پہن لیا۔ جب دونوں شیخ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نے دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگوں کو یہی کافی ہے اور مبارکباد دی۔'' تب سے شیخ احمد کا لقب چرم پوش پڑ گیا۔

آپ کا وطن اور ولادت

آپ کا وطن ہمدان (ایران کا ایک شہر) تھا۔آپ کی ولادت 657ھ میں ہوئی۔

آپ کی تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم مروجہ نصاب کے مطابق گھر ہی پر ہوئی اور تربیت والدین کے زیر سایہ ہوئی۔آپ کی والدہ بی بی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ایسی ماں کی گود جس کو نصیب ہو جائے اس کے نصیب ور ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔چنانچہ آپ مشہور صاحب ولایت ہوئے۔

آپ کی بیعت

آپ کو سلسلہ سہروردیہ میں حضرت علاء الدین علاء الحق سہروردی سے بیعت وخلافت حاصل تھی اور انہیں حضرت سلیمان مہسوی سے اور انہیں مولانا شیخ تقی الدین مہسوی سے اور انہیں حضرت خواجہ احمد دمشقی سے اور انہیں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت تھی۔'مونس القلوب' کی مجلس نودویکم کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت سلیمان مہسوی کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور ان سے عقیدت رکھتے تھے لیکن مرید حضرت سلیمان مہسوی کے مرید وخلیفہ حضرت علاء الدین علاء الحق سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئے۔

رشد وہدایت

حضرت شیخ احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ نے دور دور تک تبلیغ اسلام کے لئے کوشش کی۔ دور دراز علاقے میں تبلیغ واشاعت دین کی خاطر ہر طرح کی تکلیف جھیلتے رہے اور کفر وشرک کے گھٹاٹوپ میں شمع ایمان کی روشنی قائم کی۔

آپ کا کشف وکرامات

آپ سے کشف وکرامات بہت ظاہر ہوئے۔حضرت صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے

''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''ایک شخص ایک بار کئی مکھیاں مری ہوئی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے آگے لایا اور بولا کہ الشیخ یحییٰ ویمیت یعنی شیخ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ فرمایئے کہ یہ مکھیاں زندہ ہوجائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خود درماندہ ہوں دوسرے کو کیا زندہ کروں۔ وہ شخص شیخ احمد چرم پوش کے پاس گیا۔ شیخ احمد چرم پوش نے کہا کہ یہ بھید خدا نے شیخ شرف الدین کو دیا ہے ہم نہیں کرسکتے۔ مکھیوں کو فرمایا اُڑ جا مکھیاں اُڑ گئیں۔

تیغ برہنہ

حضرت سید احمد چرم پوش قدس سرہٗ کا ایک لقب ''تیغ برہنہ'' ہے اس کی وجہ آپ کی ایک کرامت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے تبت کی سرزمین پر قدم رکھا اور وہاں کے راجہ کو جب معلوم ہوا کہ ہماری حکومت میں ایک ملیچھ (مسلمان) داخل ہوگیا ہے تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اس نے اپنے چند اہل کاروں کو بھیج کر آپ کو تبت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا میں یہاں قیام کے لئے نہیں آیا ہوں۔ چند دنوں آرام کرنے کے بعد چلا جاؤں گا۔ راجہ اور اس کے درباری کو آپ سے خطرہ محسوس ہوا اور دونوں نے مشورہ کر کے ایک دستہ فوج کا روانہ کیا تا کہ آپ کو زبردستی تبت سے نکال باہر کرے۔ فوجی دستہ جب آپ کے خیمہ کے سامنے صف آرا ہوا اس وقت آپ خیمہ سے باہر جائے نماز بچھائے نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ نے راجہ کی فوج کو کھڑا پایا تو جلال آ گیا۔ اپنی تلوار ہوا میں اچھال دی جس سے پورا دستہ تہہ تیغ ہوگیا۔ دوسری روایت اس طرح بھی بیان کی جاتی ہے کے دوران نماز جب آپ نے تشہد کی حالت میں بیٹھ کر تحیات پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی بلند کی تو دستہ کے پہلے صف میں جتنے فوجی تھے ان کی گردنیں اڑ گئیں۔ تیسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب راجہ کی فوج آئی تو ایک تلوار بے نیام آسمان کی طرف سے حضرت کے دست مبارک میں آئی اور آپ تنہا میدان جہاد میں کود پڑے اور پوری فوج کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ اس وقت سے آپ تیغ برہنہ کے نام سے مشہور ہوگئے۔

(شرفا کی نگری، ص ۱۰۹)

چالیس سال بند کنویں میں چلّہ کشی

جب راجہ اور اس کے گرو کو فوج کا حشر معلوم ہوا تو وہ حضرت کے پاس آئے۔ راجہ نے حضرت سے اپنے گزشتہ کئے کی معافی چاہی۔ لیکن گرو نے اس کو اپنی بے عزتی تصور کیا اور حضرت سے کہا کہ ہماری فقیری معرکہ کی طلبگار ہے۔ آپ کو چالیس روز کے حبس دم کے چلّے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا ہمارے یہاں مرد کا چلّہ چالیس سال کا، زاہدوں کا چلّہ تیس سال کا اور عورتوں کا چلّہ چالیس دن کا ہوتا ہے جس کو ہم چلّی کہتے ہیں۔ لہٰذا میں چالیس سال کا چلّہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر گرو کے ہوش اڑ گئے اور وہ اس چیلنج سے فرار کی راہ تلاش کرنے لگا۔ لیکن راجہ کا اشتیاق بڑھ گیا تھا۔ اس نے فوراً ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ کنویں کے مغرب اور مشرق جانب ایک ایک طاق بنائے گئے۔ مغرب جانب طاق پر حضرت سید احمد چرم پوش قدس سرہٗ اور مشرق جانب گرو کو بٹھا کر کنواں اوپر سے پاٹ دیا گیا۔ چھتیس سال بعد راجہ مر گیا اور اس کا لڑکا تخت کا وارث ہوا۔ چالیسویں سال راجہ کے لڑکے نے اپنی نگرانی میں کنویں کو کھلوایا۔ سب سے پہلے مشرقی طاق کو دیکھا گیا۔ وہاں مٹی کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا، لیکن مغربی طاق سے حضرت کے ذکر کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ فوراً روئی کے گالے منگوائے گئے اور بڑی احتیاط سے آپ کو باہر نکالا گیا، درباری ویدوں اور حکیموں نے آپ کا علاج کیا۔ راجہ، اس کے اہل خانہ اور اس علاقہ کے ہندوؤں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ چلّہ کے مقام پر حضرت کے حکم سے ایک حجرہ بنا کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ آپ کی پیشن گوئی کے مطابق آپ کی اولاد میں سے اکیسویں پشت کی بائیسویں اولاد آ کر اس حجرے کو کھولے گی۔ اس مقام پر جو خدام ہوتے ہیں وہ اپنے کو "احمدی" کہتے ہیں۔ حضرت سید احمد چرم پوش قدس سرہٗ پوری طرح صحت یاب ہونے کے بعد تبت سے روانہ ہوئے اور سیوان پہنچے۔ (شرفا کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۱۰)

آپ کا نسب نامہ پدری

سید سلطان احمد چرم پوش بن سید سلطان موسیٰ ہمدانی بن سید سلطان شارک
یا مبارک ہمدانی بن سید سلطان خضر ہمدانی بن سید سلطان ابراہیم ہمدانی بن

سید سلطان سلیمان ہمدانی بن سید سلطان عبدالکریم ہمدانی بن سید سلطان عبدالحکیم ہمدانی بن سید عبدالشکور مدنی بن سید نعمت اللہ مدنی بن سید عبدالمجید مدنی بن سید عبدالرحیم مدنی بن سید عبدالاسحٰق نعمت اللہ مدنی بن سید عبدالمجید مدنی بن سید عبدالرحیم مدنی بن سید عبدالاسحٰق مدنی بن سید عبدالرحمن مدنی بن سید ابوالقاسم مدنی بن سید نورالدین مدنی بن سید یوسف مدنی بن سید رکن الدین مدنی بن سید ابوالقاسم مدنی بن سید نورالدین مدنی بن سید یوسف مدنی بن سید رکن الدین مدنی بن سید علاء الدین مدنی بن سید یحییٰ مدنی بن سید زکریا مدنی بن سید حسن مدنی بن سید شاہ قریشی مدنی بن سید محمد عمر عرف عمر مدنی بن سید امام عبداللہ مدنی بن سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ بن سیدنا امام جعفر صادقؒ۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۱۱)

آپ کی تصنیف و تالیف اور شعر گوئی

آپ صاحب تصنیف و تالیف بزرگ تھے۔ تصوف میں دو ورق کا رسالہ توحید میں ہے جس میں مقام ناسوت، ملکوت جبروت اور لاہوت پر سترہ طریقوں سے بحث کی گئی ہے۔ اس رسالہ کی نقل شاہ علیم الدین بلخی (عالم گنج، پٹنہ) کے پاس ہے۔

آپ فارسی کے صوفی شاعر تھے۔ احمد تخلص لکھتے تھے۔ اشعار میں تصوف اور معرفت کے اسرار و رموز ہیں۔ آپ کا مکمل دیوان حضرت شاہ محمد ظفر قدس سرہٗ کے پاس تھا۔ غلطی سے آپ کی چند غزلیں احمد جام کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

آپ کے خلفاء و مجازین

آپ کے خلفاء و مجازین کی لمبی فہرست ہے۔ حضرت شمس بلخی (والد حضرت مولانا مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ) آپ ہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ نیز آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے۔

آپ کی اولاد

آپ کے صاحبزادگان حضرت سید سراج الدین اور سید تاج الدین بھی اپنے زمانے میں ولی کامل تھے۔ ان دونوں کے مزارات بھی بہار شریف کے محلہ انبیر میں آپ کے مزار شریف کے احاطے میں واقع ہیں۔

آپ کی وفات

آپ کا وصال 776ھ میں 26 صفر المظفر کو ہوا اور بہار شریف محلّہ انبیر میں مدفون ہوئے۔ قطع تاریخ وفات

رفت چوں در خلد شیخ چرم پوش سال مخدوم یگانہ یافتند

776ھ

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص۔ ۱۱۳)

☆☆☆

حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمہ اللہ علیہ

نام	:	شرف الدین احمد
لقب	:	مخدوم جہاں
وطن	:	منیر شریف
والد	:	حضرت مخدوم یحییٰ منیری
پیدائش	:	661 ہجری بمطابق 1262ء
وفات	:	782 ہجری بمطابق 1380ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن	:	بہار شریف ضلع نالندہ
پیر و مرشد	:	شیخ نجیب الدین فردوسی، دہلی
سلسلہ	:	فردوسیہ

آپ کا نام ولقب

آپ کا نام احمد ہے شرف الدین آپ کا لقب ہے۔ مخدوم الملک ومخدوم جہاں آپ کا خطاب ہے، والد کا نام یحییٰ ہے اور آپ منیر میں پیدا ہوئے اس لیے آپ کے نام کے ساتھ منیری لگا ہے۔ چونکہ آپ کو ولایت بہار شریف کی حاصل ہوئی اور آپ نے اپنی خانقاہ بہار شریف میں قائم کی اور تصوف کی نشر واشاعت پوری دنیا میں یہیں سے کی، اس لیے آپ کو مخدوم بہاری کے خطاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کا خاندان ہاشمی قریشی ہے۔[1]

آپ کی خاندانی نسبت

آپ کے پردادا مولانا محمد تاج فقیہ اپنے زمانے کے بڑے علماء ومشائخ میں سے

تھے۔ جو شام سے چل کر بہار کے قصبہ منیر میں قیام پذیر ہوئے۔ بعض مصنفین نے آپ کو شہاب الدین غوری کے ہم عصر بتایا ہے۔

شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری کی ولادت ۲۹۔ شعبان ۶۶۱ھ بطابق ۱۲۶۲ء میں بمقام منیر شریف ضلع پٹنہ میں ہوئی۔ آپ کے تین بھائی اور تھے:۔ شیخ خلیل الدین، شیخ جلیل الدین اور شیخ حبیب الدین۔

آپ کے پردادا محمد تاج فقیہ کی ذات سے منیر اور اسکے مضافات میں اسلام کی بہت اشاعت ہوئی، کچھ عرصہ آپ منیر میں گزار کر وطن کو لوٹ گئے، اور زندگی کا بقیہ حصہ گوشہ نشینی میں بسر کیا۔ آپ کا خاندان بدستور منیر میں رہا۔ ۲؎

شیخ شرف الدین احمد کے نانا شیخ شہاب الدین پیر جگجوت سہروردیہ سلسلہ کے مشائخ میں تھے، آبائی وطن چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے اور موضع جٹھلی میں قیام فرمایا جو پٹنہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مریدین میں سے تھے۔ بزرگی اور استقامت میں پایہ بلند رکھتے تھے، اور اسی وجہ سے جگ جوت (دنیا کی روشنی) کے لقب سے مشہور تھے، ان کی ایک صاحبزادی کے بطن سے شیخ احمد شرف الدین اور دوسری صاحبزادی سے شیخ احمد چرم پوش جیسے مشائخ پیدا ہوئے۔ آپ حسینی سادات میں سے تھے، اس طرح شیخ احمد شرف الدین کا سلسلہ مادری سادات سے ہے۔ ۳؎

آپ کا سلسلہ نسب پدری حسب ذیل ہے:

(۱) شیخ شرف الدین احمد
(۲) بن شیخ یحیٰ منیری
(۳) بن اسرائیل
(۴) بن مولانا محمد تاج فقیہ
(۵) بن ابی بکر
(۶) بن ابی الفتح
(۷) بن ابی القاسم

(۸) بن ابی الصائم

(۹) بن ابی دہر

(۱۰) بن ابی لیث

(۱۱) بن ابی سہمہ

(۱۲) بن ابی الدین

(۱۳) بن ابی سعید (یا ابو مسعود)

(۱۴) بن ابی ذر

(۱۵) بن زبیر المکنی بابی الصعب

(۱۶) بن عبد المطلب

(۱۷) بن ہاشم

(۱۸) بن عبد مناف

اس طرح سے آپ کا سلسلۂ نسب اٹھارہویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق سے ملتا ہے۔ ۴؎

آپ کا نسب مادری

(۱) شیخ شرف الدین احمد

(۲) بن یحییٰ منیری

(۳) والدہ محترمہ حضرت بی بی رضیہ عرف بڑی بوا

(۴) بنت حضرت قاضی شہاب الدین پیر جگجوت

(۵) بن سلطان سید محمد تاج

(۶) بن سلطان سید احمد

(۷) بن سلطان سید ناصر

(۸) بن سلطان سید یوسف

(۹) بن سید حسین

(۱۰) بن سید قاسم

(۱۱) بن سید موسیٰ

(۱۲) بن سید حمزہ سید داؤد

(۱۳) بن سید رکن الدین

(۱۴) بن سید قطب الدین

(۱۵) بن سید اسحٰق

(۱۶) بن سید اسمٰعیل

(۱۷) بن امام جعفر صادق

(۱۸) بن امام محمد باقر

(۱۹) بن امام زین العابدین

(۲۰) بن امام حسین

(۲۱) بن فاطمۃ الزہرا

(۲۲) بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۵؎

آپ کی پرورش

مخدوم جہاں کی پرورش و پرداخت میں ان کی والدہ حضرت بی بی رضیہ عرف بڑی بوا نے نہایت احتیاط سے کام لیا۔ چنانچہ ''مناقب الاصفیا'' میں مذکور ہے کہ: ''مادر شیخ شرف الدین منیری ایشاں رادر آوان بچگی ہیچ وقت بے وضو شیر نہ دادہ است۔'' (ترجمہ: شیخ شرف الدین کی والدہ نے ان کو زمانۂ شیر خوارگی میں کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا۔) ۶؎

آپ کی تعلیم و تربیت

بچپن میں گھر ہی پر تعلیم پائی، اس زمانہ میں مصادر، مفتاح، مفتاح اللغات اور دوسری کتابیں درس میں رہیں، مفتاح اللغات کو حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد اب آپ اپنے اعلیٰ تعلیم کے لئے فکرمند ہوئے، اسی دوران آپ کو ایک غیبی مدد حاصل ہوئی کہ ہندوستان کے مشہور عالم و استاد مولانا

شرف الدین ابوتوامہؒ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مندرجہ ذیل میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

مولانا شرف الدین ابوتوامہ کا دہلی سے سنارگاؤں کا سفر

وطن میں رہ کر علم کی تحصیل کے جو مواقع حاصل تھے، جب آپ نے ان سے فراغت حاصل کر لی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی علمی تکمیل و ترقی کے لئے ایک دوسرا انتظام فرمایا۔ دہلی کے اساتذہ میں سے مولانا شرف الدین ابوتوامہ جو شمس الدین التمش کے عہد میں علم و تدریس کے ایک روشن ستارہ تھے۔ غالباً غیاث الدین بلبن کے عہد میں رجوع عام اور بعض حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی بناء پر اشارۂ سلطانی سے ترک وطن پر مجبور ہوئے اور اس وقت ہندوستان کی اسلامی مملکت کے آخری سرحدی شہر سنارگاؤں جو اب بنگلہ دیش میں ہے کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں بہار سے گزرتے ہوئے آپ نے چند روز منیر میں قیام فرمایا، اس دوران آپ کو مولانا شرف الدین ابوتوامہ سے ملاقات ہوئی اور آپ ان سے متاثر ہوئے اور ان کی سرپرستی میں مزید تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے آپ نے اپنے والدین سے سنارگاؤں جانے کی اجازت مانگی، اور ان کی اجازت سے مولانا شرف الدینؒ کے ہمراہ سنارگاؤں تشریف لے آئے۔ ۷؎ شیخ خود اپنی کتاب ''خوان پُرنعمت'' کی مجلس ششم میں استاد کے متعلق اپنے تاثر اور عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ ''مولانا شرف الدین ابوتوامہؒ ایسے عالم تھے کہ تمام ہندوستان میں ان کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں، اور علم میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ ۸؎

موجودہ نظام تعلیم پر تنقید

رٹ کر یاد کرنے کے اس طرز تعلیم پر اپنی بعض تحریروں میں آپ نے تنقید فرمائی ہے، اور قوت حافظہ اور وقت کے اس غلط استعمال پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ بجائے قرآن مجید کے ایسی کتابیں رٹائی جائیں جو دین کے لئے کچھ زیادہ مفید نہیں۔ معدن المعانی کے باب ششم میں فرماتے ہیں:

> ''بچپن میں استادوں نے بہت سی کتابیں یاد کرائیں، مثلاً مصادر، مفتاح اللغات وغیرہ مفتاح اللغات بیس جز کی کتاب ہوگی، بقدر ایک جلد کے یاد کرائی،

ہر مرتبہ زبانی سنتے تھے، اس کے بجائے قرآن مجید یاد کرانا چاہیے تھا"۔۹؎

اپنے استاد کے سلسلے میں آپ کا خیال

مولانا شرف الدین ابوتوامہ کے اوصاف کا ذکر خود حضرت مخدوم جہاں خوان پر نعمت میں فرماتے ہیں:

"مولانا شرف الدین ابوتوامہ ہندوستان کے علماء میں اس قدر مشہور تھے کہ ان کے علم میں کسی کو شبہ نہ تھا، آپ ریشمی پگڑی اور ازار بند استعمال کرتے تھے، آپ نے ایسی چیزیں لکھیں کہ دوسرے علماء کو بھی اس کی تقلید کرنی چاہئے، اگر سبق پڑھانے میں مشکل پیش آتی تو غور کرتے وقت سر بند کاندھے پر لٹکاتے، اور اس کو ہاتھ میں لیکر مشغول رہتے، یہاں تک کہ مشکل حل ہوجاتی، اس کے بعد سر بند کو چھوڑ کر مشکل کو بیان فرماتے"۔۱۰؎

پیر و مرشد کی تلاش اور دہلی کا سفر

سنار گاؤں کے قیام کی مدت میں حضرت مخدوم جہاں گھر کے خطوط نہیں کھولا کرتے تھے، تعلیم ختم کرنے کے بعد ایک دن ان کو کھولا، تو ان میں والد بزرگوار کے انتقال کی خبر پڑھی، اور والد کی یاد میں بے چین ہوکر وطن کی طرف مراجعت کی، گھر میں کچھ ہی دنوں قیام فرمایا تھا کہ طلب الٰہی کی آگ اتنی شعلہ زن ہوئی کہ گھر بار چھوڑ کر مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، چھوٹے بھائی کی محبت میں بڑے بھائی شیخ جلیل الدین بھی ہمراہ ہوگئے، اس وقت دہلی اور نواحِ دہلی بزرگانِ دین کے مرکز تھے، دہلی پہنچ کر حضرت مخدوم جہاں وہاں کے تمام زاہدوں، عابدوں اور سجادہ نشینوں سے ملے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں بھی پہنچے، لطائف اشرفی میں ہے:

"جب حضرت شیخ شرف الدین علوم شرعیہ کی تحصیل اور ریاضت اصلیہ و فرعیہ کی تکمیل کر چکے، تو حضرت سلطان المشائخ کے شرف ملازمت کے لئے دہلی تشریف لے گئے، اور ان کی محفل میں حاضر ہوئے اور اپنے

ارادے کا اظہار کیا۔ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء نے عالم غیبی اور قضا لاریبی سے استفسار فرمایا، اور استغراق میں سر جھکایا، پھر فرمایا برادرم شرف الدین! تمہاری ارادت اور تعلیم سلک برادرم نجیب الدین سے متعلق ہے، تم ان ہی کے پاس جاؤ، وہ تمہارے منتظر ہیں"۔ ۱۱؎

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت مخدوم جہاں سلطان الاولیاء کی خدمت میں گئے، وہاں کے علمی مذاکرے میں حصہ لیا، تو ان سے متاثر ہوکر سلطان الاولیاء نے فرمایا: "سمر غیست، نصیبِ دام مانیست" اور بیعت نہیں لی، بلکہ پان کا ایک بیڑا دیکر اعزاز و اکرام سے رخصت کردیا۔ ۱۲؎

شیخ نجیب الدین فردوسی سے خلافت حاصل کرنا

جب سلطان المشائخ کی ہدایت کے مطابق حضرت مخدوم جہاں حضرت شیخ نجیب الدین کے حضوری میں پہنچے، تو ان پر بڑی دہشت طاری تھی، اور جسم پسینہ پسینہ ہورہا تھا، لیکن حضرت شیخ نجیب الدینؒ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا "درویش! برسوں سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں، تاکہ تمہاری امانت تمہارے سپرد کردوں، اور فوراً بیعت لی، کچھ نصیحتیں لکھ کر دیں اور رخصت کیا، رخصت کرتے وقت فرمایا تم کو راستہ میں کوئی خبر ملے تو واپس نہ آنا، حضرت مخدوم جہاں نے مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے کچھ دنوں پاس رہنے کی خواہش ظاہر کی، لیکن اس کی اجازت نہیں ملی، مرشد کی ساری تعلیمات ان نصیحتوں میں پائی جاتی ہیں جو انہوں نے ارادت کے وقت لکھ کر دی تھیں جو وصیت اس طرح ہے: ۱۳؎

آپ کے پیر و مرشد کی وصیت

"اے عزیز! یہ بات بڑے غور و فکر کے بعد ظاہر ہوتی ہے کہ ترکِ خودی میں مشغولیت کے علاوہ دنیا کی کسی چیز میں مشغول رہنا غلطی ہے، انسانی حرکات و سکنات، اقوال اور افعال ہی سے خودی پیدا ہوتی ہے، کھانا، سونا، بولنا، میل جول پیدا کرنا، سننا، دیکھنا وغیرہ انسانی طبیعت کا تقاضہ ہے، لیکن یہ تمام باتیں بقدر ضرورت ہونی چاہئیں، اگر ضروت سے

زیادہ ہوں تو حق سے دوری ہو جاتی ہے، اس لئے دن رات اسی فکر میں رہنا چاہئے کہ خودی میں سے کیا چیز باقی رہ گئی ہے، یہاں تک اللہ کے فضل سے خودی سے بالکل چھٹکارا ہو جائے، اگر بال برابر بھی خودی باقی رہ گئی ہے تو حجاب باقی ہے، جب تک اس سے فراغت حاصل نہ ہو جائے، دوسرے کام میں مشغول ہونا صحیح نہیں، کیونکہ خودی سے چھٹکارا پانے سے پہلے کسی کام میں مشغول ہونا شیطانیت ہے، اس لئے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول نہیں ہونا چاہیے، مجاہدہ و ریاضت نفس اس طرح ہونی چاہیے، کہ خودی بالکل جاتی رہے، اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو، اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے، کسی وقت بے وضو رہنا مناسب نہیں، اگرچہ آدھی رات، جاڑے کا موسم اور ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو، وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں فوت نہ ہونی چاہئے، کھانا کھانے اور پانی پینے سے صرف تین چیزوں کی بقا ہوتی ہے، حیات، عقل اور قوت، کھانا اس وقت تک ترک کرتے رہنا چاہئے، جب تک حیات اور عقل میں خلل پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو، خشک روٹی، خشک چاول یا خشک کھچڑی جو کچھ مل جائے، ضرورت کے مطابق کھالیا جائے، نان خورش (جیسے سالن وغیرہ) کی فکر نہ کرے، اسی طرح پانی پینا بھی ترک کر دے، یہاں تک کہ جب اس کو معلوم ہو کہ زندگی یا عقل میں خلل پڑے گا، اس وقت تھوڑا سا پانی جو صرف اس قدر ہو جس سے حلق تر ہو سکے، پی لے تا کہ پیاس بجھ جائے، لیکن قوت کے کم ہونے کی وجہ سے ہرگز نہ کھائے نہ پئے اور قوت کے زائل ہونے کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے، اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکے گی کہ کھانے کی وجہ سے کتنے دنوں میں زندگی اور عقل میں خلل پڑنے کا خوف پیدا ہوگا، اور جب یہ تجربہ سے معلوم ہو تو اس کا لحاظ رکھے، رات اور دن میں کسی وقت نہ سوئے، اور نماز، قرآن کی تلاوت اور کتاب کے مطالعہ سے نیند کو دور کرے، اس کام کا تمام تر دارومدار اس پر ہے کہ رات اور دن میں کسی وقت نہ لیٹے، بلکہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر رات دن گزارے، کسی شخص سے بات چیت نہ کرے، البتہ سائل کا جواب دے سکتا ہے، لیکن سائل اگر عالم ہو تو اس کا جواب نہ دے، بلکہ کبھی علمی جواب میں مشغول نہ ہو، کیوں کہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں، لیکن اگر جواب علمی نہ ہو تو اس کے متعلق مختصر گفتگو کرے، اور صرف ضروری بات کہے، اور وہ بھی اس وقت جب بجز بولنے

کے کوئی چارہ نہ ہو، تو جو کچھ ہو سکے گفتگو کرے، لیکن خود کوئی بات نہ کہے، کسی کے ساتھ بالکل ملاقات اور میل جول نہ کرے، اور ایک خالی گوشے سے باہر نکلے، اور کسی کو اپنے پہلو میں آنے کی اجازت نہ دے، ہمیشہ نظر نیچی زمین کی طرف رکھے، بے ضرورت دائیں بائیں نہ دیکھے، کسی کی بات نہ سنے، اور نہ اس کی کوشش کرے کہ دوسرا کیا کہتا ہے، دل کو عمداً اور قصداً کسی چیز میں لگائے، کوئی بات کان میں پڑے اور سمجھ میں نہ آئے، تو اس کی فکر نہ کرے، ضرورت کے وقت سوکھی روٹی کھالے، اور پانی پی لے، کوئی چیز اس لئے نہ کھائے کہ وہ موجود ہے، کیونکہ اس طرح محض خودی کا پابند ہونا ہے، دوپہر کے وقت روزانہ قضائے حاجت کے لئے جائے، اور اگر قلت طعام کی وجہ سے اس کی حاجت نہ ہو تو بہتر ہے، لیکن اس سے زیادہ نہ جائے، اور وقت ضائع نہ کرے، اگرچہ اس کی ضرورت محسوس ہو، اور وضو مشکوک ہو، یہاں تک کہ اس کی عادت ہو جائے، اور تمام وقت ایک کمبل کے سوا اور کچھ نہ اوڑھے، لیکن جاڑے کے دن لبا بچہ کمینہ (شاید آستین والا لبادہ ہمراہ ہو) خرقہ کے اوپر پہننے، کسی کے آنے جانے، بولنے اور کام کرنے پر ناخوش نہ ہو، اور نہ کوئی اعتراض کرے، یہ معلوم نہ ہونے دے کہ اس کو ظاہراً و باطناً کسی چیز سے انکار ہے، خواہ سر پر آگ ہی کیوں نہ برسے، لیکن چون و چرا نہ کرے، اور نہ اپنے میں کمیت و کیفیت ظاہر ہونے دے، یہاں تک کہ اس کو مقام وحدت اور حال و ذوق حاصل ہو جائے، سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو، آبدیدہ نہ ہو، اور جسم کو حرکت نہ دے، یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے، اور اپنی حفاظت آپ نہ کر سکے، لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں، ان کا چھپانا بہت اہم باتوں میں سے ہے، قلب اور دل پر جتنی بھی آگ برسے اس کی خبر نہ ہو، اور یہی وہ مقام عظیم ہے جو بڑی مشقت، بڑے مجاہدے اور بے انتہا ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے، تم اپنی طرف سے کوشش کرو، خدا عطا کرے گا، برسوں کے بعد مشقت اٹھانے والے کو راستہ ملتا ہے اور اگر یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیتا ہے۔"

کار نازک تنانِ رعنا نیست سنگ زیرینِ آسیا بودن ۱۴

آپ کا شجرۂ خلافت

حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی سے حضرت مخدوم جہاں کے بیعت ہونے کے بعد آپ کا شجرۂ بیعت اس طرح سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہونچتا ہے۔

(۱) شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری
(۲) خواجہ نجیب الدین فردوسی
(۳) خواجہ رکن الدین فردوسی
(۴) خواجہ بدرالدین سمرقندی
(۵) خواجہ سیف الدین باخرزی
(۶) خواجہ نجم الدین کبریٰ
(۷) خواجہ ضیاء الدین ابونجیب
(۸) خواجہ وجیہہ الدین ابوحفص
(۹) خواجہ محمد بن عبداللہ المعروف بعمو یہ
(۱۰) خواجہ احمد سیاہ دینوری
(۱۱) خواجہ ممشاد علو دینوری
(۱۲) خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی
(۱۳) خواجہ سری سقطی
(۱۴) خواجہ معروف کرخی
(۱۵) سیدنا امام علی رضا
(۱۶) سیدنا امام موسیٰ کاظم
(۱۷) سیدنا امام جعفر صادق
(۱۸) سیدنا امام محمد باقر
(۱۹) سیدنا امام زین العابدین
(۲۰) سیدنا امام حسین

(۲۱) سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

(یہ شجرہ بیعت بہار شریف سے معدن المعانی جلد اول، باب بست ودوم کے حوالہ سے حاصل ہوا)

سلسلہ کبرویہ سے سلسلۂ فردوسیہ کا آغاز

خواجہ نجم الدین کبریٰ نے خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب کو خلافت دیتے وقت فرمایا کہ تم مشائخ فردوسی ہو، (شما مشائخ فردوس) اسی وقت سے اس سلسلہ کے نام فردوسیہ ہو گیا۔ جس کا فروغ شیخ شرف الدین احمد منیری نے کیا۔ ۱۵؎

آپ کے القاب

شیخ شرف الدین احمد منیری کو صوفیہ کرام میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا، جیسے: (۱) مخدوم الملک (۲) مخدوم عالم، (۳) سلطان العاشقین سید المتکلمین، (۴) برہان المحققین الصالحین، (۵) تاج الاولیاء (۶) سراج الاولیاء، (۷) سلطان الاولیاء، (۸) مخدوم بہاری، (۹) مخدومِ جہاں جیسے القاب سے آپ کو یاد کیا جاتا رہا۔

آپ کی شادی واولاد

مولانا شرف الدین ابوتوامہؒ نے اس جوہر قابل کی پوری قدردانی اور سرپرستی فرمائی اور اپنی صاحبزادی سے شیخ شرف الدین کا نکاح کر کے ان کو اپنی دامادی میں لے لیا، سنار گاؤں ہی کے زمانہ قیام میں آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ ذکی الدین پیدا ہوئے۔ ۱۶؎

اس باب کے مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں کا استعمال کیا گیا ہے

۱۔ مناقب الاصفیاء، از شاہ شعیب فردوسی و مونس القلوب، ملفوظاتِ مخدوم احمد لنگر دریا بلخی کے مطالعہ سے حاصل ہوا۔

۲۔ مناقب الاصفیاء، از شاہ شعیب فردوسی و مونس القلوب، ملفوظاتِ مخدوم احمد لنگر دریا بلخی کے مطالعہ سے حاصل ہوا۔

۳۔ تاریخ دعوت و عزیمت، از مولانا سید ابوالحسن ندوی، مطبع لکھنؤ (۲۰۰۸)، صفحہ نمبر-۱۷۸

۴۔ بزم صوفیاء، از سید صباح الدین عبدالرحمن، مطبع دارالمصنفین، اعظم گڑھ، صفحہ نمبر-۳۹۹

۵۔ تذکرۂ مشائخ بہار، از ڈاکٹر سید شاہ طیب ابدالی، مطبع نالندہ، (۲۰۰۳) صفحہ نمبر-۱۶۸

۶۔ تذکرۂ مشائخ بہار، از ڈاکٹر سید شاہ طیب ابدالی، مطبع نالندہ، (۲۰۰۳) صفحہ نمبر-۱۶۸

۷۔ مناقب الاصفیاء، از مخدوم شاہ شعیب فردوسی، صفحہ نمبر-۱۳۱-۱۳۲

۸۔ خوانِ پُرنعمت، از مخدوم شیخ شرف الدین احمد منیری، مطبع احمدی، صفحہ نمبر-۱۵

۹۔ معدن المعانی، از مخدوم شیخ شرف الدین احمد منیری، مطبع احمدی، باب ہستم

۱۰۔ خوانِ پُرنعمت، از مخدوم شیخ شرف الدین احمد منیری، مطبع احمدی، صفحہ نمبر-۱۵

۱۱۔ لطائف اشرفی، مطبوعہ نصرت المطابع دہلی، صفحہ نمبر-۳۷۷

۱۲۔ مناقب الاصفیاء، از مخدوم شاہ شعیب فردوسی، صفحہ نمبر-۳۲

۱۳۔ اخبار الاخیار، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبع دہلی، صفحہ نمبر-۱۰۹

۱۴۔ حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی، مطبوعہ مطبع مفید عام پریس، آگرہ (۱۳۲۱ھ) میں لکھا ہے۔

۱۵۔ بزم صوفیاء، از سید صباح الدین عبدالرحمن، مطبع دارالمصنفین، اعظم گڑھ، صفحہ نمبر-۴۰۶

۱۶۔ تاریخ دعوت و عزیمت، از مولانا سید ابوالحسن ندوی، مطبع لکھنؤ (۲۰۰۸)، صفحہ نمبر-۱۷۸

☆☆☆

تزکیۂ نفس کی خاطر پُر مشقت عبادت و ریاضت

بیعت حاصل کرنے کے بعد کی کیفیت حضرت مخدوم الملک خود فرماتے ہیں۔ ''من چوں بخواجہ نجیب الدین فردوسی پیوستم حزن دردل من نہا دہ شد کہ ہر روز آں حزن زیادہ می شد''۔ بیعت کے بعد دہلی سے رخصت ہوئے تھے کہ راستہ ہی میں مرشد کے وصال کی خبر ملی لیکن مرشد کی ہدایت تھی کہ وہ کسی حال میں نہ لوٹیں، اس لئے واپس نہ ہوئے۔ اور وہاں سے بہیا پہنچے۔

بہیا (ضلع آرہ، بھوج پور) کے جنگل میں
پُر مشقت عبادت و ریاضت

جب بہیا (ضلع آرہ) کے جنگل میں پہنچے تو مور کی آواز کے چنگھاڑ سے آپ کے دل میں ہوک سی اٹھی، اور جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، اور گریبان چاک کر کے جنگل ہی میں غائب ہو گئے، بڑے بھائی شیخ جلیل الدین ساتھ تھے، ہر طرف ان کو تلاش کیا، لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔

مناقب الاصفیا کے مؤلف لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم بہیا کے جنگل میں بارہ سال تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ (مناقب الاصفیاء صفحہ نمبر ۱۳۳)

راجگیر (ضلع نالندہ) کے جنگل و پہاڑی پر
پُر مشقت عبادت و ریاضت

ایک عرصے تک بہیا کے جنگل میں عبادت و ریاضت کے بعد آپ راجگیر (ضلع نالندہ) کے جنگلوں و پہاڑیوں کے گفاؤں میں بھی ایک بڑی مدت تک عبادت و ریاضت کا سلسلہ جاری رکھا، عام روایت ہے کہ ۳۰ سال تک جنگلوں میں عبادت کی، بہیا کے جنگل میں ایک درخت کی شاخ پکڑے ہوئے عالم حیرت میں کھڑے ہوئے دکھائی دیئے، چیونٹیاں حلق میں آتی اور جاتی

تھیں، لیکن آپ کو اس کا احساس نہ ہوتا تھا۔ (مناقب الاصفیاء صفحہ نمبر ۱۳۳)

اپنے پیر و مرشد کی وصیت کا خیال رکھتے ہوئے آپ اپنے ریاضت کے زمانہ میں کھانے پینے سے پرہیز کرتے رہے، جب کبھی بھوک کا غلبہ ہوتا، تو درخت کی پتیاں کھا کر بھوک کی شدت رفع کر لیتے، ایک بار علی الصباح نہانے کی ضرورت پیش آ گئی، غسل فرمانے کے لئے پانی کے قریب گئے، جاڑے کا موسم تھا، غیر معمولی سردی تھی، پانی بہت ٹھنڈا تھا، دل میں خیال آیا کہ تیمم کر کے نماز ادا کر لیں، لیکن پھر خیال ہوا کہ شرعی رخصت کی آڑ میں پناہ کیوں لی جائے، چنانچہ پانی میں اتر گئے، لیکن سردی کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے، آفتاب طلوع ہوا تو ہوش آیا، لیکن اس وقت فجر کی نماز قضا ہو چکی تھی، بڑا رنج ہوا، اور فرمایا ''میں نے جو ریاضتیں کی ہیں، اگر پہاڑ کرتا تو پانی ہو جاتا، لیکن شرف الدین کچھ نہ ہوا، کثرت ریاضت سے آپ کے بدن میں خون باقی نہ رہا تھا، ایک بار حجام کے استرے سے سر مبارک مجروح ہو گیا تو خون کے بجائے پانی بہنے لگا۔

(مناقب الاصفیاء صفحہ نمبر ۱۳۶)

اسی زمانہ میں آپ کا ایک گئو سالہ کے پاس سے گزر ہوا، ایک گائے بھلی معلوم ہوئی، اس کو دیکھنے لگے، کسی سبب سے وہ گر کر مر گئی، چرواہے نے بڑھ کر غصہ میں حضرت مخدوم جہاں کو ایک لاٹھی ماردی، فرماتے ہیں اس لاٹھی کی مار میں مجھے عجیب ذوق اور مزہ ملا۔

(سیرۃ الشرف صفحہ نمبر ۷۷)

اسی زمانہ میں بعض ہندوؤں اور جوگیوں سے روحانی معرکے بھی ہوئے، جنہوں نے مغلوب ہو کر حضرت مخدوم جہاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

☆☆☆

سلطان وامراء سے بے تعلقی

سلطان محمد بن تغلق (1325-1351ء) اور شیخ شرف الدین احمد منیری

جب انوار الٰہی سے دل روشن ہوگیا تو آبادی کی طرف رخ فرمایا، بعض طالبان حق جنگل ہی میں آکر فیضیاب ہونے لگے تھے، جب لوگوں کا اشتیاق زیادہ بڑھ گیا، تو جمعہ کی نماز کے لئے بہار شریف کی جامع مسجد میں تشریف لانے لگے، رفتہ رفتہ لوگوں کے اصرار سے اسی قصبہ میں مستقل طور سے سکونت اختیار کرلی، جہاں تقریباً ۶۰ سال تک اپنے سرچشمۂ فیض سے عوام وخواص کو سیراب کرتے رہے۔

سلطان محمد بن تغلق نے جب حضرت مخدوم جہاں کی درویشی اور بزرگی کی شہرت سنی تو مجد الملک مقطع بہار کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ حضرت مخدوم جہاں کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرادی جائے اور اس کے اخراجات کے لئے راجگیر ان کے حوالہ کیا جائے، اگر وہ قبول نہ کریں تو زبردستی دیا جائے، مجد الملک نے اس کی تعمیل کی، اور حضرت مخدوم جہاں کو خانقاہ کی تعمیر کے بعد سلطان کا بھیجا ہوا مصلاّئے بلغاری بچھایا گیا، اور اس پر حضرت مخدوم جہاں کو جلوہ افروز کیا گیا، تو ارشاد فرمایا۔ ''میں تو اسلام ہی کے لائق نہیں، چہ جائے کہ مصلے کے لائق ہوں'' اس وقت مجلس کے ایک درویش نے کہا'' مخدوم! آپ کی قوت باطنی کی وجہ سے ہم لوگ یہاں آتے ہیں، یہاں آپ کی برکت سے اسلام ظاہر ہوگا، اور قوت پکڑے گا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس علاقے میں آپ ہی کے فیوض وبرکات سے اسلام کی شمع روشن ہوئی۔ ا؎

سلطان فیروز شاہ تغلق (1351-1388ء) سے ملاقات اور فرمان شاہی کو واپس کرنا

سلطان محمد بن تغلق نے جو آپ کے لئے خانقاہ تعمیر کروائی اور اس کے چلانے کے لئے

جاگیر کے فرمان بھی عطا کئے تھے اسے آپ نے جبراً سلطان کا حکم سمجھ کر قبول تو کرلیا تھا تاکہ سلطان ناراض نہ ہو، لیکن آپ کو شاہی مدد و فرمان کی ضرورت نہیں تھی۔ جب سلطان محمد بن تغلق نے وفات پائی، اور فیروز شاہ تخت نشین ہوا تو آپ اس فرمان کی واپسی کے لئے دہلی تشریف لے گئے، درباریوں کو خیال ہوا کہ شاید حضرت مخدوم جہاں جاگیر میں اضافہ چاہتے ہیں، فیروز شاہ کو جب اس کی خبر دی گئی، تو اس نے کہا کہ اگر مخدوم جہاں اگر تمام بہار مانگیں گے تو میں دونگا، لیکن جب فیروز شاہ کے سامنے حضرت مخدوم جہاں تشریف لے گئے، تو اس کو مخاطب کر کے فرمایا ایک غرض لیکر آیا ہوں، اگر قبول فرمانے کا وعدہ ہو تو عرض کروں، سلطان نے بسر و چشم منظور کیا، حضرت مخدوم الملک نے جاگیر کے فرمان اپنے آستین سے نکال کر سلطان کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ سلطان محمد بن تغلق کے حکم مان کر اسے میں نے قبول کرلیا تھا، لیکن حقیقتاً اسے میرے اور میری خانقاہ کو ضرورت نہیں ہے، یہ بات سن کر سلطان اور اس کے تمام امراء حیران رہ گئے، سلطان نے پھر بھی کچھ خدمت کر کے سعادت حاصل کرنی چاہی، اور اصرار کے ساتھ اخراجات کے لئے ایک بڑی رقم پیش کی، اس کو قبول تو فرمالیا، لیکن شاہی دربار سے نکلتے ہی فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا، اور درویشانہ استغناء کے ساتھ خالی ہاتھوں وطن کی طرف مراجعت کی۔ ۲؎

سلطان فیروز شاہ تغلق (1351-1388ء) کے نام خط و تلقین

سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں حضرت مخدوم جہاں سے خواجہ عابد ظفر آبادی نے فریاد کی کہ ان کا مال ظلم و تعدی سے تلف کر دیا گیا ہے، حضرت مخدوم جہاں نے سلطان فیروز شاہ کی توجہ اس طرف کرائی، اور بہت ہی عالمانہ انداز میں عدل و انصاف کی تلقین کی، اس سلسلہ میں جو مکتوب تحریر فرمایا وہ حسب ذیل ہے:

> ''حضرت بلال موذنؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسالت مآب علیہ السلام کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں مکہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا، پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا باہر جا کر دیکھو، جب میں باہر آیا، تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا، اس نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں، میں نے کہا

ہاں، وہ گھر کے اندر آیا، اور کہا، یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں، مجھ کو اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہو، اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے، پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا، تم پر کس نے ظلم کیا ہے، اس نے کہا ابو جہل نے میرا مال لے لیا ہے، یہ وقت آپ کے قیلولہ کا تھا، اور بڑی گرمی پڑ رہی تھی، لیکن آپ اسی وقت روانہ ہوئے، تاکہ مظلوم کی مدد فرمائیں، میں نے (یعنی حضرت بلالؓ) نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیلولہ کا وقت ہے، گرمی پڑ رہی ہے، ابو جہل بھی قیلولہ کر رہا ہوگا، وہ برہم ہوگا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ رکے اور اسی طرح خشمگیں ابو جہل کے دروازہ پر پہنچ کر اسکو کھٹکھٹایا، ابو جہل کو غصہ آیا، اس نے اپنے بتوں لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس کو جا کر مار ڈالوں گا، باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں، بولا ''کیسے آئے، کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا'' پیغمبر علیہ السلام نے غصہ میں فرمایا، اس نصرانی کا مال تم نے کیوں لے لیا ہے، اس کا مال واپس کر دو، ابو جہل نے کہا، ''اگر اسی کیلئے آئے ہو تو کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا، مال واپس کر دیتا'' پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا باتیں نہ بناؤ، اس کا مال واپس کرو، ابو جہل نے اس کا تمام مال لوٹا دیا، پیغمبر نے اس سے پوچھا کہ تمہارا مال تمہارے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا ہاں، لیکن ایک ادنیٰ تھیلا رہ گیا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو جہل سے فرمایا تھیلا بھی دو، ابو جہل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم واپس جاؤ میں اس کو پہنچا دونگا، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک کہ تم تھیلا بھی واپس نہ کر دو گے، ابو جہل گھر کے اندر گیا، اس کو وہ تھیلا نہ ملا، لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا اور بولا ''وہ تو مجھ کو نہیں ملا، مگر اس سے بہتر لایا ہوں، اور اسی کو اس کے بدلہ میں

دیتا ہوں''، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے نصرانی یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا، اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بہتر ہے، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ وہ بہتر تھا، تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا، جب تک میں اس کا قیمت لے کر تمہارے حوالے نہ کرتا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا، جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے، خدائے تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط کو عبور کرنے میں اس کی مدد کرے گا، اور بہشت میں جگہ دیگا، اور جو کوئی کسی مظلوم کو دیکھتا ہے، اور وہ مظلوم اس سے فریاد کرتا ہے، لیکن وہ فریاد نہیں سنتا، تو قبر کے اندر اس کو آگ کے سو کوڑے مارے جائیں گے۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے، اس کے لئے تہتر ۷۳ مغفرت لکھی جاتی ہے، ان میں سے ایک تو اس کو دنیا میں مل جاتی ہے، اس سے اس کا کام سدھرتا ہے، اور بقیہ عقبیٰ میں ملتی ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک کارواں شہر سے باہر ٹھہرا، عمر بن الخطاب ؓ نے عبدالرحمان بن عوف ؓ سے فرمایا کارواں شہر سے باہر ٹھہرا ہے، چلو ہم اس کی پاسبانی کریں، ایسا نہ ہو کہ کارواں والے سو جائیں اور کوئی ان کا سامان اٹھالے جائے، چنانچہ وہ رات بھر پاسبانی کرتے رہے، حق تعالیٰ نے پیغمبر کے دوستوں کو یہ اوصاف عطا فرمائے تھے، ''رحماء بینہم'' وہ تمام مسلمانوں پر مہربان تھے، اور ان کے لئے غم کھاتے رہے۔

الحمدللہ کہ آپ (یعنی سلطان فیروز شاہ) کی ذات معظم ومکرم، مظلوموں اور درماندوں کی جائے پناہ ہے، اور آپ کی بارگاہ کا عدل وانصاف دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے اور انصاف کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، عاقبت بخیر ہو''۔ ۳؎

سلطان محمد بن تغلق کے داماد و اُمراء داؤد الملک کے نام خط

ایک مکتوب آپ نے سلطان محمد بن تغلق کے داماد داؤد ملک کے نام بڑی تواضع اور

خاکساری کے ساتھ لکھا ہے، جس میں ان اوصاف کی عملی تعلیم بھی ہے، اور وہ یہ ہے:۔

''لا الہ الا ھو'' شرف منیری جو کہ علماء کے آستانے کا کتا ہے، نہایت خجلت وشرمندگی اور معذرت کے ساتھ آستانہ صدر کی خدمت میں سلام وتحیت کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس کی ہستی کیا ہے، جو صدر نے اس کی خدمات کا ذکر اس تواضع کے ساتھ کیا ہے، البتہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک سے کہا گیا کہ تجھ میں ایک برائی ہے، پوچھا وہ کیا، کہا گیا تو سب کو خوشبو دیتا ہے، جواب دیا کہ میں یہ نہیں دیکھتا کہ کون خوشبو پاتا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ میں کیا ہوں، اور مجھ کو ملک المشائخ قطب الاولیاء لکھیں، افسوس ہے کہ اس بد بخت کا کام خاکساری، نگونساری سے زیادہ نہیں بڑھا، پھر بھی اس بد بخت کے متعلق لوگوں کا خیال اچھا ہے، کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے ایک شخص کے جنازہ کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد کسی کی زبان سے سنا کہ وہ شخص شہر میں نیک نام تھا، بزرگ نے کہا کہ اگر مجھ کو پہلے سے معلوم ہوتا تو میں اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھاتا، لوگوں نے پوچھا کیوں، تو انہوں نے کہا کہ جب تک کوئی شخص منافق نہیں ہوتا، لوگوں میں نیک نام نہیں ہوتا، اگر آپ کی تواضع میری شہرت کی وجہ سے ہے، تو دنیا میں اس بد بخت سے زیادہ مشہور شیطان ہے۔

اے صدر بزرگوار اسلام ایسا دین نہیں ہے جو ہر گندے اور ناپاک شخص کو اپنا جمال دکھائے، دین کا کام اتنا آسان نہیں جتنا کہ لوگوں کو معلوم ہوتا ہے، جو لوگ دین کے پناہ ہیں، اور اس کی ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہو گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدایا ہم کو عدم بنا دے جس کا کوئی وجود نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہی ہے، اگر آج کوئی اپنی رسم وعادت کو اسلام کہتا ہے تو یہ بالکل الگ چیز ہے۔

جب موت کے دروازہ پر فکشفنا عنک غطائک (پس آج کے دن ہم نے تمہاری آنکھوں کا پردہ اٹھالیا) کا کشف ہوتا ہے، تو پھر پتہ چلتا ہے کہ کوئی دستار رکھتا تھا، یا زنار، اخلاص یا نفاق، خانقاہ میں تھا یا بتخانہ میں، اسی لئے کہا گیا ہے۔

سوف تری اذا تجلی الغبار اتحتک فرس ام حمار

یعنی جب غبار دور ہوگا تو تم دیکھو گے کہ تم گھوڑے پر سوار ہو یا گدھے پر ۴؎

حاکم چوسہ قاضی شمس الدین سے آپ کا تعلق اور ان کے نام مکتوب

قاضی شمس الدین جو چوسہ کے حاکم تھے۔ شیخ شرف الدین احمد کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ کیونکہ آپ کے تمام مکتوبات میں سب سے زیادہ مکتوب قاضی شمس الدین کے نام لکھے ہیں ان میں عرفان وتصوف کا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جس کی وضاحت نہ کی گئی ہو، باطنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ظاہری اخلاق کو بھی سنوارنے کی تلقین کی ہے، قاضی شمس الدین نے شیخ شرف الدین کے ذریعہ لکھے گئے تمام مکتوبات کو با حفاظت جمع کیا تھا جسے شیخ زین بدر عربی نے مکتوبات صدی کے نام سے مرتب کیا۔ جو کہیں مکتوبات صدی اور کہیں سہ صدی مکتوب کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

''بندۂ ضعیف زین بدر عربی کہتا ہے کہ قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ نے جو حضرت کے ایک مرید ہیں، بار بار اس مضمون کے عریضے ارسال خدمت کئے کہ یہ غریب موانع کی بناء پر حضرت مخدوم الملک کی مجلس میں حاضری اور شرف صحبت سے (جو علوم ومعارف کے حصول کا ذریعہ ہے) محروم ہے، اور حضرت مخدوم جہاں سے دور ایک دوسرے مقام پر پڑا ہے، اس کی درخواست ہے کہ علم سلوک کے ہر باب میں بندہ کے فہم واستعداد کے مطابق کچھ جز تحریر میں لے آیا جائے تا کہ یہ اس سے استفادہ کر سکے۔ یہ درخواست جو بڑے اخلاص سے کی گئی تھی منظور ہوئی، اور حضرت مخدوم جہاں نے مراتب ومقامات سالکین اور احوال ومعاملات مریدین کے سلسلہ میں بقدر ضرورت کچھ قلمبند فرما دیا، اور اس طرح توبہ وارادت، توحید ومعرفت، عشق و محبت، گردش وروش، کشش وکوشش، بندگی وعبودیت، تجرید وتفرید، سلامتی وملامتی، پیری ومریدی کے بہت سے ضروری اور مفید مضامین وہدایات، سلف کی حکایات اور ان کے احوال واعمال کا بہت سا ذخیرہ تحریر میں آ گیا۔ یہ خطوط ۷۶۴ھ بمطابق ۱۳۶۴ء کے مختلف مہینوں میں بہار سے قصبۂ چوسہ بھیجے جاتے رہے۔ خدام وحاضرین خانقاہ نے ان مکتوبات کی نقل رکھ لی، اور ان کو مرتب کر لیا تا کہ اصحاب توفیق، طالبین صادق اور بعد میں آنے والوں کے کام آئیں۔

ایک دوسرا مختصر مجموعہ ''مکتوبات جوابی'' کے نام سے علاحدہ بھی شائع ہوا ہے، اور

''مکتوبات سہ صدی'' (شائع کردہ کتب خانہ اسلامی پنجاب، لاہور) کے مجموعہ میں بھی شامل ہے، یہ ان مکتوبات کا باقی حصہ ہے جو شیخ مظفر کے نام ان کے عرائض کے جواب میں لکھے گئے، اور ان میں زیادہ تر راہ سلوک میں پیش آنے والی مشکلات کا حل اور اس راہ کی ترقیات و کیفیات کا بیان ہے، اور ان سے شیخ مظفر کے علو استعداد اور انعامات الٰہیہ کا اندازہ ہوتا تھا۔ شیخ مظفر نے وصیت کی تھی کہ یہ مکاتیب انہیں کے ساتھ دفن کر دیئے جائیں، اتفاقاً کچھ مکاتیب پر بعض خدام کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے اس کی نقل کر لی۔ یہ مجموعہ ''مکتوبات جوابی'' کے نام سے موسوم ہے، اس مجموعہ میں اٹھائیس مکاتیب ہیں۔ ۵؎

مکتوبات کا ایک تیسرا مجموعہ وہ ہے جس میں ۱۵۳ (ایک سو ترپن) مکتوبات ہیں، اور مختلف اشخاص کے نام ہیں، یہ مکتوبات جمادی الاولیٰ ۷۶۹ھ بمطابق ۱۳۶۷ء اور رمضان المبارک ۷۶۹ھ بمطابق ۱۳۶۷ء کے درمیان لکھے گئے ہیں۔ خاص خاص مکتوب کے نام یہ ہیں:

''شیخ عمر ساکن قصبہ انگلی، قاضی شمس الدین، قاضی زاہد، مولانا کمال الدین سنتوسی۔ مولانا صدر الدین۔ مولانا ضیاء الدین، مولانا محمود سنگانی۔ شیخ محمد ظفر آبادی المعروف بدیوانہ، ملک المامرا ملک مفرح؟ مولانا نظام الدین۔ دادر ملک داماد سلطان محمد۔ مولانا نصیر الدین، امین خاں، ملک خضر، شیخ قطب الدین، شیخ سلیمان، سلطان فیروز شاہ تغلق۔ ۶؎

مخدوم جہاں کی علمی فہم کی ترجمانی آپ کے مکتوبات کی زبانی

حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کے مطالعہ سے پڑھنے والے کو صاف احساس ہوتا ہے کہ یہ بلند علوم، یہ نادر نکات اور تحقیقات لکھنے والے کی صرف ذہانت، وفور علم اور غور و مطالعہ کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ اس کے ذاتی تجربات اور اس کے ذوق و یقین کا نتیجہ ہیں۔ خدا کے علوئے بارگاہ، شان بے نیازی، اس کی کبریائی، جلال و جمال، مومن کے خوف و رجا، عارفین و واصلین بارگاہ کے ناز و گداز، سرور واندوہ، دریائے رحمت کی طغیانی، توبہ و انابت الی اللہ کی ضرورت پر جو لکھا گیا ہے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اپنی تجربہ کی کسوٹی پر پرکھ کر با آشنائے حقیقت لکھ رہا ہے۔

اسی طرح مرتبۂ انسانیت کی رفعت و بلندی، قلب انسان کی عظمت و وسعت، محبت کی قدر و قیمت انسان کی بلند پروازی، دوررسی، مشکل پسندی اور عنقا طلبی، علو ہمت اور قوت طلب کے متعلق جو طاقتور مکتوبات لکھے گئے ہیں وہ اعلیٰ ترین تحریرات میں شامل ہونے کے قابل ہیں۔

نفس کے مغالطوں، شیطان کے فریب، اخلاق رذیلہ اور سلوک کی گھاٹیوں کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ وہ سب طویل تجربے، وسیع علم اور عملی واقفیت پر مبنی ہے۔

اہل طریقت کی جن غلطیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور شریعت کی ضرورت، تکالیف شرعیہ کے ہمیشہ باقی رہنے، نبوت کی ولایت پر ترجیح، اور مقام نبوت کی عظمت کے متعلق جو کچھ تحریر ہوا ہے اس کی قدر و قیمت اور افادیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس عصر اور ماحول کا جاننا ضروری ہے جس میں یہ مکتوبات لکھے گئے ہیں۔

قاضی شمس الدین کے نام مختلف موضوع پر لکھے گئے مکتوبات کچھ اس طرح ہیں:

پاکیزہ اخلاق کی تعلیم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''برادرم شمس الدین! خداوند تعالیٰ کی اطاعت میں مستقل مزاج رہو، کاتب حروف کے سلام و دعا کے بعد اے برادر! یہ ضروری ہے کہ تم اپنے اخلاق کی بری باتوں کو اچھی باتوں میں تبدیل کرنے میں روزانہ ہر ممکن کوشش کرو، اور اس کو ایک اہم کام سمجھو، اس کام کو تم نے چھوڑ دیا، یا اس سے غافل ہو گئے، تو پھر بلائیں پیش آئیں گی، نعوذ باللہ منہا، اس دنیا کے جانوروں اور چوپایوں میں جو صفات ہیں، ان میں سے ہر ایک صفت انسان میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور اس قسم کی جو صفت انسان میں غالب رہتی ہے، وہی قیامت کے روز صورت بن کر ظاہر ہوتی ہے''۔ ے

ایک مکتوب میں قاضی شمس الدین کو تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ضروری ہے کہ کپڑا، جسم، اور لقمہ پاک اور حلال ہو، حواس خمسہ بھی معصیت سے پاک ہوں، دل بھی اوصاف ذمیمہ یعنی بخل و حسد وغیرہ سے پاک ہو، پہلے کی پاکی سے مرید راہ

دین میں دو قدم آگے بڑھ جاتا ہے، اور تیسرے کی یعنی دل کی پاکی حاصل ہوتی ہے تو مرید تین قدم آگے بڑھ جاتا ہے، اور مرید پر توبہ کی حقیقت واضح ہوتی ہے، اور وہ حقیقۃً تائب ہوتا ہے"۔ ۸؎

ایک مکتوب میں طمع ونفاق سے بچنے کی تلقین روحانی طریقے سے فرماتے ہیں:

"برادرم شمس الدین! معلوم ہو کہ نفاق سے کوئی کام کرنا اور صدیقوں کے رتبہ کو خیال نہ رکھنا دینداروں کی پہچان نہیں، تمہارا کوئی کام لالچ سے خالی نہیں ہوتا، خالص نیت کا راز اظہار عبودیت میں ہے، نہ کہ لالچ میں، لالچ اور چیز ہے، اظہار عبودیت اور چیز، یہ بات کچھ غور کرنے کے بعد معلوم ہوئی ہے، لیکن ہم تم ایسے ہیں کہ کچھ رشوت ہی لے کر خدا کی بندگی کرتے ہیں۔

زہے عشق از رشوت دوست خواہی داشت جاناں را ۹؎

سعادت وشقاوت کے متعلق لکھتے ہیں:

"برادرم شمس الدین! معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ کے دو خزانے ہیں، سعادت اور شقاوت، ایک کی کنجی طاعت ہے، اور دوسرے کی کنجی معصیت ہے، اور آج ہر شخص اپنے ہاتھوں میں دیکھ سکتا ہے، کہ کون سی کنجی اس کے پاس ہے، اور یہ بات سنت الٰہی کے مطابق ہے، سعید وشقی کو علمائے آخرت دیکھتے ہیں، نہ کہ علمائے دنیا لیکن بندہ کی تمام عزت اور دولت اسی میں ہے کہ وہ طاعت وعبادت میں مشغول رہے"۔ ۱۰؎

معاملات کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"برادرم شمس الدین! ہر وہ معاملہ جس کا جواز قرآن میں نہیں، بے جا ہے، ہر خواہش جو شریعت میں نہیں باطل ہے، ہر دلیل جو دین کی تائید میں لائی جائے لیکن دینی نہیں ہے محض باطل ہے، اور ہر استعانت جو دین کی خاطر کی جائے، لیکن دینی نہیں ہے مردود ہے"۔ ۱۱؎

ایک مکتوبات میں فرماتے ہیں، "امراء، ملوک، اصحاب منصب، ارباب قدر ومنزلت کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا سب سے نزدیک راستہ یہ ہے کہ وہ عاجزوں کی دستگیری اور

حاجت مندوں کی حاجت روائی کریں، چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کی راہیں تو بہت ہیں، لیکن سب سے نزدیک راہ مشکل والوں کو راحت پہنچانا ہے، ان بزرگ سے یہ کہا گیا کہ جس شہر کے وہ رہنے والے ہیں، اس کا بادشاہ شب بیدار ہے، نفل نمازیں بہت پڑھتا ہے، نفل روزے بھی رکھتا ہے، فرمایا، بے چارے نے اپنے کام کو تو کھو دیا ہے، لیکن دوسروں کے کام میں لگا ہوا ہے، لوگوں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آخر اس بادشاہ کا اپنا کام کیا ہے، تو فرمایا، اس کا کام تو یہ ہے کہ طرح طرح کے کھانے پکوائے اور بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلوائے، طرح طرح کے کپڑے سلوائے اور ننگوں کو پہنوائے، اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کرے، حاجتمندوں کی دستگیری کرے، نفل نماز اور نفل روزے تو درویشوں کا کام ہے''۔ ۱۲

اسی طرح کی اور بھی تعلیمات ہیں، جن میں سے کچھ آیندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی، اور دوسرے امراء جنہوں نے حضرت مخدوم جہاں سے تعلیم و تربیت پائی، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، قاضی صدر الدین، ملک معز الدین، شمس الملک شمس الدین خوارزمی وغیرہ، ان امراء کے نام خطوط لکھے ہیں، ان میں کہیں درویشانہ عجز و انکسار ہے کہیں عالمانہ وقار و سنجیدگی، کہیں بزرگانہ محبت و شفقت ہے، اور کہیں مرشدانہ زجر و توبیخ، یہ مکتوبات آج بھی فیوض و برکات کے سرچشمے ہیں۔

اس باب کے مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔ مونس القلوب، ملفوظات حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی، صفحہ نمبر-۳۶-۳۷

۲۔ مونس القلوب، ملفوظات حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی، صفحہ نمبر-۳۶-۳۷

۳۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۴۹۲-۴۹۳

۴۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۱۹۳-۱۹۴

۵۔ تاریخ دعوت وعزیمت، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مطبع لکھنؤ، (۲۰۰۸)، صفحہ نمبر-۲۴۶-۲۴۷

۶۔ تاریخ دعوت وعزیمت، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مطبع لکھنؤ، (۲۰۰۸)، صفحہ نمبر-۲۴۶-۲۴۷

۷۔ تاریخ دعوت وعزیمت، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مطبع لکھنؤ، (۲۰۰۸)، صفحہ نمبر-۲۰۳

۸۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۳۸۶-۳۸۷

۹۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۲۰۵

۱۰۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۲۱۵

۱۱۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۲۵۵

۱۲۔ مکتوبات سہ صدی، از شیخ شرف الدین احمد منیری، صفحہ نمبر-۴۸۹

☆☆☆

آپ کا علمی ذوق وتصنیفات

آپ کی علمی محفلیں

آپ نے اپنی خانقاہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر تقریر وتحریر کے ذریعہ سے ہدایت عام کا سلسلہ برابر جاری رکھا، اس کا اندازہ آپ کے مجموعۂ ملفوظات اور مکتوبات کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی خانقاہ میں سالکین راہ طریقت کی مجلسیں برابر منعقد ہوتی تھیں، بعض اوقات علماء وفقہاء ومحدثین اور متکلمین بھی جمع ہوتے تھے اور مختلف مسائل پر بحث وگفتگو اور تنقید ومباحثہ بھی ہوتا تھا، حضرت مخدوم الملک ہر مسئلے کی وضاحت اس طرح فرماتے تھے کہ سامعین اور حاضرین کو پوری تشفی ہوجاتی تھی، معدن المعانی کے دیباچہ میں ہے:

> ''ہر مجلس میں مریدوں، نیک بندوں اور سچی طلب رکھنے والوں کا مجمع ہوتا تھا، ان میں سے ہر ایک اپنے حال اور کام کے مطابق ایک سوال کرتا جس کا تعلق طریقت شریعت، حقیقت اور معرفت سے ہوتا، حضرت مخدوم الملک ہر سوال کا تشفی بخش جواب دیتے، ان کے بیان میں وضاحت اور ان کی مثالیں بے نظیر ہوتی تھیں، ہر بیان میں سینکڑوں معانی، ہر اشارہ میں ہزاروں لطیفۂ لاریبی اور ہر معنی میں بے انتہا مفہوم اور ہر لطیفہ میں لاتعداد ادراکات، اور ہر مفہوم میں بے شمار حالات اور ہر ادراک میں بہت سے مقامات، اور ہر حال میں ناقابل بیان ذوق اور ہر مقام میں اتنی معلومات ہوتیں جن کی گنجائش دنیا میں نہیں''۔ [1]

مولانا مظفر بلخی شروع میں جب حضرت مخدوم الملک کی مجلس میں شریک ہوئے، تو مختلف مسائل پر نہایت تیز اور تند لہجے میں مناظرے کرتے، مگر حضرت مخدوم الملک ٹھنڈے طریقے پر ان کی ہر بات کا جواب دیتے، یہاں تک کہ وہ حضرت مخدوم الملک کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ زندگی بھر ادنیٰ غلام بنے رہے، حضرت مخدوم الملک کو بھی ان سے بڑی محبت ہوگئی تھی،

آپ نے ان کو دو سو خطوط لکھے تھے، جن میں ایسے اسرار تھے کہ ان کے سوا کسی اور کو بتانا پسند نہیں فرمایا، جیسا کہ آگے آئے گا۔

مولانا زین بدر عربی کی ابتدائی زندگی شراب نوشی میں گذری، لیکن حضرت مخدوم الملک کی صحبت کیمیا اثر سے ان میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ وہ حضرت مخدوم الملک کے خاص ہو گئے، اور ان کے بہت سے ملفوظات مرتب کئے، جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ حضرت مخدوم الملک کے تقریباً ایک لاکھ مرید تھے، جو مجلسوں میں شریک نہ ہو سکتے تھے، ان کو مکتوبات کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی تھی، ان تعلیمات کا خلاصہ آیندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا، حضرت مخدوم الملک نے خواص و عوام دونوں کو سدھارنے کی کوشش فرمائی۔ ۲۔

آپ کی چند تصنیفات

آپ کی تصنیفات کی تعداد بہت بتائی جاتی ہے لیکن جو دستیاب ہو سکیں، ان کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۱) ارشاد الطالبین
(۲) ارشاد السالکین
(۳) رسالہ مکیہ و ذکر فردوسیہ
(۴) شرح آداب المریدین
(۵) فوائد المریدین
(۶) اجوبہ
(۷) لطائف المعانی جو معدن المعانی کا خلاصہ ہے۔
(۸) عقائد شرفی
(۹) اوراد کلاں
(۱۰) اوراد اوسط
(۱۱) اوراد خورد

(۱۲) اشارات

(۱۳) رسالۂ در بدایت حال

(۱۴) مرأۃ المحققین

(۱۵) رسالہ وصول الی اللہ

آپ کی تصنیفات کا مختصر جائزہ

ارشاد الطالبین کا مختصر جائزہ

اس تصنیف میں حضرت مخدوم الملک نے طالبِ حق کو مختلف قسم کی ہدایتیں دی ہیں، انڈیا آفس کی فہرست میں صفحہ نمبر ۱۰۲۰ پر اس کا نام برہان العارفین ہے۔

ارشاد السالکین کا مختصر جائزہ

یہ تصنیف توحید کے چار صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے، جس میں حضرت مخدوم الملک نے بتایا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی نور کی مختلف صورتیں ہیں، نور عالمِ لاہوت سے جبروت میں آیا، تو روح ہوا، اور جبروت سے ملکوت میں منتقل ہوا تو قالب کہلایا، اور ملکوت سے ناسوت میں پہنچا تو جسم کے نام سے موسوم ہوا اسی طرح نورِ عالم کثیف میں آیا تو نار ہوا، نار کثیف ہوکر باد ہوئی، اور باد کثیف ہوکر آب ہوئی اور آب کثیف ہوکر خاک ہوا، پس انسان اور عناصر اربعہ ایک ہی چیز کی مختلف صورتیں ہیں۔

رسالۂ مکیہ وذکر فردوسیہ کا مختصر جائزہ

یہ تصنیف سات صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس میں اذکار کے اقسام اور طریقے بتائے گئے ہیں۔

شرح آداب المریدین کا مختصر جائزہ

یہ تصنیف حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی کی مشہور عربی تصنیف

آداب المریدین کی شرح ہے، یہ ۷۶۶ھ بمطابق ۱۳۶۴ء میں مرتب ہوئی، ضخیم کتاب ہے، اس کو تصوف کا ایک قاموس سمجھنا چاہیے، اس کا بھی اردو ترجمہ شاہ قسیم الدین (خانقاہ بہار شریف) نے کیا ہے۔

فوائد المریدین کا مختصر جائزہ

یہ تصنیف ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں مریدوں کے لئے کلمۂ طیبہ کی فضیلت، نماز باجماعت کی برکت، بعض آیتوں کے فیوض، گورستان، منکر نکیر، بہشت، دوزخ، قیامت، ایمان، حقوق الوالدین، حقوق ہمسایہ، حقوق زوجین کے لئے کچھ ہدایتیں ہیں شاہ قسیم الدین نے اس کا بھی اردو میں ترجمہ کیا ہے، اور اپنے دیباچہ میں بہت صحیح لکھا ہے کہ یہ رسالہ عوام اور خواص کے لئے ایک شمع ہدایت ہے، اور اس کے مطالعہ سے ضلالت اور گمراہی کے سیلاب کو روکا جا سکتا ہے، اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والا، اسلامی تہذیب اور اخلاق کا ایک نمونہ بن سکتا ہے۔

اجوبہ کا مختصر جائزہ

یہ تصنیف سوالات و جوابات کا ایک مجموعہ ہے، جو زاہدین و دوسرے مقربین حضرت مخدوم جہاں سے وقتاً فوقتاً سوالات کیا کرتے تھے، اور وہ جو جوابات مرحمت فرماتے، ان کو اس رسالہ میں جمع کر لیا گیا ہے، تصوف کے بہت سے مسائل اس رسالہ میں پائے جاتے ہیں۔

اشارات

اس تصنیف میں ۳۷ سوالات کے مذہبی اور صوفیانہ جوابات لکھے گئے ہیں۔

رسالۂ در ہدایت حال

یہ تصنیف تین ورق کا ایک رسالہ ہے، جس میں راہ طریقت میں داخل ہونے کے سرایت کو درج کیا گیا ہے۔

مرأۃ المحققین

اس تصنیف میں صوفیانہ رموز و نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

رسالۂ وصول الی اللہ

یہ تصنیف اپنے موضوع سے ہی وضاحت کرتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے کیا چاہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپ کے ملفوظات

شیخ شرف الدین احمد منیری کے اب تک کُل دس ملفوظات دستیاب ہوئے ہیں جو اسطرح ہیں:

(۱) معدن المعانی
(۲) خوان پُرنعمت
(۳) مخ المعانی
(۴) فوائد غیبی
(۵) گنج لایفنیٰ
(۶) مونس المریدین
(۷) راحت القلوب
(۸) ملفوظ الصفر
(۹) بحر المعانی (کنز المعانی)
(۱۰) مغز المعانی

تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیری، از ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن، ص ۹۴ تا ۱۰۰)

☆☆☆

حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ

نام : احمد
وطن : مشرقی پنجاب
وفات : 774 ہجری بمطابق 1372ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : موضع ندیانواں، بہار شریف
پیرومرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

صوبۂ بہار میں سادات جاجنیری کے مورث اعلیٰ حضرت سید احمد جاجنیری اور آپ کے بڑے بھائی حضرت سید محمد (یا محمود) جاجنیری ہیں۔ان دونوں بھائیوں نے موضع دہرسول (موضع دھرسول ضلع گوڑگاؤں، مشرقی پنجاب کا ایک موضع تھا۔حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ سے پانچ پشت اوپر حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قریہ جاجنیری علاقہ پٹیالہ سے نقل مکانی کر کے موضع دھرسول میں سکونت اختیار کی تھی۔حضرت سید محمد تا حضرت بدرالدین زید (حضرت سید محمد امبہہ سید ابوالفتح، ابراہیم امبہہ، سید عزالدین امبہہ، سید بدرالدین زید) اس خاندان کی پانچ پشتیں اس موضع میں سکونت پذیر رہیں۔حضرت سید بدرالدین زید کے دونوں صاحبزادگان حضرت سید محمد (یا محمود) جاجنیری اور حضرت سید احمد جاجنیری موضع دھرسول کو خیرآباد کہہ کر دہلی چلے گئے۔(بحوالہ اشراف عرب) اور سلطان محمد بن تغلق کے زمانہ میں یہاں پہنچ کر فوج کے رسالہ سادات بارہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ان دنوں دہلی کی سلطنت دور استحکام سے گزر رہی تھی۔جہاد کے متعدد محاذ کھلے ہوئے تھے۔لشکر اسلام کے سامنے نئے علاقوں کو فتح کرنے کے

علاوہ مفتوحہ علاقوں میں وقتاً فوقتاً سر اٹھانے والے کی سرکوبی کا مسئلہ بھی تھا۔ جوہر دکھانے کا خاصا موقع تھا۔ حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے برادر بزرگ نے چند معرکوں میں حصہ لے کر اپنے جوہر دکھائے اور نیک نامی کے ساتھ ہی بادشاہ کا اعتماد بھی حاصل کیا۔

الغرض حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے برادر بزرگ ۷۴۴ھ میں بہار آئے اور موضع رہوئی میں مقیم ہوئے۔

حضرت سید احمد جاجنیری کا دور

حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۴ھ میں بہار تشریف لائے۔ اس وقت بہار ہزیمت خوردہ طاقتوں کا گڑھ تھا۔ ان کی شورشوں سے عوامی زندگی آئے دن اتھل پتھل ہوتی رہتی۔ لیکن یہ تصویر کا ایک رخ تھا۔ دوسرا رُخ یہ تھا کہ اسی پر آشوب دور میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے فردوسی فیضان کا سیل نور بہار کو منور کئے ہوئے تھا۔ بہار شریف ہی میں حضرت مخدوم جہاں کے خالہ زاد بھائی حضرت شیخ احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ اقامت پذیر تھے۔ ان کی سہروردی خانقاہ میں جانے کتنے لوگوں نے روحانی پیاس بجھائی۔ الغرض یہ دور اگر شورشوں کا دور تھا تو قلب وروح کو منور کرنے کا دور بھی تھا۔ دھیرے دھیرے شورشیں کم ہو رہی تھیں اور سکونِ دل کے ساماں بڑھ رہے تھے۔

آپ کی شخصیت

حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ فنِ حرب وضرب کے ماہرین میں سے تھے۔ ابتدائی زندگی جہاد کے معرکے سر کرتے گزری۔ جب سکون نصیب ہوا تو متوجہ الی اللہ ہو گئے۔ موضع ندیانواں میں آپ کے آخری ایام گزرے جہاں آپ کی بہت بڑی خانقاہ تھی۔ (سادات جاجنیری، ص ۳۸) اس سے آپ کے صوفیانہ مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ موضع ندیانواں فی الوقت مسلمانوں سے خالی ہے لیکن یہاں کے ہندو آپ کے مزار کا بہت احترام کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اللہ کے ولیوں کی شخصیت ایسی ہی ہوتی ہے کہ لوگ ان کی وفات کے بعد بھی ان کا احترام کریں۔

آپ کا شجرۂ نسب

آپ کا شجرۂ نسب 28 ویں پشت میں جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

۱۔ حضرت سید احمد جاجنیری
۲۔ بن حضرت بدالدین زید
۳۔ بن حضرت عزالدین
۴۔ بن حضرت ابوالفتح ابراہیم
۵۔ بن حضرت سید ہدایہ
۶۔ بن حضرت سید محمد
۷۔ بن حضرت سید علی باگھ
۸۔ بن حضرت سید علی مسعود
۹۔ بن حضرت سید ابوالفراس
۱۰۔ بن حضرت سید ابوالفرح واسطی
۱۱۔ بن حضرت سید داؤد
۱۲۔ بن حضرت سید حسین
۱۳۔ بن حضرت سید یحییٰ
۱۴۔ بن حضرت سید زید ثالث
۱۵۔ بن حضرت سید عمر
۱۶۔ بن حضرت سید زید ثانی
۱۷۔ بن حضرت سید علی
۱۸۔ بن حضرت سید حسین عراقی
۱۹۔ بن حضرت سید علی عراقی
۲۰۔ بن حضرت سید حسین مدنی
۲۱۔ بن حضرت سید علی مدنی
۲۲۔ بن حضرت سید محمد
۲۳۔ بن حضرت سید عیسیٰ موتم الاشبال
۲۴۔ بن حضرت سید ابوالحسن زید شہید
۲۵۔ بن حضرت امام زین العابدین
۲۶۔ بن حضرت امام حسین
۲۷۔ بن حضرت فاطمۃ الزہرا
۲۸۔ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۲۷)

☆☆☆

حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

نام : شہاب الدین
وطن : جیلان
وفات : 778 ہجری بمطابق 1376ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : بہار شریف
پیر و مرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سید ندیم الدین جیلانی اور اپنے صاحبزادے سید منہاج الدین جیلانی کے ہمراہ جیلان سے دہلی تشریف لائے۔ یہاں ان کی ملاقات حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ سے ہوئی اور ان کے دل میں حضرت مخدوم کی عقیدت گھر کر گئی اور وہ ان سے مرید ہو گئے۔ حضرت مخدوم جہاں دو مرتبہ دہلی تشریف لے گئے ہیں، ایک مرتبہ تلاش پیر میں اور دوسری مرتبہ راجگیر کی جاگیر کا حکم نامہ واپس کرنے۔ اس وقت دہلی کا سلطان فیروز شاہ تغلق تھا۔ اندازہ ہے کہ شیخ شہاب الدین نے مخدوم جہاں کے دوسرے سفر دہلی کے موقع پر لگ بھگ 752ھ میں ان سے ملاقات کی ہوگی اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ہوں گے۔ شیخ شہاب الدین اپنے پیر کے اتنا گرویدہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے نام سے ''سید'' ہٹا کر خود کو ''شیخ'' کہنا شروع کر دیا اور اسی لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت مخدوم جہاں جب بہار واپس ہوئے تو شیخ شہاب الدین بھی ساتھ ہو لئے

اور بہار پہنچ کر سکونت پذیر ہو گئے اور ساری زندگی پیر کی خدمت میں گزار دی۔

آپ کی اولاد

حضرت شیخ شہاب الدین کے صاحبزادے حضرت منہاج الدین جیلانی کی پیدائش جیلان میں ہوئی تھی لیکن وہ اپنے والد اور دادا کے ہمراہ دہلی آئے اور وہاں سے والد کے ساتھ بہار آئے۔ یہاں مالک موضع جیرڈمراواں حضرت اعلیٰ کی صاحبزادی بی بی خدیجہ سے آپ کی شادی ہوئی جن سے دو صاحبزادگان حضرت علاء الدین اور حضرت بدیع الدین اور ایک لڑکی ام سلمہ ہوئیں۔ حضرت منہاج الدین کو جیرڈمراواں کے پاس ایک گاؤں جاگیر میں ملا تھا جس کا نام ان کی وطنی نسبت پر گیلانی پڑا۔ لیکن ان کے دونوں لڑکوں کی اولاد موضع جیرڈمراواں میں مقیم رہی۔ یہ تفصیلات موضع جیرڈمراواں کے قلمی نسب نامے سے ماخوذ ہیں۔

آپ کی وفات اور مدفن

حضرت شیخ شہاب الدین کی وفات بہار شریف میں ہی ہوئی اور یہیں دفن ہوئے۔ سن وفات 778 ہجری ہے۔ (تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۴۵)

☆☆☆

حضرت مخدوم چولھائی قدس سرہٗ

نام : چولھائی (قوم ہندو [اہیر، گوالہ])

وفات : 1378ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : احاطہ درگاہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری، بہار شریف

نسبت : خادم حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

حالات زندگی

حضرت شیخ چولھائی قدس سرہٗ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے خادم خاص تھے۔ آپ ہر لمحہ مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ کو دنیا کے کسی اور دوسرے کاموں سے کوئی سروکار نہ تھا، سوائے حضرت مخدوم کی خدمت گزاری کے۔ مخدوم جہاں اور ان کی والدہ حضرت بڑی بوا کے تمام امور آپ ہی انجام دیا کرتے تھے۔

قاضی شمس الدین اور مخدوم جہاں

جس زمانہ میں قاضی شمس الدین بہار کے قاضی ہو کر آئے تو وہ حضرت مخدوم جہاں سے ملنے آئے۔ مخدوم جہاں حجرہ کے اندر حالت استغراق میں تھے۔ حضرت چولھائی دروازہ پر تھے وہ قاضی صاحب کو منع نہ کر سکے۔ قاضی صاحب حجرہ کے اندر داخل ہوئے اور سلام کیا۔ ''حضرت مخدوم جواب نہ دے سکے اور نہ قاضی صاحب کی تعظیم کی۔ پھر قاضی صاحب نے سوال کیا شیخی کیا ہے؟ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا: صوفی وہ ہے جو ننانوے صفات باری سے موصوف ہو، شیخی بالاتر اس سے ہے۔ قاضی صاحب فوراً حجرہ سے باہر آئے اور چلے گئے۔ جب مخدوم جہاں کو ہوش آیا تو آپ نے حضرت چولھائی سے فرمایا یہاں کوئی آیا تھا۔ حضرت چولھائی

نے ساری باتیں بیان کر دیں۔ حضرت مخدوم جہاں نے حضرت چولھائی سے فرمایا میرے ہاتھوں کو رسّی سے اتنا کس کر باندھو کہ خون نکل آئے اور اسی طرح مجھے قاضی صاحب کے پاس لے چلو۔ حضرت چولھائی نے اپنے پیر کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ جب یہ خبر قاضی شمس الدین صاحب کو ملی کہ شرف الدین درویش دروازے پر اس حالت میں کھڑے ہیں تو گھبرائے ہوئے باہر آئے۔ مخدوم جہاں نے فرمایا شرع کی جو سزا ہے ہم پر جاری کی جائے۔ قاضی صاحب نے آگے بڑھ کر خود مخدوم جہاں کا ہاتھ کھولا اور مرید ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ چولھائی اور بہیا کے جنگل کا واقعہ

حضرت شیخ چولہای قدس سرہٗ موضع بدمرہ کے رہنے والے اور ہندوؤں کی ایک مشہور ذات اہیر سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شیخ چولھائی کے متعلق حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری اپنی کتاب ''وسیلہ شرف'' میں تحریر کرتے ہیں:

> ''شیخ چولھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا قصہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں مخدوم جہاں بہیا کے جنگل میں تھے، ایک دن چولھائی گائیں چرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس گائیوں سے دودھ ہم کو دوہ کر دو (دوہنا بمعنی دودھ نکالنا)۔ چولھائی نے کہا کہ یہ گائے باچھی ہے (یعنی کنواری ہے) ابھی اس نے بچہ نہیں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اُسے دوہو تو۔ چولھائی نے کہا ابھی نر سے جفت بھی نہیں ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اُسے دوہ کر دیکھو۔ بہت اصرار سے چولھائی غصہ میں آ کر دوہنے لگے تو اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا۔ اُسی وقت سے آپ مخدوم کے غلام ہو گئے اور گھر بار سب کو ترک کر کے آپ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ شاہ فرزند علی منیری کا کہنا ہے کہ ہم لوگوں نے وہ گائیں دیکھی تھیں۔ ہرنوں کی طرح جنگل بہیا میں چرتی رہتی تھیں اور آدمیوں کو دیکھ کر بھاگتی تھیں۔ راجہ کی طرف سے منادی تھی کہ کوئی شخص ان کو قید نہ کرے۔'' (شرفا کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۲۵)

حضرت زین بدر عربی رحمۃ اللہ علیہ

نام : زین بدر

وطن : عرب

وفات : 782 ہجری بمطابق 1380ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : احاطہ درگاہ حضرت مخدوم جہاں، بہار شریف

پیر و مرشد : حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

آپ کی حالات زندگی

آپ حضرت امام حسن کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین کے زمانے میں آپ کا اپنی والدہ کے ساتھ بہار شریف میں مقیم ہونا تاریخی طور پر ثابت ہے۔'' وسیلۂ شرف وذریعہ دولت'' میں ہے کہ:

''حضرت زین بدر عربی نے کہا کہ میں ایام شباب میں شراب پی کر ماں کے پاس گیا اور کچھ رقم ان سے مانگا۔ بولیں اے فرزند اگر تم نے کچھ دیا ہو تو مانگو۔ شرمندہ ہوا۔ وہاں سے باہر آیا اور مخدوم جہاں کے پاس گیا۔ آپ کو قبلہ رُخ مصلی پر بیٹھا دیکھا۔ مخدوم جہاں نے رُخ میری طرف کیا اور فرمایا — قریب آؤ، قریب گیا، جائے نماز کا کونہ اٹھا اور فرمایا دو مٹھی سے زیادہ نہ اٹھائیوں۔ میں نے نگاہ کی، جانماز کے نیچے خزانہ دیکھا، ہاتھ بڑھایا اور دو مٹھی اٹھالیا اور باہر آیا اور ماں کے پاس گیا۔ جوں ہی ماں کی نظر مجھ پر پڑی ڈانٹا۔ وہاں سے باہر آیا اور مخدوم جہاں کے پاس پھر گیا اور توبہ کی۔

(وسیلہ شرف وذریعہ دولت، ص ۴۷۔۴۶)

عظیم کارنامہ

حضرت زین بدر عربی مرید ہونے کے بعد ہمیشہ مخدوم جہاں کی خدمت میں رہے۔ مخدوم کے زیادہ تر ''مکتوبات'' اور ''ملفوظات'' کے جمع کرنے والے حضرت زین بدر عربی ہی ہیں۔ ''مکتوبات صدی مکمل'' نیز ''ملفوظات'' کے جمع کرنے والے حضرت زین بدر عربی ہی ہیں۔ ''مکتوبات صدی مکمل'' نیز ''مکتوبات دو صدی'' کے ابتدائی 151 (ایک سو اکاون) مکتوبات اور ملفوظات میں ''خوان پر نعمت''، ''راحت القلوب''، ''مخ المعانی''، ''معدالمعانی'' اور ''ملفوظ الصفر'' حضرت زین بدر عربی کے جمع کردہ ہیں۔ اللہ کی بے شمار رحمت ان پر نازل ہو کہ ان کی کوششوں کا ثمرہ لوگوں کو صدیوں تک ملتا رہا اور آج بھی مل رہا ہے۔

حضرت زین بدر عربی پر مخدوم جہاں کی نظر شفقت برابر رہی۔ انہیں مخدوم کو کپڑا پہنانے کا شرف بھی حاصل رہا۔ ''وفات نامہ مخدوم جہاں'' میں مذکور ہے کہ:

> ''بے چارہ مسکین زین بدر عربی نے سرزمین پر قدم رکھا۔ بیعت اور توبہ کی خلوص نیت سے سلطان العارفین قدس سرہٗ کا دست مبارک پکڑا اور چوما اور اپنے سر اور آنکھوں اور پتلیوں پر پھیرا۔ ارشاد ہوا کون ہے؟ عرض کیا اس آستانہ کا کتا زین بدر عربی ہے۔ توبہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تجدید بیعت قبول فرمایئے۔ آپ نے فوراً فرمایا جاؤ میں نے تم کو قبول کیا اور تمہارے تمام گھر کو قبول کیا، فرزندوں کو بھی اختیار دیا، خاطر جمع رکھو۔ اگر میری آبرو رہے گی تو میں تم کو بھی نہ چھوڑوں گا۔ بے چارہ نے عرض کیا کہ مخدوم جہاں کے غلاموں کو آبرو حاصل ہے۔ ''فرمایا بہت کچھ امید ہے۔''

آپ کی وفات اور مدفن

782 ہجری کے بعد وفات پائی اور روضۂ مخدوم جہاں کے احاطے میں حضرت مخدوم خلیل الدین کے زیر پائین مشرق جانب تین مزارات کے بعد اپنی والدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

(تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۳۴)

حضرت خواجہ محمد تالا رحمۃ اللہ علیہ

نام : محمد

لقب : خواجہ

وطن : دہلی

وفات : 782 ہجری بمطابق 1380ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : احاطہ درگاہ حضرت مخدومِ جہاں، بہار شریف

پیرومرشد : اپنے ماموں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء، دہلی

سلسلہ : چشتیہ

آپ کی حالات زندگی

آپ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین علیہ الرحمہ کے زمانے کے صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ بہار شریف میں بود و باش رکھتے تھے۔ آپ کے متعلق 'گنج ارشدی' میں ہے کہ:

''درآں خواجہ محمد تالا خواہرزادہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء''

ترجمہ: وہاں (بہار میں) خواجہ محمد تالا حضرت نظام الدین اولیاء کے بھانجے ہیں۔ (گنج ارشدی، ص ۱۱۶۰)

''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں ہے کہ:

''ایک بار مخدوم جہاں نے شیخ محمد تالا کو کہا کہ تم بیعت کیوں نہیں کرتے اور مرید کیوں نہیں کرتے شیخ محمد نے کہا کہ مخدوم میرا نفس گریہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو بیعت کرے گا تو بازار کی پختیاں کون کھائے گا۔ فرمایا تم

اس بلا میں کہاں پڑو گے۔'' (وسیلۂ شرف وذریعہ دولت، ص ۳۷)

مندرجہ بالا عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ محمد تالا اور حضرت مخدوم جہاں کے درمیان گہرے اور بے تکلفانہ مراسم تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔

آپ کی وفات اور مدفن

''وفات نامہ مخدوم جہاں'' میں آپ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ 782ھ کے قبل وفات پا چکے تھے۔ آپ کی قبر مخدوم جہاں کے احاطے میں ہے۔

(تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۱۲)

☆☆☆

حضرت مخدوم خلیل الدین رحمۃ اللہ علیہ

نام : خلیل الدین
وطن : منیر شریف
وفات : 782 ہجری بمطابق 1380ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : احاطہ درگاہ حضرت مخدوم جہاں، بہار شریف
پیر و مرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

آپ کا نسب پدری

حضرت خلیل الدین بن احمد یحییٰ منیری بن حضرت اسرائیل بن امام محمد تاج فقیہ از اولاد حضرت زبیر بن عبدالمطلب۔

آپ کی حالات زندگی

آپ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین قدس سرہٗ کے سنجھلے بھائی اور مرید تھے۔ آپ تا زندگی پیر و مرشد کی خدمت میں کسب فیض کرتے رہے اور بعد وفات بھی ان کی چوکھٹ سے دور نہ ہوئے۔ مخدوم جہاں کی نظر شفقت بھی آپ پر بہت تھی۔ ''وفات نامہ مخدوم جہاں'' میں ہے کہ:

> ''حضرت خلیل الدین برادر حقیقی اور خادم خاص آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا، آپ نے ان کی طرف منہ کیا اور فرمایا: خلیل خاطر جمع رکھو۔ پھر وصیت فرمانے لگے ــــ حضرت شیخ خلیل الدین

درد برادری اور دیدار پیر و مرشد کے فوت ہونے سے نہایت شکستہ دل ہو کر
آبدیدہ ہوئے۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا خلیل! خاطر جمع رکھو۔''

آپ کی وفات اور مدفن

آپ کی وفات 782ھ کے بعد ہوئی۔ آپ کی قبر روضۂ حضرت مخدوم جہاں کے بائیں طرف ہے۔ (تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۳۷)

☆☆☆

حضرت شیخ نصیر الدین سنامی (سمنامی) رحمۃ اللہ علیہ

نام : نصیر الدین
وطن : سمنام
وفات : 782 ہجری بمطابق 1380ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : بہار شریف
پیر و مرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت مولانا نصیر الدین کو حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین سے شرف بیعت حاصل تھا اور آپ کا شمار مخدوم جہاں کے جید خلفاء میں ہوتا تھا۔ آپ جب مخدوم جہاں کی مجلس میں حاضر ہوتے تو مخدوم دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے۔ اس کا سبب جب مخدوم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب نصیر الدین آتے ہیں تو کوئی کہتا ہے کہ مولانا آتا ہے۔

مولانا نصیر الدین کے حالات تفصیل سے معلوم نہیں ہیں۔ مخدوم جہاں کی وفات کے وقت آپ موجود نہیں تھے۔ چنانچہ مولانا شہاب الدین نے مخدوم کو آپ کی یاد دلائی تو حضرت نے فرمایا کہ مظفر میری جان ہے اور مولانا نصیر الدین بھی ایسے ہی ہیں۔ جو کچھ خلافت اور مقتدائی میں چاہیے سب ان لوگوں میں موجود ہے۔ (وفات نامہ مخدوم جہاں)

مخدوم جہاں کی اولاد میں جو پہلے بزرگ مخدوم جہاں کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ ان کا نام شاہ بھیکہ تھا اور انہیں بیعت حضرت شیخ نصیر الدین نور سنامی سے حاصل تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سے سلسلہ بھی جاری ہوا۔ آپ کی وفات 782ھ کے بعد ہوئی۔ لیکن کب یہ معلوم نہیں ہے۔

(تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۳۰)

حضرت شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

نام : شمس الدین
وطن : بلخ
وفات : 782 ہجری بمطابق 1380ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : بہار شریف محلہ انبیر
پیرومرشد : حضرت شیخ احمد چرم پوش سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : سہروردیہ

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں حضرت شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ کا سلسلہ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے:

''سید شمس الدین بلخی ابن سید علی ابن سید حمید الدین ابن سید سراج الدین ا بن سید بزرگ ابن سید محمود ابن سلطان ابراہیم ابن سید ادہم ابن سید سلیمان ابن سید ناصر الدین ابن محمد ابن یعقوب ابن احمد ابن اسحٰق ابن زید ابن محمد ابن قاسم ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ۔''

آپ کا خاندانی پس منظر

تذکروں میں ہے کہ حضرت شاہ ادہم بن سلیمان درویش عارف تھے۔ ان کی شادی سلطان ابراہیم بن ناصر الدین فاروقی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے ابراہیم بن

ادہم تولد ہوئے۔ سلطان ابراہیم بن ناصر الدین کو اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے ابراہیم بن ادہم اپنے نانا کے بعد سلطان بلخ ہوئے۔ ایک عرصہ کے بعد انہوں نے بادشاہی ترک کی اور درویشی اختیار کی۔ آپ کے فرزندوں میں سلطان مظفر شمس بلخی اور سلطان معز شمس بلخی تک بادشاہی رہی۔ بالآخر انہوں نے بھی اپنے بزرگوں کی پیروی میں بادشاہی چھوڑ دی اور طلب خدا میں چل پڑے۔

آپ کی حالات زندگی

حضرت شمس الدین بلخی علیہ الرحمہ ایک زمانے تک بلخ کی بادشاہت کا بار اٹھاتے رہے۔ جب طلب خدا کا جذبہ دل میں پیدا ہوا تو بادشاہت اپنے بڑے صاحبزادے مظفر شمس بلخی کے حوالے کی اور خود عازم دہلی ہوئے۔ ''مناقب الاصفیا'' میں ہے کہ:

> ''آپ دہلی میں کسی عہدہ پر فائز تھے۔ ایک دن اہل دیوان میں سے کسی شخص نے گوشہ چشم سے ایک اشارہ کسی چیز کی طرف کیا۔ شیخ شمس الدین کی نظر اس پر پڑی۔ دل میں گزرا کہ یہ نفاق کی علامت ہے۔ ایسی مجلس میں نہ رہنا چاہئے۔ شغل جو رکھتے تھے اسے ترک کیا اور دہلی سے نکلے اور جب بہار کے قریب پہنچے تو شیخ احمد چرم پوش ان کے آنے سے آگاہ ہوئے اور فرمایا ایک دوست آتا ہے۔ اپنے یاروں کو لے کر ان کا استقبال کیا۔ ملاقات کے بعد شیخ شمس الدین مرید ہوئے اور شیخ احمد چرم پوش کی خانقاہ میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنی بیوی کو لکھ بھیجا کہ میں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے۔ تم اگر میری موافقت کرنا چاہتی ہو تو تمام مال و اسباب کو بیٹوں کے سپرد کر کے میری طرف چلی آؤ۔ ان کی بیوی نے شیخ مظفر اور شیخ معز الدین دونوں بیٹوں کو کہا تم لوگ مال و اسباب لے لو۔ ہم تمہارے باپ کی موافقت کریں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بھی والد کی موافقت کریں گے۔ پھر وطن چھوڑ کر بہار چلے آئے۔''

(وسیلہ شرف وذریعہ دولت بحوالہ مناقب الاصفیا)

آپ کا زمانہ

شیخ شمس الدین کی نہ تو تاریخ ولادت معلوم ہے نہ ہی سال وفات کہیں مذکور ہے لیکن آپ ساتویں تا آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر بہار آئے۔ مخدوم سید احمد چرم پوش ایک عرصہ تک تبت کے علاقہ میں بغرض تبلیغ دین گزارا۔ تقریباً انہوں نے 730ھ کے آس پاس بہار کا رُخ کیا۔ اور یہاں آکر محلہ انبیر میں اقامت اختیار کر لی۔ ظاہر ہے حضرت شمس الدین 730ھ کے بعد ہی بہار تشریف لائے ہوں گے۔ اس وقت آپ کے دو جوان بیٹے (شیخ مظفر اور شیخ معز الدین بھی موجود تھے جنہیں انہوں نے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور ان دونوں نے بھی والد کی موافقت بعد میں کی تھی اور بہار چلے آئے تھے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب شیخ شمس الدین بہار شریف آئے اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس سال رہی ہوگی۔ بہ الفاظ دیگر ان کی تاریخ ولادت 690ھ کے آس پاس رہی ہوگی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مظفر بلخی علیہ الرحمہ کا سال وفات 788ھ ہے۔ آپ یقینی طور پر اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ کیونکہ تذکروں میں اس وقت تک آپ کے بقید حیات رہنے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ ''سہ پشت فی صد سال'' کے اصولِ فن انساب کی رو سے بھی آپ ساتویں تا آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ قرار پاتے ہیں۔

آپ کی ارادت وخلافت

حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت حاصل تھی اور اپنے پیر ومرشد سے انہیں خلافت بھی عطا ہوئی تھی جیسا کہ ''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں حضرت صوفی منیری نے تحریر فرمایا ہے کہ:

> ''شاہ مظفر اور شاہ معز الدین سلطنت چھوڑ کر اپنے والد ماجد شاہ شمس الدین کی موافقت میں جو حضرت سید احمد چرم پوش کے خلیفہ تھے بیعت کے ارادہ سے بہار آئے۔ (وسیلہ شرف وذریعہ دولت)

آپ کی اولاد و امجاد

حضرت شیخ شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادگان ذی وقار تھے:

(۱) حضرت مولانا مظفر بلخی قدس سرہٗ مرید و خلیفہ و جانشین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) حضرت مولانا معزالدین بلخی مرید حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش۔ آپ کی وفات مکہ معظمہ میں بتاریخ 9 شوال کو ہوئی۔ اس وقت آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا مظفر بلخی موجود تھے۔ آپ کی وفات پر انہوں نے فرمایا کہ:

''معزالدین مناسب یہ تھا کہ پہلے مجھ کو لے جاتے کیونکہ میں تم سے بڑا ہوں۔''

پھر فرمایا: ''ہمارے اور تمہارے درمیان یہی پیراہن ہے۔''

(مناقب الاصفیاء بحوالہ وسیلہ شرف)

اور پیراہن کا گریباں ہاتھ میں لے کر اشارہ فرمایا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا سال وفات 788ھ سے پہلے ہے۔ حضرت معزالدین بلخی کے صاحبزادے حضرت مخدوم حسین نوشہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مرید تھے۔ مولانا کافر دوسی فیضان آپ ہی سے جاری ہوا۔

(۳) حضرت قمرالدین: بقول حضرت صوفی منیری:

''مولانا قمرالدین بھی اہل تھے ہر علم میں مستعد۔ اکثر آپ سے (مولانا مظفر سے) مسئلہ روح میں سوال کرتے۔ آپ فرماتے اس میں رخصت نہیں ہے نہ پوچھو۔ باز نہیں آتے تھے اور استیعاب کرتے تھے۔ ایک دن جب پرسش زیادہ کی تو آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ دانت بند کئے رہو۔ اور ان کو شیرینیٔ ترنگبیں کھانے کی بہت عادت تھی۔ ایک دن ترنگبیں کھا رہے تھے کہ ترنگبیں سے دانت پر دانت سٹ گئے۔ کتنی ہی تدبیریں کیں نہ کھلے اور ان کا انتقال اسی میں ہوا۔ انتقال کے بعد آپ نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا مسئلہ روح جو پوچھتے تھے حل ہوا۔ بولے ہاں حق

آپ کی طرف تھا کہ بیان نہیں کرتے تھے۔"

حضرت قمر الدین کی صاحبزادی بی بی عروس کی شادی حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی بن معز الدین بلخی سے ہوئی تھی۔

آپ کی وفات

حضرت شمس الدین بلخی کا سال وفات متعین طور پر معلوم نہیں ہے۔ تقریباً 782 ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مدفن بہار شریف کے محلہ انبیر میں واقع ہے جہاں آپ کی زندگی کا آخری دور گزرا۔

(تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۰۲)

☆☆☆

حضرت مولانا مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ

نام : مظفر

لقب : مولانا

وطن : بلخ (افغانستان کا ایک شہر)

وفات : 788 ہجری بمطابق 1386ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : عدن

پیر و مرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

آپ کا سلسلۂ نسب

آپ کا شجرۂ نسب 24 ویں پشت میں جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

۱۔ حضرت مولانا مظفر بلخی

۲۔ بن حضرت شمس الدین بلخی

۳۔ بن حضرت سید علی

۴۔ بن حضرت سید حمید الدین

۵۔ بن حضرت سید سراج الدین

۶۔ بن حضرت سید بزرگ

۷۔ بن حضرت سید سلطان محمود

۸۔ بن حضرت سلطان ابراہیم

۹۔ بن حضرت سید ادہم

۱۰۔ بن حضرت سید سلیمان

۱۱۔ بن حضرت سید ناصر الدین

۱۲۔ بن حضرت محمد

۱۳۔ بن حضرت سید امیر

۱۴۔ بن حضرت سید یعقوب

۱۵۔ بن حضرت سید احمد

۱۶۔ بن حضرت سید اسحٰق

۱۷۔ بن حضرت امیر سید زید
۱۸۔ بن حضرت امیر سید محمد
۱۹۔ بن حضرت امیر سید قاسم
۲۰۔ بن حضرت امیر سید علی اصغر
۲۱۔ بن حضرت امام زین العابدین
۲۲۔ بن حضرت امام حسین
۲۳۔ بن حضرت فاطمہ الزہرا
۲۴۔ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی علمی مرتبہ

آپ کو علم شریعت میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ تقریباً چار سال تک آپ نے مکہ معظمہ میں حضرت شیخ شمس الدین خوارزمی سے قرأت قرآن سیکھی۔ قرأت سبعہ حضرت شیخ شمس الدین حلوائی علیہ الرحمہ سے سیکھی اور صحیحین کی قرأت بھی کی اور حدیث کی سند حاصل کی۔ علاوہ ازیں صحاح ستہ کی سند بھی خطیب عدن سے حاصل کی۔ الغرض علمی اعتبار سے آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔

ہندوستان میں آپ کی آمد

آپ کے والد ماجد حضرت شمس الدین بلخی علیہ الرحمہ کے دل میں جب خدا طلبی کا جذبہ نمایاں ہوا تو آپ نے بلخ کی حکومت اپنے صاحبزادگان کے سپرد کی اور عازم ہند ہوئے۔ چند دن دہلی میں قیام کیا۔ پھر حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ کا شہرت سن کر بہار تشریف لائے اور ان سے مرید ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اہلیہ کو اطلاع دی اور کہلوایا کہ اگر تم موافقت کرنا چاہو تو مال و ملک بیٹوں کے حوالے کر کے چلی آؤ۔ انہوں نے یہ بات بیٹوں سے کہی۔ بیٹوں نے کہا کہ باپ کی موافقت کے حقدار ہم لوگ زیادہ ہیں۔ اور والدہ کو ساتھ لے کر ہندوستان کا رُخ کیا۔ ظفر آباد میں کچھ دنوں مقیم رہے۔ پھر دونوں بھائی حضرت مولانا مظفر اور حضرت معز الدین اپنے والد ماجد کی خدمت میں بہار آئے۔ یہاں حضرت معز الدین نے والد کے شیخ، حضرت سید احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی لیکن مولانا مظفر نے توقف کیا اور پیر کامل کی جستجو میں لگے رہے۔

آپ کا شرف بیعت

وسیلہ شرف وذریعہ دولت میں ہے کہ:

''ابتدائے حال میں آپ کو علم شریعت کا شغل پورے طور پر تھا۔ جس درویش کے پاس جاتے مشکلات علم کو پوچھتے جب جواب میں تشفی نہیں ہوتی اعتقاد درست نہیں کرتے۔ آپ کے والد شیخ شمس الدین، شیخ احمد چرم پوش کے خلیفہ تھے۔ مظفر بلخی فرماتے ہیں کہ شیخ احمد ایک بڑے بزرگ ہیں۔ خوارق عادت بہت رکھتے ہیں یعنی صاحب کرامات ہیں لیکن ہمارا اعتقاد اس پر ہے کہ جو علم میں راسخ ہو۔ ان دنوں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت چاروں طرح کے علم میں ایک جہاں کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ کی طبیعت کی خواہش مخدوم جہاں کی طرف مائل تھی لیکن باپ کی رضامندی کے سبب توجہ میں دیر کرتے تھے۔ باپ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا یہ تمہاری رائے ہے جہاں تمہارا عقیدہ ٹھہرے وہاں توجہ کرو۔ پھر مخدوم جہاں کی خدمت میں آئے۔ جو کچھ مشکلات علمی تھے پوچھا مخدوم جہاں نے ان کے جواب دیئے۔ اگرچہ آپ نے زیادتی علم سے بحث بہت کیا۔ مخدوم جہاں ان کے ساتھ گرم باتیں نہ بولے۔ بیان واضح سے ان کی مشکلوں کو حل کیا۔ آخر مجلس میں اپنی بحث کی دلیری پر پشیمان ہوئے اور مخدوم جہاں کے اخلاق پر بے اختیار دلدادہ ہو گئے۔ پھر ربط قلب حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ پیدا ہوا۔ مرید ہونے کی درخواست کی اور مخدوم جہاں نے ان کو شرف ارادت سے مشرف کیا۔''

دہلی میں تدریس کا کام

آپ کے علم کا شہرہ ہوا اور سلطان فیروز نے اپنے قائم کردہ کوشک میں انہیں درس

وتدریس کی خدمت پر مامور کیا۔ ایک دن تدریس میں مشغول تھے کہ چند قوال آ گئے اور کچھ گانے لگے۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ بالا خانے سے نیچے کود پڑے اور گھر لٹوا کر بہار کا رُخ کیا۔ یہاں پیر و مرشد نے انہیں ریاضت کی راہ پر لگایا۔

آپ کی ریاضت

مخدوم جہاں نے پہلے مرحلے میں انہیں فقرائے خانقاہ کی خدمت پر مامور کیا۔ آپ نہایت خوش دلی اور انہماک سے اس خدمت کو انجام دینے لگے۔ فقراء جو کہتے بجالاتے اور دل میں کوئی گرانی محسوس نہ کرتے۔ کپڑے اگر پھٹ جاتے تو پیوند لگا لیتے اور گرہیں ڈال دیتے۔ ایک دن مخدوم جہاں نے دیکھا کہ ان کے کپڑے بہت پھٹ گئے ہیں۔ لیکن ان کی پیشانی پر کوئی بل نہیں۔ مخدوم جہاں نے انہیں بیش قیمت کپڑے اور ہوادار مکان مہیا کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ لیکن آپ پر تو فقر کا چراغ روشن ہو چکا تھا۔ آپ نے اس طرف ذرا بھی توجہ نہ کیا۔

اس کے بعد مخدوم جہاں نے آپ کو اربعین میں بٹھایا۔ اس کے لئے راجگیر میں ایک حجرہ مقرر کیا گیا۔ تیس دن سے زیادہ ہی اربعین میں گزر چکے تھے کہ امیر شیخو قوال نے حجرہ کے دروازہ کے پاس آ کر گانا شروع کیا۔ آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور چلہ توڑ کر تواجد کرتے ہوئے حجرے سے باہر نکل پڑے۔ غالباً کوئی دوسرا مقام مشغولی کے لئے مقرر ہوا۔ ایک دن مقام مشغولی سے باہر آئے اور کہا کہ میں مشغولی میں بیٹھا ہوں اور میرے دل میں اپنی منکوحہ کا خیال بار بار آتا ہے۔ ایسے میں مشغولی میں بیٹھنے سے کیا فائدہ۔ کچھ دیر کے بعد کہا کہ میں نے فلاں کو طلاق دیا۔ مخدوم جہاں نے یہ سن کر کہا کہ تمہیں خلوت کی حاجت نہیں۔ جہاں چاہو رہو اور جس حال میں چاہو رہو تمہارے لئے برابر ہے۔

مولانا مظفر بلخی نے ریاضت و مجاہدہ کے تمام مراحل اپنے شیخ کی راست نگرانی میں طے کئے اور ثمرات ریاضت میں کئی منازل طے کئے۔ وسیلہ شرف و ذریعہ دولت میں ہے کہ:

> ”ایک دن شیخ مظفر دہلیز پر ہاتھ اونچا کئے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ کی (مخدوم جہاں کی) نظر مبارک پڑی۔ دیکھا کہ گوشت بدن میں نہیں رہا

اور پوست استخواں سے چسپیدہ ہے، پہلو نکلا ہوا ہے۔ حضرت شیخ مخدوم جہاں نے قاضی زاہد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا زاہد دیکھتے ہو کیا ہو گیا ہے یہ کہ لانسلم کہتا ہوا آیا تھا اور بہت کچھ انعام واکرام ارزانی فرمایا۔"

(وسیلہ شرف وذریعہ دولت، ص ۸۵۔ ۸۴)

ولایتِ عدن

جب مولانا مظفر بلخی کمال شیخی کے درجہ پر پہنچے تو آپ کے شیخ حضرت مخدوم جہاں نے آپ کو ان کلمات سے سرفرازی بخشی کہ "تن شرف الدین جان مظفر جان شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین شرف الدین مظفر" پھر حضرت مولانا کو عدن کی ولایت سپرد ہوئی کہ وہاں کی زمین مردہ قبول نہ کرتی تھی۔ جب کوئی مردہ مدفون کیا جاتا تھا زمین باہر پھینک دیتی تھی۔ آپ کے قدموں کی برکت سے یہ بات ختم ہوئی۔ (وسیلہ شرف وذریعہ دولت، ص ۸۵۔ ۸۴)

آپ کا کشف وکرامات

حضرت شیخ مظفر شمس بلخی قدس سرہٗ سلوک کے انتہائی مدارج پر فائز ہونے کے باوجود ایک باشرع عالم باعمل تھے۔ اس لئے آپ سے کشف وکرامت اور خوارق عادات کا اظہار بہت کم ہوتا تھا۔ دوسرے آپ کے پیرومرشد حضرت مخدوم جہاں اسے ناپسند فرماتے تھے۔ پھر بھی اکثر طبیعت سے مجبور ہوکر، شیخ کی محبت اور جلال کی حالت میں کرامت کا اظہار ہو جاتا۔ آپ نے اپنے مکتوب میں مخدوم جہاں کو تحریر فرمایا کہ میں جس راستہ سے وضو کے لئے جاتا ہوں درخت مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ ایک درخت کہتا ہے کہ مجھ سے چاندی بنتی ہے۔ حضرت مخدوم نے جواب میں لکھا کہ تجربہ کر کے دیکھئے اگر غلط ہو تو وسوسہ سمجھئے اور لاحول پڑھئے۔ اگر صحیح ہو تو مجھے دیکھایئے۔ مولانا نے اس درخت کے عرق کو تانبے پر ٹپکایا تو واقعی چاندی بن گیا، جس کو آپ نے مخدوم جہاں کی خدمت میں بھیجوا دیا۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ "برادرم! ایسی چیزیں تمہیں بہت دیکھائی جائیں گی لیکن تمکو چاہئے کہ ان کی طرف توجہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری منزل اس سے بہت آگے ہے۔"

فیروز شاہ تغلق کو جزام کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ جب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو دعاء کے لئے حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خادم خانقاہ مولانا مظفر بلخی تھے، بادشاہ مہمان بن کر آیا تھا۔ بادشاہ کی ضیافت کے لئے روٹی اور پرند کا گوشت پیش کیا گیا۔ بادشاہ کے دل میں خیال گزرا کہ شاید یہاں بھی شفاء نہیں، اس لئے کہ کھانے میں وہی چیزیں ملی ہیں جو اس مرض میں نقصان دہ ہیں۔ مولانا بادشاہ کے وسوسہ سے آگاہ ہو گئے اور انہیں جلال آ گیا۔ پکے ہوئے پرندوں کے گوشت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ بادشاہ شکی ہے نہیں کھائے گا اڑ جاؤ۔ تمام پرندے اُڑ گئے۔ جب مخدوم جہاں کو خبر ہوئی تو دوبارہ روٹی اور گوشت بھیجا، بادشاہ نے کھایا اور صحتیاب ہو کر واپس گیا۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی اپنی والدہ کے بڑھاپے کی وجہ سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ارض مقدس نہ جا سکے تھے۔ شیخ منہاج الدین نے سات حج کئے تھے۔ اکثر وہ مخدوم جہاں کے حج نہ کرنے پر اعتراض کرتے اور مخدوم جہاں عذر شرعی بیان کر دیتے۔ ایک دن شیخ منہاج کے اسی اعتراض کے وقت مولانا بھی موجود تھے۔ انہیں جلال آیا، اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ کتنا حج کیجئے گا؟ ان کے غلاموں کی آستین دیکھئے۔ شیخ منہاج الدین اور وہاں موجود تمام افراد نے مولانا کی آستین میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حرم اور تمام مقامات کی زیارت کی۔ یہی وہ پہلا موقع تھا کہ مخدوم جہاں نے مولانا مظفر سے اپنی انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آئندہ کرامات کے اظہار کے لئے منع فرمایا۔ (شرفاء نگری، ص)

آپ کا مناظرہ

حضرت صوفی منیری نے اپنی تالیف ''وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں ''گنج لاتخفیٰ'' اور ''مونس القلوب'' کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ:

> ''ایک بار مولانا مظفر بلخی کو بہار کے عالموں کے ساتھ بحث کا اتفاق ہوا۔ موضوع بحث کلام نفسی تھا۔ مولانا کہتے تھے کہ مسموع جو کچھ سننے میں آتا ہے اور مقرہ یعنی جو کچھ پڑھا جاتا ہے اور مکتوب یعنی جو کچھ لکھا

جاتا ہے اور محفوظ یعنی جو کچھ دلوں میں یاد ہے حقیقتاً وہی کلام نفسی ہے اور وہ لوگ کہتے تھے کہ یہ کلام نفسی نہیں ہے۔ جب بحث نے بہت طول کھینچا تو آپ کی زبان سے نکل گیا کہ تم لوگ کیا سمجھو گے، تمہارے استادوں نے ہی نہیں سمجھا ہے۔ یہ بات ان لوگوں کو گراں گزری۔ چنانچہ انہوں نے محضر کیا اور مولانا نے بھی ایک رسالہ تحریر فرمایا اور اس میں دلائل منقول ومعقول خوب بیان کئے۔ دوسرے دن مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام صورتحال کی تفصیل بتائی اور اپنے تحریر کردہ رسالے کو پیش کیا۔ مخدوم نے ملاحظہ فرمایا اور ناخوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''مولانا تم میرے پاس مسلمان ہونے کو آئے ہو۔ یا بحث کرنے کو۔ یہ جو تم نے لکھا ہے اسے کوئی سمجھے گا بھی، یہ لوگ تو جامد الطبع ہیں۔'' اور اس رسالے کو پارہ پارہ کر دیا۔

آپ کا مقام

مونس القلوب میں مذکور ہے کہ مخدوم جہاں کے خلفاء میں چہیتے دو خلیفہ تھے۔ مخدوم شیخ مظفر بلخی اور نصیر الدین سنامی۔ جب مظفر بلخی آتے تھے تو حضرت مخدوم جہاں دروازے کے آگے تک بڑھ کر آپ کا استقبال کرتے تھے اور جب شیخ نصیر الدین آتے تھے تو مخدوم جہاں دوزانو ہو کر بیٹھتے جاتے تھے۔ قاضی زاہد نے مخدوم جہاں سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں جب مولانا مظفر آتے ہیں تو کوئی کہتا ہے کہ ماہ آتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ شاہ آتا ہے اور جب نصیر الدین آتے ہیں تو کوئی کہتا ہے مولانا آتا ہے۔

''مناقب الاصفیاء'' میں ہے کہ شیخ الاسلام شیخ حسین معز بلخی نے فرمایا کہ مخدوم جہاں کے مرید لاکھ سے زیادہ تھے۔ ان لوگوں میں چالیس شخص واصل تھے اور ان چالیس میں تین شخص مرد کامل تھے۔ شیخ مظفر بلخی، ملک زادہ فضل اللہ اور مولانا نظام الدین حصاری اور تینوں مردوں میں آتش عشق کا شعلہ شیخ مظفر بلخی کو پہنچا اور اس کا دھواں بقیہ دونوں مردوں کو پہنچا۔

احوال

مونس القلوب میں ہے حضرت مولانا مظفر بلخی نے چالیس مرتبہ اپنا گھر لٹوایا۔ جب کچھ جمع ہوتا تھا لٹوا دیتے تھے۔ شیخ حسین بلخی فرماتے ہیں کہ جب آپ گھر لٹواتے تھے اُس وقت میں چھوٹا سا تھا۔ کبھی میرا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آتے اور کبھی مجھ کو بھی بھول جاتے تھے۔ کوئی دوسرا آدمی پکڑ کر مجھے ہجوم سے باہر نکالتا۔ بعض وقت کتابیں بھی لٹ جاتی تھیں۔ اور حضرت مخدوم شاہ حسین قیمت دے کر واپس لیتے تھے۔

تذکروں میں ہے کہ آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ قیام مکہ معظمہ کے دوران کوئی حاجت پیش آئی۔ حاجت براری کے لئے اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم جہاں سے تعلق قائم کئے لیکن قائم نہ ہو سکا۔ آخر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ مظفر یہ زمین پیغمبروں کی ہے۔ شرف الدین سے اس زمین پر تعلق قائم نہیں کرتے۔ اگر کوئی حاجت ہو تو مجھ سے کہو میں اسے پورا کروں، اور اگر شرف الدین ہی سے کہنا ہے تو تمہیں یہاں سے اٹھ جانا چاہئے۔'' حضرت مولانا وہاں سے اُٹھ کر مکہ شریف سے کئی کوس باہر آئے۔ اور مخدوم جہاں سے تعلق قائم ہوا۔ اور مولانا کی مشکل حل ہوئی۔

مولانا کے احوال میں ایسے بہت سارے واقعات ہیں کہ ان کی تفصیل طول کلامی ہوگی۔ ''مناقب الاصفیاء، مونس القلوب'' وغیرہ تذکروں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

رشد و ہدایت

مولانا مظفر بلخی نے بھی رشد و ہدایت کے لئے وہی طریقہ اپنایا جو مخدوم جہاں نے اختیار کیا تھا، وہی مجالس مذاکرہ، مکتوب نویسی اور تصنیف و تالیف۔ ''گنج لاتخفیٰ'' ملفوظ شیخ حسین معز بلخی میں ہے کہ:

> ''آپ ایک مجلس سماع میں حاضر تھے۔ مولانا کے چند احباب بھی موجود تھے۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سماع کی زبان سے میں آپ لوگوں کو کچھ پیغام دیتا ہوں اور سماع

آپ لوگوں کو کچھ کہتا ہے۔ اور یہ قطعہ پڑھا ؎

گروہ نفس پرستاں سماع گردانند
یکے دو حرف بگویم من از زبان سماع
بزیر پائے بکوید ہرچہ غیر سماع
سماع ازاں شما و شما ازاں سماع

پھر فرمایا ''غلہ کوٹھیوں میں بھرا پڑا ہے، کپڑے گٹھری میں اسی طرح بندھے پڑے ہیں۔ کسی چیز کو چھوڑا کہ یہاں پائے کوبی کرتے ہو۔''

آپ کی تصنیفات

(۱) ''مکتوبات حضرت مولانا مظفر بلخی'' یہ مجموعہ ایک سو اکاسی مکتوبات پر مشتمل ہے۔

(۲) دیوان مولانا مظفر بلخی

(۳) شرح عقائد نسفی مع عقائد مظفری

(۴) رسالہ مظفریہ در ہدایت درویشی

(۵) شرح مشارق انوار۔

سجادگی

''مناقب الاصفیاء'' کے حوالے سے صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے وسیلہ شرف وذریعہ دولت'' میں تحریر کیا ہے کہ: حضرت مخدوم جہاں کے وصال کے موقع پر مولانا مظفر بلخی موجود نہ تھے۔ جب عدن میں آپ کو اپنے پیر و مرشد کے وصال کی خبر ہوئی تو واپس بہار تشریف لائے۔ اس وقت یہاں سجادگی کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ لیکن کسی خلیفہ کے پاس سجادگی کی سند موجود نہ تھی۔ حضرت مولانا نے حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی کو مخدوم جہاں کا عطا کردہ اجازت نامہ سجادگی لانے کے لئے کہا۔ حضرت شیخ حسین ابھی چند ہی قدم گئے آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔ میرا پیر و مرشد مردہ نہیں۔ لوگوں سے کہا مزار اقدس پر چل کر خود مخدوم رحمۃ اللہ علیہ سے

معلوم کر لیتے ہیں۔ حضرت کے حکم سے سجادگی کا مسئلہ حل کر لیا جائے۔ جناب قاضی عالم وہاں موجود تھے انہوں نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور آپ بالاتفاق مخدوم جہاں کے پہلے سجادہ نشیں ہوئے اور سجادہ نشینی کا یہ سلسلہ آپ کے خاندان میں تقریباً ایک سو تیس سال باقی رہا۔ آپ کے خاندان کے آخری سجادہ جو بہار شریف میں خانقاہ مخدوم جہاں کے سجادہ رہے حضرت شیخ حافظ درویش بلخی تھے۔

شادی اور اولاد

مولانا کی شادی تو ہوئی تھی لیکن اولاد نہ ہوئی۔ مخدوم جہاں نے فرمایا تھا کہ شیخ معزالدین بلخی کی اولاد ان کی اولاد ہوگی۔ چنانچہ حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید ابن شیخ معزالدین بلخی (برادر اوسط مولانا مظفر بلخی) بچپن ہی سے آپ کے سایۂ شفقت میں پلے بڑھے۔ اور آپ ہی سے مولانا کا فیضان جاری ہوا۔

آپ کے خلفاء

(۱) حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے بعد مسند سجادگی پر بیٹھے۔

(۲) حضرت مولانا قمرالدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا کے چھوٹے بھائی تھے۔

(۳) حضرت جمال اولیاء اورھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی وفات، مدفن اور تفویض سجادگی

ولایت عدن مولانا کے سپرد تھی۔ ایک زمانے تک یہاں رہے یہاں تک کہ بیمار ہوئے۔ بیماری نے طول کھینچا تو آپ نے اپنے برادرزادہ حضرت شیخ حسین کو طلب فرمایا اور تمام تبرکات عطا فرمائے اور بہار جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس جگہ بہت پیر ہیں۔ میری کیا طاقت کہ وہاں سر اٹھاؤں۔ فرمایا "۔۔۔ جب تو سر اٹھاوے تو کوئی سر نہ رکھوں۔" پھر کچھ نصیحت فرمائیں اور رحلت کی۔ جنت العدن میں روح پاک کا مسکن ہوا اور زمین عدن میں جسم مبارک کا مدفن۔ رمضان کی تیسری تاریخ تھی اور سن 788ھ کا تھا۔ آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔ اور "روضہ پیر ہندی" کے نام سے مشہور ہے۔

قطعہ تاریخ وفات از صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ:

چشمۂ فیض ذات اوست کزو رفتہ ہر سوئے جوئبار شرف
سال نقل مظفر بلخی جستم ویافتم بہار شریف

788ھ

شعر تاریخ:

روح مولانا مظفر کرد چوں نقل مکاں
از عدن در عدن شد تاریخ مخدوم زماں

(تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۱۸)

☆☆☆

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ

نام	:	تیم اللہ
لقب	:	سفید باز
وطن	:	جیٹھلی شریف، پٹنہ
وفات	:	790 ہجری بمطابق 1388ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن	:	حوض علاء الدین، بہار شریف، ضلع نالندہ
پیرومرشد	:	والد حضرت سید حمید الدین بن آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ	:	چشتیہ

آپ کی حالات زندگی

چھٹی صدی ہجری کے آخری دنوں میں مشہد مقدس سے ایک بزرگ حضرت سید جلال الدین چشتیؒ شہر لاہور تشریف لائے۔ آپ کو بیعت وخلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے حاصل تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید ابراہیم چشتی ہندو پاک کے مختلف علاقوں کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے بہار آئے اور ضلع مظفر پور کے مشہور قصبہ حاجی پور میں مستقل بود وباش اختیار فرمائی۔ حضرت سید ابراہیم چشتی اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے بڑے مایہ ناز بزرگ تھے۔ آپ حاجی پور میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ ہی کے صاحبزادے سید آدم صوفی تھے۔

حضرت مخدوم سید حمید الدین بن سید آدم صوفی اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے۔ لیکن حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادیؒ کے وصال کے بعد ان کی مسند سجادگی پر بٹھائے گئے اور جیٹھلی شریف کے سہروردیہ اور فردوسیہ خانقاہ کے انتظام کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

حضرت مخدوم سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم چشتی بن سید جلال الدین چشتی مشہدی لاہوری، حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی عظیم آبادی قدس سرہٗ کے داماد وخلیفہ اور سجادہ تھے۔ حضرت سید حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ بھی جیٹھلی شریف میں پکی درگاہ میں ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ خانقاہ پیر جگجوت کی مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ مرید وخلیفہ اپنے والد سید حمید الدین کے تھے، آپ کو اپنے نانا حضرت پیر جگجوتؒ اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ سے بھی تمام سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ نے ان بزرگوں سے راہ سلوک میں کافی رہنمائی حاصل کی علاوہ بریں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ سے سلسلہ چشتیہ کا دوسرا خرقہ بھی حاصل تھا اور ایک عرصے تک چراغ دہلوی قدس سرہٗ سے فیض باطن حاصل کرتے رہے۔ آپ کا رجحان اپنے خاندانی سلسلہ چشتیہ کی طرف زیادہ رہا۔ آپ کے ذریعہ صوبہ بہار میں سلسلہ چشتیہ کو بڑا فروغ ہوا اور اس سلسلہ کی کئی مرکزی خانقاہیں وجود میں آئیں۔ آپ نے اپنے والد نانا اور خالہ زاد بھائیوں کے ساتھ بہار میں صوفی تحریک اور تبلیغ دین کے لئے بڑی کاوشیں کیں۔

آپ کے خلفاء

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے خلفاء میں درج ذیل تین بزرگوں کے نام زیادہ مشہور ہیں:

نمبر ۱۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید شاہ فیض اللہ قدس سرہٗ جو آپ کے جانشیں ہوئے۔ حضرت سید شاہ فیض اللہؒ نے موضع جیٹھلی شریف اور بہار شریف کی اقامت ترک کر کے موضع کرجی تڑو گیا گھاٹ پٹنہ میں رہائش اختیار کیا اور اسی جگہ ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو جماعت خانہ کے نام سے مشہور تھی۔ اس مقام سے آپ کے بعد آٹھ پشتوں تک صوفی تحریک اور تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رہا۔

نمبر ۲۔ دوسرے بزرگ حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن اردلی چشتی قدس سرہٗ ہیں۔

آپ کا تعلق سادات بارہہ سے ہے۔ آپ کنتور سے بہار تشریف لائے اور حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر علم و عرفان کے حصول میں مصروف رہے اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق قصبہ ارول اور سہار میں تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔ آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ کی دو خانقاہیں، خانقاہ ارول شریف اور خانقاہ سہار وجود میں آئیں۔ خانقاہ ارول آج بھی قائم ہے جہاں سے حضرت مخدوم کا فیض عام جاری ہے۔

نمبر ۳۔ تیسرے بزرگ حضرت صوفی ضیاء الدین چنڈھوسیؒ بن شیخ نورالدین نور جہاں بن قطب الدین منور بن قطب جمال الدین چشتی ہانسویؒ، حضرت سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ کی خانقاہ بہار کے علاقہ چنڈھوس میں ہے۔ پھلواری شریف میں موجود موئے مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عرب کے سید نے یمن سے لاکر حضرت صوفی چنڈھوسیؒ کے پردادا حضرت قطب جمال ہانسویؒ کو دیا تھا۔ پھر یہ موئے مبارک حضرت صوفی ضیاء الدین چنڈھوسیؒ کے پاس آیا۔ آپ نے یہ تبرک اپنے پیر و مرشد تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کو ہدیہ دیا۔ پھر حضرت سید تیم اللہ سفید باز نے اپنے مرید خاص حضرت شمس الدین سمن ارولی کو دیا۔ کئی پشتوں کے بعد یہ موئے مبارک حضرت سمن ارولی چشتی قدس سرہٗ کے ورثاء سے منتقل ہو کر پھلواری شریف پہنچا اور اب تک وہاں موجود ہے۔

آپ کی شادی اور اولاد

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کی شادی بہار شریف کے محلہ چشتیانہ میں ہوئی تھی جن کے بطن سے حضرت سید شاہ فیض اللہ اور دو صاحبزادیاں بی بی عابدہ اور بی بی نورہ ہوئیں۔ شادی کے بعد حضرت تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ نے جیٹھلی شریف کی اقامت ترک کر کے بہار شریف میں رہائش اختیار فرمائی۔

آپ کی وفات

آپ نے ۹ر محرم الحرام ۷۹۰ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس بہار شریف میں

حوض علاء الدین پر واقع ہے۔ حضرت شاہ عطا حسین صاحب نے کنز الانساب میں آپ کے ایک صاحبزادے سید نعیم اللہ کا ذکر کیا ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت سید تیم اللہ سفید باز اور حضرت مولانا مظفر شمس بلخی ہمجد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید ابراہیم ادھم بلخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی زین العابدینؓ تک پہنچتا ہے۔

سید تیم اللہ بن سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم بن سید جلال چشتی بن سید حسن بن سید محمود بن سید ابراہیم ادھم بلخی بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید امام عمر زید بن سید محمد صوفی بن سید امام قاسم بن سید علی اصغر بن سید عمر اشرف بن امام علی زین العابدین بن امام حسین۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۱۴)

☆☆☆

حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی رحمۃ اللہ علیہ

نام : بدرالدین
لقب : بدر عالم
وفات : 844 ہجری بمطابق 1440ء (عہد سلطان محمد سید)
مدفن : چھوٹی درگاہ، بہار شریف
پیر و مرشد : والد حضرت شیخ فخر الدین زاہدی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : زاہدیہ

آپ کا خاندان

ماہنامہ رسالہ ''آستانہ'' دہلی۔ اکتوبر 1964ء نے حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کو سادات کے ممتاز گھرانے میں شمار کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کے جدامجد حضرت عبدالرحمن رومیؒ کو زیدی سید لکھا ہے۔ ایک روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سید عبدالرحمن رومیؒ کے فرزند سید احمد شاہ صوفی تھے، جن کو شہنشاہ روم حسین شاہ رومی نے متبنیٰ بنالیا تھا، چونکہ سلطان لاولد تھا اس لئے سلطان کے انتقال کے بعد تخت روم پر سید احمد شاہ صوفی جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سید احمد شاہ صوفی کی طبیعت فقیری اور درویشی کی طرف مائل تھی۔ حکومت کا بار گراں گزرا۔ آخر تخت و تاج حضرت عثمان غنی کی ایک اولاد کے سپرد کر کے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اپنی زندگی یاد الٰہی میں بسر کرنے لگے۔ آپ خواجہ حسن رومیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اس قدر زہد و عبادت میں مشغول ہوئے کہ آپ کا لقب ہی زاہد ہو گیا، اور آپ ہی سے روحانی سلسلہ زاہدیہ کی بنیاد پڑی۔ آپ ہی کے صاحبزادے حضرت شیخ شہاب الدین زاہدی امام کعبہ ہندوستان

حوض علاء الدین پر واقع ہے۔ حضرت شاہ عطا حسین صاحب نے کنز الانساب میں آپ کے ایک صاحبزادے سید نعیم اللہ کا ذکر کیا ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت سید تیم اللہ سفید باز اور حضرت مولانا مظفر شمس بلخی ہمجد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید ابراہیم ادھم بلخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی زین العابدینؓ تک پہنچتا ہے۔

سید تیم اللہ بن سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم بن سید جلال چشتی بن سید حسن بن سید محمود بن سید ابراہیم ادھم بلخی بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید امام عمر زید بن سید محمد صوفی بن سید امام قاسم بن سید علی اصغر بن سید عمر اشرف بن امام علی زین العابدین بن امام حسین۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۱۴)

☆☆☆

حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی رحمۃ اللہ علیہ

نام : بدرالدین

لقب : بدر عالم

وفات : 844 ہجری بمطابق 1440ء (عہد سلطان محمد سید)

مدفن : چھوٹی درگاہ، بہار شریف

پیر و مرشد : والد حضرت شیخ فخر الدین زاہدی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : زاہدیہ

آپ کا خاندان

ماہنامہ رسالہ ''آستانہ'' دہلی۔ اکتوبر 1964ء نے حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کو سادات کے ممتاز گھرانے میں شمار کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کے جدامجد حضرت عبدالرحمن رومیؒ کو زیدی سید لکھا ہے۔ ایک روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سید عبدالرحمن رومیؒ کے فرزند سید احمد شاہ صوفی تھے، جن کو شہنشاہ روم حسین شاہ رومی نے متبنیٰ بنالیا تھا، چونکہ سلطان لاولد تھا اس لئے سلطان کے انتقال کے بعد تخت روم پر سید احمد شاہ صوفی جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سید احمد شاہ صوفی کی طبیعت فقیری اور درویشی کی طرف مائل تھی۔ حکومت کا بار گراں گزرا۔ آخر تخت و تاج حضرت عثمان غنی کی ایک اولاد کے سپرد کر کے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اپنی زندگی یاد الٰہی میں بسر کرنے لگے۔ آپ خواجہ حسن رومیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اس قدر زہد و عبادت میں مشغول ہوئے کہ آپ کا لقب ہی زاہد ہو گیا، اور آپ ہی سے روحانی سلسلہ زاہدیہ کی بنیاد پڑی۔ آپ ہی کے صاحبزادے حضرت شیخ شہاب الدین زاہدی امام کعبہ ہندوستان

کے علاقہ جہاں اب میرٹھ آباد ہے وارد ہوئے۔ شیخ شہاب الدین امام کعبہ میرٹھی کے صاحبزادے حضرت شیخ فخر الدین بزرگ خداداد زاہدی کا مزار میرٹھ ہی میں ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کا خاندانی نسب نامہ جو اہل بہار میں مشہور ہے، محترم سید شاہ ولایت حسین ابدالی عرف شاہ وتو علیہ رحمۃ کی بیاض سے نقل کیا گیا ہے جو درج ذیل ہے:

پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی بن شیخ فخر الدین زاہدی ثانی بن شیخ شہاب الدین حق گو شہید زاہدی بن شیخ فخر الدین بزرگ خداداد زاہدی بن شیخ شہاب الدین کبیر زاہدی میرٹھی امام کعبہ بن حضرت احمد شاہ صوفی بن عبدالرحمن رومی بن اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ بن شیخ ابوبکر شبلی بن عثمان بن عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن ضیاء الحق بن عبدالعزیز بن خالد بن عبدالرحمن بن عمر بن خلیفہ ثالث امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

مندرجہ بالا نسب نامہ کی رو سے حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ عثمانی شیخ ہیں۔ حضرت پیر بدر عالم قدس سرہٗ کے دادا حضرت شہاب الدین حق گو شہید نے سلطان جونا خان محمد تغلق کو اس کے روبرو ظالم و جابر کہہ دیا تھا اور سلطان نے آپ کو شہید کرا دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ حق گو شہید کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس زیر قلعہ دہلی واقع ہے۔ آپ کی شادی مشہور عالم دین سید قطب الدینؒ کی دختر سے ہوئی تھی جن کے صاحبزادے شیخ فخر الدین زاہدی ثانی تھے، حضرت پیر بدر عالم زاہدی کے والد کا مزار اقدس بھی دہلی ہی میں حوض شمسی پر ہے۔

مخدوم جہاں کی دعوت

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ العزیز نے بسلسلہ صوفی تحریک اور تبلیغ دین کے لئے بہت سے علماء و مشائخ کو دعوت دے کر بہار بلوایا تھا۔ جنہیں بہار کے مختلف علاقوں میں ولایت تفویض فرمائی تھی۔ مخدوم جہاں نے حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی کو بھی میرٹھ سے بہار طلب فرمایا۔ لیکن جب آپ بہار تشریف لائے تو اس وقت مخدوم جہاں

کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ مخدوم جہاں کے روضہ پر حاضر ہوئے، دو زانوں ہو کر بیٹھے اور مراقب ہوئے۔ ارشاد ہوتا جاتا تھا اور قریب آؤ اور قریب آؤ اور قریب آؤ، یہاں تک کہ زانو مبارک قبر شریف سے جا لگا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض خدام مزار خفا ہو کر بولے کیسا بے ادب فقیر ہے کہ مزار پر چڑھا جاتا ہے۔

بہار شریف میں رہائش

حضرت پیر بدار الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ نے بہار شریف کے محلہ سوہ ڈیہہ میں رہائش اختیار فرمائی اور اسی جگہ آپ کی اولاد مستقل آباد ہوئی۔ آپ کی دختری اولاد یعنی بی بی ابدال صاحبہ کے ورثاء کی ایک شاخ محلہ مرار پور میں رہی۔ شاہ صاحبان اسلام پور اور محترم سید شاہ ولایت حسین ابدالی عرف شاہ ولو کا تعلق اسی شاخ سے ہے۔ حضرت پیر بدر عالم زاہدی کی کمر سے بالا سینہ، پشت اور بازوؤں پر گھنے روئیں تھے جو اس انداز کے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہیں۔ آپ لیٹ کر غسل کیا کرتے تھے تا کہ غسل کا پانی کمر سے نیچے نہ پہنچے۔ حضرت پیر صاحب کا اصل نام تو بدر الدین ہی تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سید جلال الدین بھی لکھا ہے۔ حضرت احمد شاہ صوفی زاہدی کی نسبت سے بدر عالم زاہدی مشہور ہوئے۔ آپ کا لقب سراج الآخرت تھا۔

بنگال میں دین کی اشاعت

سراج الآخرت حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ سے بہار کے ساتھ ساتھ صوبہ بنگال کو بھی بڑا فیض حاصل ہوا۔ آپ بسلسلہ صوفی تحریک اور تبلیغ دین اسلام بنگال بھی تشریف لے گئے۔ آپ جس زمانہ میں بنگال میں قیام پذیر تھے وہ وقت بڑا پُر آشوب تھا۔ عموماً پورا بنگال جادوگری کے لئے خاصہ مشہور تھا اور خصوصیت کے ساتھ چٹگام پہنچے تو وہاں ایک پہاڑی پر قیام فرمایا اور ایک چراغ روشن کیا۔ جس کی روحانی طاقت سے علاقہ کی ظلمت دور ہوئی۔ بدروحوں، جادوگروں اور کاہنوں کا صفایا ہو گیا۔ چراغ کو بنگلہ زبان میں ''چاٹی'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے جس پہاڑ پر آپ نے چراغ روشن کیا تھا اس کا نام چٹی پہاڑ اور اس پورے علاقہ کا نام چاٹیگرام پڑ گیا۔ چاٹی کے معنی چراغ اور گرام کے معنی گاؤں کے ہیں۔ یعنی چراغ والا گاؤں اس

طرح بعد میں چاٹگام مشہور ہوا۔ اس روایت کو آسان الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بنگال کا یہ علاقہ جو کفر کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا آپ نے وہاں اسلام کی روشنی (حق کا چراغ روشن کیا) پھیلائی۔ چٹی پہاڑ پر آج بھی آپ کا چلہ موجود ہے۔ جہاں لوگ ہر سال قندیلیں روشن کر کے آپ کی یاد مناتے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی ملاح کی کشتی دریائی طوفان میں گھر گئی اس نے حضرت پیر بدرؒ کے واسطہ سے اللہ سے دعاء کی اور بہ حفاظت ساحل تک پہنچا۔ جہاز کے اندر جو تجارتی مال تھا اس کا چوتھائی حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ مال ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیا۔ بنگال میں دریاؤں کا جال بچھا ہوا ہے۔ وہاں کی انسانی زندگی میں دریا، ملاح، مچھیروں اور مانجھیوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ کشتی بانی، ماہی گیری اور دریائی تجارت کرنے والوں میں آج بھی حضرت پیر بدر عالم زاہدیؒ سے ارادت وعقیدت قائم ہے۔ ملاحوں اور ماحی گیروں کے ترانوں، گیتوں اور قصیدوں میں حضرت پیر بدرؒ کا نام کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جب ملاح اپنے بادبانی جہاں کا لنگر اٹھاتے ہیں، جب کبھی وہ یا ان کی کشتی کسی خطرہ سے دوچار ہوتی ہے مانجھی طوفان میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ نبی پنجتن پیر بدر بدر۔ بنگال کے شہر دیناج پور میں بھی حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کا ایک چلہ گاہ ہے جو درگاہ پیر بدر عالم کے نام سے مشہور ہے۔ سلطان علاء الدین حسین شاہ (علی مبارک) کی مدد سے آپ نے یہیں راجہ مہشا سے جنگ کی تھی جو بڑا ظالم وجابر تھا۔

آپ کی شادی اور اولاد

سراج الآخرت حضرت پیر بدرالدین بدر عالمؒ نے کئی شادیاں کیں جن میں ایک فیروز شاہ نامی کسی سلطان کی دختر تھیں۔ فیروز شاہ کی مناسبت سے کسی نے فیروز شاہ تغلق لکھا، کسی نے فیروز شاہ شرقی اور کسی تذکرہ نگار نے فیروز شاہ موصوف کو حاکم بنگال تحریر کیا ہے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی ایک اہلیہ فیروز شاہ نامی کسی حکمراں کی دختر نیک اختر تھیں۔ پیر بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کی کل چھ اولادیں تھیں۔ پسر اوّل شیخ شہاب الدین پیر قتال، پسر دوم شیخ ابو سعید، پسر سوئم شیخ جنید، پسر چہارم شیخ تیز طبع، پسر پنجم شیخ ابو اسحٰق اور ایک دختر بی بی ابدال صاحبہ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کی شادی حضرت سید محمد دانشمند حصاری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ بن مخدوم

سید محمد علیم الدین گیسودراز دانشمند نیشاپوری سے ہوئی، جن کا تذکرہ اس کتاب میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ حضرت بی بی ابدال صاحبہ نے اپنے شوہر حضرت سید محمد فردوسیؒ کی اجازت سے موضع بی بی پور ضلع گیا جو اس وقت ایک جنگل تھا۔ چلّہ کشی کی اور بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ روایت ہے کہ اکثر بی بی صاحبہ کو ہاتھ میں سانپ کے کوڑے لئے شیر پر سواری کرتے دیکھا گیا۔ حضرت بی بی ابدال صاحبہ کی اولادوں میں شاہ صاحبان اسلام پور، حضرات مرار پور، بہار شریف، اہل ابو پور، ضلع پٹنہ، میر صاحبان موضع اورنگپور اور ابراہیم پور پکورہ ضلع پٹنہ وغیرہ ہیں۔

آپ کی وفات

حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کا وصال 27 رجب 844ھ بمطابق 1440ء کو بہار شریف میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے مزار پر کوئی گنبد نہیں ہے۔ آپ کے روحانی اثرات برما سے انڈونیشیا تک پائے جاتے ہیں۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۲۹)

☆☆☆

حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی رحمۃ اللہ علیہ

نام : احمد
لقب : لنگر دریا
ولادت : 826 ہجری بمطابق 1422ء
وفات : 891 ہجری بمطابق 1486ء (عہد سلطان بہلول لودی)
مدفن : بہار شریف
پیر و مرشد : والد حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد شیخ حسن دائم جشن بلخیؒ کے بعد خانقاہ معظم بہار شریف میں مخدوم جہاں کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ 27 رمضان المبارک 826ھ کو پیدا ہوئے۔ شریعت و طریقت کی تعظیم اپنے جد امجد حضرت شیخ حسین اور والد حضرت شیخ حسن سے حاصل کی۔ آپ کا قول تھا کہ رقص کرنا، تالیاں بجانا، پاکوبی کرنا اور آستین جھاڑنا (دوران سماع) اس وقت تک بے معنی ہے جب تک کہ کوئی ایسا کرنے سے پہلے اپنی نفسانیت، کبر و حسد اور مال و دولت پر لات نہ مارے۔

جناب پروفیسر معین دردائی نے مونس القلوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ احمد لنگر دریا کہتے ہیں: ”مکہ کے راستہ میں ایک جہاز ڈوبنے لگا اور دو روز تک تمام مسافر ناامیدی کے جھولے میں جھولتے رہے۔ ناامیدی نے ہر ایک کو دہشت زدہ بنا دیا تھا۔ میں اپنے تمام اہل

وعیال کے ساتھ جہاز پر تھا اور سوچتا تھا کہ خداوندا تیرے اس کام سے میں راضی ہوں۔ ضرور اس میں تیری کوئی مصلحت چھپی ہوگی۔ اسی اثناء میں میری لڑکی فاطمہ کو غنودگی آ گئی تو اس نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خواب میں دیکھا کہ وہ تسلی دے رہے ہیں کہ تم لوگ ناامید نہ ہو جہاز محفوظ رہے گا۔ اس کے بعد جہاز خطرہ سے باہر ہو گیا۔"

آپ کا قول

حضرت شیخ احمد لنگر دریا قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ یوں تو مسلمانوں پر پانچ شکر واجب ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے وجود میں لایا، دوسرے یہ کہ حیوان بنایا جمادات نہ بنایا، تیسرے یہ کہ حیوان مطلق نہ بنایا بلکہ انسان بنایا، چوتھے یہ کے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ پانچویں یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی امت میں بنایا۔ لیکن مجھ پر ایک شکر اور واجب ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے غلاموں میں شمار کرایا۔

آپ کی وفات

حضرت شیخ احمد لنگر دریا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 19 رمضان المبارک 891ھ کو ہوا۔

آپ کی تصنیفات

آپ کا ایک دیوان مطبوعہ ہے، جو مطبع حنفیہ پٹنہ میں چھپا ہے۔ آپ کے دیوان کو دیکھنے سے آپ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں تصوف اور اخلاقی مضامین کے علاوہ دردمندی اور سوز و گداز پایا جاتا ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ابراہیم سلطان بلخی فردوسیؒ تھے جو بہار میں اپنے والد کی رحلت کے بعد مخدوم جہاں کی خانقاہ میں مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

(شرفاء کی نگری، جلد اوّل، ص ۱۰۱)

☆☆☆

حضرت سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں رحمۃ اللہ علیہ

نام : فضل اللہ

لقب : گوسائیں

وفات : 925 ہجری بمطابق 1519ء (عہد سلطان ابراہیم لودی)

مدفن : محلہ بارہ دری، بہار شریف

پیرومرشد : حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں قدس سرہٗ سلسلہ قادریہ کے بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ آپ بیتاً قادری، نسباً حسنی الحسینی سادات اور حضرت سید قطب الدین محمد کڑئی قادریؒ کی اولاد امجاد سے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب

سلسلہ نسب مولوی کریم الدین مرحوم نے اپنی کتاب ''کنزالانساب'' میں بحوالہ ''تذکرۃ السادات'' اور ''تاریخ آئینہ اودھ'' تحریر کیا ہے جو درج ذیل ہے:

''سید فضل اللہ گوسائیںؒ بن سید نصیر الدین گنج علم بن سید حسن بن سید علی شاہ بن سید امیر بڈا مجذوب بن سید قیام الدین بن سید صدر الدین بن سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن میر سید قطب الدین محمد کڑمیؒ بن سید رشید الدین احمد غزنوی بن سید یوسف جمال بن حسن النقیب کوفہ بن محمد

اصغر الثانی بن عبداللہ اشتر الکاہلی بن محمد النفس الزکیہ بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسنؓ۔''

آپ کا وطن

حضرت میر سید قطب الدین محمد کڑئی جیلان سے بغداد، غزنی اور دہلی ہوتے ہوئے الٰہ آباد کے علاقہ کڑا مانک پور میں آکر مقیم ہوئے۔ جناب شیخ احمد اکبر آبادی مرحوم اپنی کتاب ''رسالہ تذکرۃ السادات'' میں ''ملفوظہ قطبیہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت میر سید قطب الدین محمد بعد از مراجعت از مقام دہلی بمارسیدہ چنیں است کہ چوں حضرت از مقام دہلی مع فرزندان وتوابعان نصرت تواماں مراجعت بجانب مشرق کردند از آنجا تفحص زمین صالح وتفتیش ارض مطبوع کنان منزل بمنزل کوچ میفرمودند کہ ہرجا کہ زمین صالح ومطبوع باشد رایات اقامت الی یوم القیامت آنجا نصب کنیم چو برزمین خاک پاک کوڑہ کہ قریب قصبہ ہنسوہ بمسافت نیم فرسنگ واقع است رایات عالیا رسید مقام دلکش در طبع شریف برائے استقامت تا قیامت پسندیدہ ومطبوع نمود۔''

حضرت مخدوم سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں قادری قدس سرہٗ کا خاندان کی نو پشتیں یعنی حضرت میر سید قطب الدین کڑئی سے آپ کے والد میر سید شاہ نصیر الدین گنج علمؒ تک کڑا مانکپور میں رہا۔ حضرت مخدوم گوسائیں قدس سرہٗ العزیز کڑا مانک پور سے نقل مکانی کر کے صوبہ بہار کے تاریخی شہر بہار شریف کے محلّہ دائرہ میں رہائش پذیر ہوئے۔

آپ کی شادی

آپ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل قادری جونپوری کی صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کو حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جون پوریؒ سے بیعت وخلافت بھی تھی۔ اور آپ نے اپنے خسر اور مرشد سے علم ظاہری وباطنی بھی حاصل کئے۔ جب آپ کی پہلی بیوی حضرت بی بی راضیہ نے وصال فرمایا تو دوسری شادی حضرت بی بی امینہ

سے ہوئی۔ دونوں اہلیہ بہار شریف محلہ دائرہ میں آپ کے قریب ہی مدفون ہیں اس سلسلہ میں سید شاہ افضل حسین اصدقی شیر پوری گیاوی اپنی کتاب ''تحقیق الاقوام'' میں لکھتے ہیں:

آپ کی دو زوجہ بی بی رضیہ و بی بی امینہ دونوں حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جونپوری کی دختر تھیں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جونپوری کو خواب میں فرمایا کہ فلاں نامی فلاں جگہ کا یہاں آئے گا اس سے اپنی لڑکی کو بیاہ دینا۔ چنانچہ ویسا ہی کیا۔ شب عروس کو حضرت فضل اللہ ذکر میں مشغول ہوئے۔ آپ کی اہلیہ اوّل نے بعد فراغت ذکر فرمایا، ہمارے والد تو اس طرح ذکر کرتے تھے کہ نفی میں موجودگی ان سے نفی ہوتی تھی اور اثبات موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ ویسا ہی ذکر اہلیہ نے کر کے دکھایا۔ اس روز سے آپ نے ان کو مرشد بنالیا جس کی وجہ سے یہ فرمایا کہ ہماری قبر اہلیہ کے پائنتین کی طرف دبی رہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہے۔ (یعنی آپ کی قبر اہلیہ اولیٰ کے پائنتین محلہ دائرہ، بہار شریف میں ہے)۔ اوّل سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری سے اولاد اور آل ماشاء اللہ بکثرت ہیں۔ آپ بڑے صاحب کمال ہوئے اور آپ کو خلافت حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جون پوری سے ملی۔

بہار شریف میں آمد اور گوسائیں کا لقب

حضرت سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں قدس سرہٗ سے متعلق ''رسالہ تذکرۃ السادات'' میں جناب شیخ احمد اکبر آبادی مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم شاہ قطب الدین بینائے دل قادری جون پوری کی صاحبزادی سے منسوب ہونے کے بعد بہار و بنگال کے علاقہ کو وطن بنالیا اور وہاں کے مشاہرین میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ صوبہ بہار کا ایک راجہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس لئے کہ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ نے اس کو ایک اولاد نرینہ عطا کیا اور صاحب اولاد ہوا۔ لہٰذا راجہ اور اس کے اقرباء تعظیماً آپ کو گوسائیں کہنے لگے جو لقب کی صورت اختیار کر گیا۔ اور آپ ''سید گوسائیں'' کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ حضرت ایک صوفی بزرگ تھے۔ شاہ قطب الدین بینائے دل جون پوریؒ کے داماد اور خلیفہ تھے۔ بہار شریف کے محلہ دائرہ میں سلسلہ قادریہ قطبیہ کی خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ آپ تمام علوم اسلامیہ اور علوم باطنی سے مرصع تھے۔ آپ کی خانقاہ سے صوفی تحریک پھیلی اور سلسلہ قادریہ کا بڑا فروغ ہوا۔

آپ کی خانقاہ کی مقبولیت

جناب ڈاکٹر سید محمد طیب ابدالی اسلام پوری مدظلہ اپنی کتاب ''جادۂ عرفاں'' میں حضرت مخدوم میر سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں قدس سرہٗ کی خانقاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بہار شریف کے محلہ بارہ دری میں سلسلہ قادریہ اور قلندریہ کے مشہور بزرگ حضرت میر فضل اللہ گوسائیں، حضرت قطب الدی بینائے دل جونپوری کے داماد و مرید اور خلیفہ ہیں جن کی عظمت و بزرگی کا چرچا تھا۔ ان کی خانقاہ رشد و ہدایت کے لئے اتنی مشہور و معروف ہوئی کہ سلسلہ قادریہ اور سلسلہ قلندریہ کا فیضان اس خانقاہ سے صوبہ بہار کی اکثر خانقاہوں میں پہنچا۔ آپ کا فیضان حضرت منعم پاکباز کو پہنچا ہے۔ اور اسلام پور، خسرو پور، شیخ پورہ، بہار شریف، داناپور، رام ساگر، گیا کی خانقاہوں میں سلسلہ قادریہ کا فیضان آپ ہی کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔

آپ کا سلسلہ

''اذکارُ الابرار'' میں مولانا شاہ محمد تقی حیدر کا کوی تحریر فرماتے ہیں: ''علاوہ سلسلہ عالیہ قلندریہ کے آپ سے سلسلہ قادریہ، سہروردیہ، مداریہ بھی جاری ہوا۔ چنانچہ اجازت اس سلسلہ کی آپ کے صاحبزادہ حضرت سید محمود کو تھی اور ان سے حضرت سید نصیر الدین کو اور ان سے شیخ ابراہیم قادری کو اور ان سے خواجہ معز الدین کرجوی کو اور ان سے حضرت شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی کو اور ان سے ابوالحسن فرد کو اور ان سے حضرت شاہ علی حبیب نصر کو اور ان سے حضرت شاہ سلیمان پھلواروی کو۔

آج بھی حضرت سید فضل اللہ عرف گوسائیں قدس سرہٗ کا فیضان بسلسلہ قادریہ ہندوستان و پاکستان میں جاری و ساری ہے۔

آپ کا فیضان بسلسلہ قادریہ

حضرت سید محمد تقی درویش بے ریا، حضرت سید نظام الدین قادری قطبی، حضرت دیوان سید محمد جعفر باڑھ، حضرت سید خلیل الدین قادری قطبی، حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک، پٹنہ اور حضرت مخدوم شاہ حسن علی پٹنہ سے ہوتا ہوا حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی خسرو پوری جن کی خانقاہ

صفی پور، ضلع پٹنہ میں ہے کو پہنچی۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی کے ذریعہ سلسلہ قادریہ قطبیہ، حضرت سید شاہ ولایت علی کو خانقاہ اسلام پور، حضرت شاہ جمال علی کو خانقاہ شعیبیہ شیخپورہ مونگیر اور حضرت جناب سید شاہ امین احمد فردوسی کو خانقاہ معظم بہار شریف وغیرہ پہنچا۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی کی اولادوں میں حضرت حکیم حافظ سید شاہ ابوالحیات اور جناب سید شاہ ولایت علی اصلاحی مدظلہ سلسلہ قادریہ قطبیہ کے فیوض و برکات صوبہ بہار سے پاکستان کے شہر کراچی لائے۔

آپ کی وفات

جناب سید احمد سجاد مرحوم کی بیاض (قلمی) میں تحریر ہے کہ حضرت مخدوم میر سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں قدس سرہٗ العزیز نے 5 جمادی الثانی 925ھ کو وصال فرمایا۔ ''فخر آدم'' سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ آپ صوبہ بہار کے مشہور شہر بہار شریف کے محلّہ دائرہ میں آسودہ خاک ہیں۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۷)

☆☆☆

حضرت پیر امام الدین راجگیری شطاری رحمۃ اللہ علیہ

نام : امام الدین

لقب : پیر

وفات : 1130 ہجری بمطابق 1717ء (عہد مغل بادشاہ فرخ شیر)

مدفن : محلہ ملکی کلاں، راجگیر، ضلع نالندہ

پیر و مرشد : والد حضرت سید تاج الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : شطاریہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت پیر امام الدین راجگیری قدس سرہٗ کا اسم مبارک خواجہ سید فضل اللہ اور لقب عبدالحسیب تھا، لیکن آپ پیر امام الدین راجگیری کے نام سے مشہور ہوئے۔ 10 رشوال 1058ھ (1648ء) کو پیدا ہوئے۔ حضرت پیر امام الدین راجگیریؒ سلسلہ شطاریہ کے بڑے مایہ ناز اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ حسنی سادات میں تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب

صاحب مخزن الانساب نے آپ کا پدری سلسلہ نسب تحریر کیا ہے، وہ اس طرح ہے۔

پیر سید امام الدین حسنی راجگیری بن سید تاج الدین ثالث بن سید محی الدین بن سید سراج الدین بن سید شہاب الدین بن سید علی منجھن دانشمند بن سید محمد دانشمند بن سید جگن بن سید عبداللہ بن سید احمد دانشمند بن سید محمود بن سید تاج الدین بن میر سید عماد الدین محمد حسنی البغدادی

بن سید تاج الدین محمد بن سید محمد بن سید عزیز الدین ثانی بن میر سید محمد القرشی بن سید ابو محمد بن علی مرتضیٰ والی عراق بن رضی الدین بن علی بن حسنین بن احمد بن محسن بن حسین بن ہبیر بن محمد بن حسین القوتی بن علی بن حسین بن علی بن حسن بن حسن الخ بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم القمری بن حسن المثنیٰ بن امام حسنؓ۔

تعلیم وتربیت

حضرت سید پیر امام الدین راجگیر شطاریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت سید تاج الدین شطاریؒ اور حضرت میر سید جعفر جویؒ سے حاصل کی۔ علم ظاہری کی تکمیل کے لئے بنگال کے تاریخی شہر سنارگاؤں تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضرت خوندکار شیخ محمد افضلؒ سے تحصیل علم فراغ کیا۔ دوران تعلیم ظاہری، سنارگاؤں میں آپ راہ سلوک میں بھی مشغول رہے۔ تصوف اور راہ سلوک کی طرف آپ بچپن سے ہی مائل تھے۔ جو آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ آپ کو اپنے اساتذہ کرام اور پیرانِ طریقت سے بے حد محبت واخلاص کا تعلق رہا جس کا اظہار آپ کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ آپ نے (1094ھ مطابق 1683ء) پینتیس سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار حضرت سید تاج الدین شطاریؒ کے دست حق پر بیعت کی اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل کر کے خاندانی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔

شطاریہ سلسلہ

روحانی سلسلوں میں سلسلہ فردوسیہ کے بعد بہار میں سلسلہ شطاریہ کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ سہ ماہی رسالہ فکر ونظر، اسلام آباد کے شمارہ 4 جلد 31/اپریل جون 1994ء میں جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب کا مقالہ ''شطاری روایات کے جامع میر امام الدین راجگیری'' طبع ہوا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ''جند ہا، شمالی بہار کے جدید ویشالی ضلع کا ایک دیہی علاقہ ہے جو تقریباً ڈھائی سو سال تک مشرقی ہندوستان میں سلسلہ شطاریہ کا مرکز رہا ہے۔ اس خانوادے کے سرخیل شیخ قاضن شطاری اور ان کی اولاد و امجاد نے سلسلہ شطاریہ کی ترویج واشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ شیخ قاضن کے داماد کی ساتویں پشت میں تھے اور شیخ

رکن الدین شطاری جند ہوی شیخ قاضن کی خانقاہ کے سجادہ نشیں اور ساتویں نسل سے تھے۔ دونوں خانوادوں میں قدیم قرابتداری اور تعلق روحانی تھا۔ شیخ رکن الدین شطاری میر امام الدین کے مرشد تھے۔ دونوں میں قلبی محبت کا ایک خاص تعلق تھا۔ ممکن ہے بچپن سے ہی میر موصوف جند ہا آتے رہے ہوں مگر تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے شیخ رکن الدین کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں مگر ملفوظات جمع کرنے کا خیال غالباً دیر سے آیا تھا۔ کیونکہ ملفوظات میں 1104ھ مطابق 1692ء سے لے کر 1117ھ مطابق 1705ء تک یعنی صرف چودہ سال کے ملفوظات موجود ہیں۔ شیخ رکن الدین نے رمضان 1098ھ مطابق 1686ء کی شب چہارم میں نصف شب تازہ غسل کے بعد میر موصوف کو شرائط تلقین سے نوازا۔ اُسی رمضان کے اخیر عشرہ میں دیگر خاندانی اور ''اذکار مشرب شطار'' عنایت فرمایا اور یوم عید کے دن حصار عیدگاہ میں جبہ و دستار ''شجرہ پیران شطار'' اور اجازت نامہ سے سرفراز کیا۔''

بنگال کا قیام

حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ جس زمانہ میں بنگال کے شہر سنار گاؤں میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کی ملاقات حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری سے ہوئی۔ پیر صاحب کو شاہ صاحب قدس سرہٗ سے ایک عقیدت اور قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ تکمیل علم کے بعد ایک سال تک یعنی 1079ھ۔ 1080ھ تک آپ شاہ صاحب سے مستفید ہوتے رہے۔ جب محرم 1080ھ کو شاہ صاحب کا وصال ہوا تو پیر امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہٗ ان کے مرقد مبارک سے منسلک ہو گئے اور برسوں مجاوری کرتے رہے۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہ کو حضرت شاہ نعمت اللہ قادریؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ وجیہ الدینؒ اور داماد حضرت شاہ نعیم اللہؒ سے بھی اجازت و خلافت عطا ہوا۔ 1111ھ مطابق 1700ء میں ذی الحجہ کی چودھویں رات کو بعالم خواب آپ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوریؒ (بنگال) سے بیعت ہوئے۔ اس کے علاوہ میر سید جعفر قادری رشیدی سے قادریہ رشیدیہ، میر سید محمد اسلم جعفری سے چشتیہ، فردوسیہ اور مداریہ سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔

آپ کی تصانیف

جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہٗ کے علمی کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''میر امام الدین کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلسلہ شطاریہ کی تمام تعلیمات کو اپنی نادر تحریروں کے ذریعہ یکجا کر محفوظ کر دیا ہے اور اس دلچسپ روحانی سلسلے کے مشائخ (برصغیر میں عموماً اور بہار و مشرقی ہندوستان میں خصوصاً) کے کارناموں اور تعلیمات کو عام کرنے میں قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔'' مختلف تذکروں سے پیر صاحب کی تین تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) **مقتبس الانوار (مناہج الشطار)**: یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ راہ سلوک میں جو کچھ آپ کو اپنے بزرگوں سے ملا اس کو آپ نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ حقیقت و طریقت اور تصوّف کی راہ پر چلنے والوں کے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔

(۲) **معدن الاسرار**: یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے اور اس میں اپنے پیران طریقت سے حاصل کردہ تمام وظائف اور اذکار کو جمع کر دیا ہے۔

(۳) **ملفوظات شیخ رکن الدین شطاری**: یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے۔ اس میں حالات و واقعات حضرت شیخ رکن الدینؒ اور ان کے ملفوظات کو یکجا کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب کے بیان کے مطابق اس کتاب میں دلچسپ تاریخی معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں۔ جیسے سلطان حسین شاہ شرقی کا شیخ قاضن شطاری کی خانقاہ میں آمد۔ حضرت شیخ پھول گوالیاری کا مرزا ہندال کے ہاتھوں شہادت پانا۔ شاہجہاں کی بغاوت اور عظیم آباد پٹنہ میں آمد، صوفیائے کرام سے ملاقات اور اس کے اثرات۔ داراشکوہ کی مشکلات اور اس کے ملازم کا دغا دینا۔ شہزادہ عظیم الشان کی شیخ رکن الدینؒ کے روضہ اقدس پر حاضری اور چادر پوشی کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

آپ کی شخصیت

جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب اپنے مقالہ میں حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہٗ کے متعلق تحریر کرتے ہیں: ''میر امام الدین اپنی عظیم علمی وروحانی شخصیت کی وجہ سے معاصر حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ روحانی حلقوں میں ان کی بات حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ اپنی بے پناہ عبادت، ریاضت، علمی وقار، جاذب نظر شخصیت کی وجہ سے اپنے مرشد کے بھی محبوب تھے۔ سترہویں صدی کے آخر اور اٹھارہویں صدی کے دوسرے دہائی کے آخر تک وہ صوبہ بہار کے علمی وعرفانی حلقوں میں اہم حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی روحانی صلاحیت کا شہرہ سن کر مغل بادشاہ فرخ سیر دہلی روانہ ہونے سے قبل راجگیر حاضر ہوکر ان سے دعاء کا خواستگار ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بہار اور اس کے نواح کے شطاری صوفیاء کے کارنامے، ہندوستان کے سلسلہ شطاریہ کی تعلیمات اور مشرب شطاریہ کے مشائخ اور ان کی تعلیمات کی ایک جامع تاریخ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ پیر امام الدین راجگیری کے نوادرات علمی اس سلسلے میں بے حد مددگار ثابت ہوگی۔

آپ کی وفات

حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس نے بروز جمعہ شب میں 26 ذی الحجہ 1130ھ مطابق 1717ء کو وصال فرمایا۔ آپ محلہ ملکی کلاں راجگیر میں آرام فرماں ہیں۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۳۰۴)

☆☆☆

حضرت مخدوم فریدالدین طویلہ بخش چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(چاند پورہ، بہار شریف)

نام : فریدالدین

لقب : طویلہ بخش

وفات : چودھویں صدی عیسوی میں ہوئی

مدفن : احاطہ خانقاہ طویلہ بخش، چاند پورہ، بہار شریف

پیرومرشد : حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ

خلافت

حضرت مخدوم سید فریدالدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہٗ اپنے خالہ زاد بھائی اور برادر نسبتی حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ مخدوم طویلہ بخش پنڈوہ شریف میں ایک درخت کے ساتھ اُس کے سایہ میں بیٹھ کر کپڑا سینے کا کام کرتے تھے۔ آپ کپڑے کی سلائی کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جو کوئی جو کچھ دے دیتا اُسے لے لیتے تھے۔ اسی راستہ سے اکثر گھوڑے کے تاجر گزرتے تھے۔

طویلہ بخش کا لقب

ایک مرتبہ گھوڑے کا ایک تاجر وہاں ٹھہر گیا اور اس نے حضرت کو اپنا کپڑا سینے کو دیا۔ آپ نے اس تاجر سے پوچھا، یہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا تم اپنا کام کئے جاؤ۔ تم کو کیا مطلب ہے کہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے اور یہ جئیں گے یا مریں گے۔ آپ نے فرمایا ''جئیں یا مریں ہم کو کیا۔'' دوسرے دن صبح کو

سارے گھوڑے مرے پائے گئے۔ تاجر بڑا پریشان ہوا۔ اس نے لوگوں سے کل کی بات کا ذکر کیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت شیخ علاء الحق کے داماد ہیں، تو وہ تاجر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے حضرت مخدوم کو بلایا اور کہا ''جوانی کا غصہ نہیں جاتا ہے؟ غریب کے گھوڑے تم نے مار ڈالے۔'' آپ نے فرمایا۔ ''حضور مجھے کیا، گھوڑے مرتے ہوں یا جیتے ہوں۔'' حضرت شیخ علاء الحق نے تاجر سے کہا جاؤ گھوڑوں کو زندہ پاؤ گے اور حضرت مخدوم فرید الدین قدس سرہٗ کو طویلہ بخش کا لقب عطا فرمایا۔

آپ کی خانقاہ

حضرت مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہٗ بسلسلہ تبلیغ ورشد وہدایت خلق بنگال سے بہار تشریف لائے۔ بہار شریف کے قریب چاند پورہ میں رہائش اختیار فرمائی۔ چاند پورہ، بہار شریف میں، خانقاہ طویلہ بخش بہت مشہور ہے۔ دنیائے اسلام میں علم فقہ اور منطق کے مشہور عالم دین حضرت ملا محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے خاندان میں مرید ہوئے جو احاطہ خانقاہ طویلہ بخش چاند پورہ میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ کی اولادوں میں بکثرت صوفیاء ومشائخ گزرے ہیں۔ حضرت سید سلطان چشتی نظامی قدس سرہٗ تقویٰ اور طہارت ظاہری وباطنی سے آراستہ تھے۔ صاحب کرامت اور مقام عالی رکھتے تھے۔

آپ کا سلسلۂ نسب پدری

آپ کا پدری سلسلہ نسب صاحب مخزن الانساب نے اس طرح لکھا ہے:

سید شاہ محمد سلطان ثانی چشتی النظامی بن سید محمد بخش بن سید احسان اللہ بن سید امر اللہ بن سید عنایت اللہ بن سید مسعود بن سید محبوب بن سید منصور بن سید مظفر بن سید سلطان اکبر بن سید نصیر الدین بن سید معین الدین بن مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی بن سید ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی بن سید احمد بدایونی بن سید علی بخاری بن سید عبداللہ بخاری بن سید حسن بخاری بن سید علی بخاری بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر مدنی بن سید جعفر الثانی مدنی بن امام علی الہادی نقی بن امام جواد محمد تقی بن حضرت امام علی رضا۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۲۶)

حضرت شاہ ابوصالح محمد یونس شعیبی فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

نام : یونس

وفات : 1986ء

مدفن : نزد مزار حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش، محلہ انبیر، بہار شریف

پیر و مرشد : حضرت شاہ محمد قاسم فردوسی سجادہ نشیں خانقاہ فردوسیہ، شملہ

سلسلہ : فردوسیہ

آپ کا شجرہ نسب

حضرت شاہ ابوصالح محمد یونس شعیبی فردوسی قدس سرہٗ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری کے چچازاد بھائی حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی شیخ پوروی کی اولاد میں سے ہیں۔ ''یادگار قلندر'' میں آپ کا شجرہ نسب اس طرح تحریر ہے:

سید ابوصالح محمد یونس بن ابوسعید بن برکت حسین بن محمد حسین بن اسد علی بن غلام حسین بن شیخ شرف الدین بن شیخ غلام مصطفیٰ بن شیخ منہاج الدین بن شیخ شہاب الدین بن شاہ جلال بن مخدوم فیروز بن نظام الدین بن مخدوم مظفر بن مخدوم عالم پناہ حضرت شاہ شعیب بن مخدوم جلال بن مخدوم عبدالعزیز بن امام تاج فقیہ۔ (شرفاء کی نگری حصہ دوم، ص ۱۶۷)

حالات زندگی

شاہ ابوصالح محمد یونس علیہ الرحمۃ کا خاندان اصل رہنے والا شیخ پورہ، ضلع شیخپورہ کا تھا۔ لیکن آپ کے والد اپنے سسرال موضع مہانند پور میں آباد ہو گئے تھے۔ اس طرح حضرت شاہ

صاحب 1917ء میں موضع مہانند پور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ پھر بہار شریف میں مولوی نور الحسن صاحب اور مولانا حفیظ صاحب کے درس میں شریک ہوئے۔ مدرسہ وحیدیہ، ضلع آرہ سے عربی، فارسی، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر کے مستند عالم دین ہوئے۔ مزید تعلیم کے شوق میں آپ نے الٰہ آباد، کانپور اور لکھنؤ کا سفر بھی کیا اور کچھ دنوں ندوۃ العلماء میں زیر تعلیم رہے۔ حصول تعلیم کے بعد کچھ دن آپ تلاش معاش میں سرگرداں رہے۔ آخر کے کچھ دنوں مظفر پور میں اپنے چچازاد بھائی سید محمد مجتبیٰ وکیل کے ساتھ رہے اور وہاں کے ہائی اسکول میں معلمی کرنے کے بعد 1939ء میں کلکتہ پہنچے۔ کلکتہ کے دوران قیام آپ نے شام نگر کے علاقہ میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ یہاں آپ نے حصول رزق کے ساتھ سماجی کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ مذہبی، معاشی، رفاہی، معاشرتی اور تعلیمی کاموں میں مشغولیت کے علاوہ آپ کا تعلق سیاست سے بھی رہا۔ مسلم لیگ کے آپ سرگرم کارکن تھے۔ حصول آزادی کے لئے بھی آپ نے کام کیا۔ 1942ء کو آپ کلکتہ سے وطن واپس ہوئے اور امارت شرعیہ بہار سے وابستہ ہوگئے۔ اس دینی تنظیم سے منسلک ہوکر آپ نے تبلیغ کا کام انجام دیا۔ صوبہ بہار کے گوشہ گوشہ کا سفر کیا اور دین مصطفوی ﷺ کے حقیقی روح سے مسلمانوں کو روشناس کرایا۔

بیعت وخلافت

ایک بار حضرت شاہ ابو صالح محمد یونس قدس سرہٗ ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ موضع سملہ، ضلع گیا تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت شاہ محمد قاسم فردوسی علیہ الرحمۃ سجادہ نشیں خانقاہ فردوسیہ، سملہ سے ہوئی اور آپ ان کے دست حق پرست پر مشرف بیعت ہوئے۔ مرشد نے بیعت کے بعد تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ اس طرح آپ نسبی اور روحانی دونوں طرف سے شعیبی فردوسی ہیں۔ آپ اکثر روحانی تعلیم وتربیت کے لئے مرشد کی خدمت حاضر ہوا کرتے۔

عبادت وریاضت

آپ نے شہروں کے بجائے پہاڑی اور جنگلی علاقوں کا رُخ کیا۔ بقول ڈاکٹر محمد مجاہد

صاحب آپ نے اپنی عمر کا آخری طویل حصہ پلاموں، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کے پہاڑی اور جنگلی علاقوں میں گزارا۔ جن میں ''چاندو پہاڑی'' کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس پہاڑی پر آپ چلہ کشی کیا کرتے تھے اور جنگلی قبائیلوں میں تبلیغ کا کام کیا کرتے۔ موضع کیرکی سے متصل چاندو پہاڑی آپ کی چلہ گاہ کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بکثرت چلہ گاہوں، مراقبہ گاہوں اور عبادت گاہوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے ذکر واذکار کا ایک نیا سائینٹفک طریقہ اپنایا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کا اصول تھا کہ مریدوں اور معتقدین کو اس کے مزاج اور ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے اس کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

تصوف کی اشاعت کے لئے مدارس، چلہ گاہوں، مراقبہ گاہوں کا قیام

دینی درسی کتابوں سے شغف رکھنے والوں کے لئے مدرسے قائم کئے۔ لکھنے پڑھنے کا شوق رکھنے والوں کے لئے ایک ادارہ ''دارالرشاد'' 1959ء میں قائم کیا۔ جس کے تحت دینی کتابوں کی اشاعت کے علاوہ ایک رسالہ ''الرشاد'' جاری کیا۔ عبادت گزاروں اور دردووظائف سے ذوق رکھنے والوں اور عشق حقیقی سے سرشار لوگوں کے لئے جنگلوں اور بیابانوں میں چلہ گاہوں اور مراقبہ گاہوں کی بنیاد رکھی۔ حضرت محمد یونس شعیبی قدس سرہٗ نے جو مدارس قائم کئے اس کی ایک فہرست صاحب ''یادگار قلندر'' نے تحریر کیا ہے۔ وہ مدارس درج ذیل ہیں:

۱۔ صوبہ بہار کے نالندہ کے بقرہ اور دیپ نگر قصبوں کے مدارس۔
۲۔ صوبہ بہار کے ضلع گریڈیہہ کے محلہ بڑھیا کھاد کا مدرسہ۔
۳۔ صوبہ بہار کے ضلع پلاموں کے کیرکی، نترائین اوزلا واگڑھ قصبوں کے مدارس۔
۴۔ صوبہ اڑیسہ کے ضلع میور بھنج کے شہر باری پدا کا مدرسہ۔
۵۔ صوبہ بنگال کے کلکتہ شہر کے محلہ شام نگر (گوریلیا بازار) کا مدرسہ۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۶۸)

چلہ گاہوں کا قیام

ڈاکٹر محمد مجاہد ''یادگار قلندر'' میں چلہ گاہوں کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ''اندرون صوبہ اور بیرون صوبہ حضور حضرت گرم سیل قلندر (آپ معتقدین اور ہمعصروں میں گرم سیل قلندر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں) نے کل کتنی چلہ گاہیں قائم کیں اس کی مکمل تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ لیکن جن علاقوں کی عوام کی رسائی یعنی آمد و رفت کا سلسلہ قلندر کے دولت کدے (واقع بہار شریف محلہ لہیری سرائے) پر ہوتی تھی۔ ان علاقوں کے چلہ گاہوں کا مندرجہ ذیل پتہ ہے۔''

۱۔ چاندو پہاڑ موضع کیرکی و پانکی، ضلع پلاموں، صوبہ بہار۔
۲۔ چلہ گاہ قلندر موضع تابرو ستبروا، ضلع پلاموں، صوبہ بہار۔
۳۔ چلہ گاہ قلندر موضع جے نگر، ضلع سرگوجہ، صوبہ مدھیہ پردیش۔
۴۔ میدان صالحین موضع برگیڈیہہ، ضلع سرگوجہ، صوبہ مدھیہ پردیش۔
۵۔ چلہ گاہ قلندر موضع سنہٹ، ضلع بالیسر، صوبہ اڑیسہ۔

''یادگار قلندر'' میں مزید لکھا ہے:

''ان تمام چلہ گاہوں میں ''چاندو پہاڑی'' کو خاص مرکزیت اور اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے گرم سیل قندر رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی تاریخ کا علم سب کو قبل سے ہی ہوتا تھا آپ کے قیام کے لئے پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹی سی کٹیا ہے۔ جس کو ''کہف کبیر'' کہا جاتا ہے۔ اور اس کے اطراف نصف پہاڑی کی بلندی تک مریدوں کے ''کہف'' ہیں جہاں ہر مرید کو دس دنوں کا چلہ کرنا پڑتا تھا جو اپنے چلہ کے دوران دن کو ''صوم صمت'' یعنی روزہ نہ بولنے کی قید کے ساتھ رکھتا اور شام کو جو کی روٹی سے افطار کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر دسمبر کی سردیوں کا مہینہ ہوتا تھا جس میں پورا پہاڑی دامن چلہ کشوں سے بھرا ہوتا تھا۔ سبھی لوگ اپنے اپنے ''کہف'' میں درود و وظائف میں مشغول ہوتے تھے۔ آج کل ان چلہ گاہوں میں بقیہ تمام

پروگراموں کے علاوہ ہر ماہ کے انگریزی کی 4 تاریخ کو حلقے کے افراد اجتماعی طور پر قرآن خوانی کی مجلس برائے ایصال ثواب حضور گرم سیل قلندر کرتے تھے۔"

کشف وکرامات

حضرت شاہ ابوصالح محمد یونس شعیبی فردوسی (گرم سیل قلندر) بیسویں صدی کے صاحب شریعت وطریقت اور کشف وکرامت بزرگ تھے۔ آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور بھی ہوا۔ آپ پا پیادہ جنگلوں اور بیابانوں میں چکر لگایا کرتے۔ ایک بوڑھے اُوراؤں جو ضلع پلاموں کے جنگلی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا کے نابینا بیٹے کی آنکھ میں اپنا لعاب لگا دیا جس سے اس کو بینائی نصیب ہوئی۔ آپ کے ایک مرید شیخ امیر اللہ کا بیٹا گونگا تھا۔ آپ نے اس بچے کو ایک چھوہارے چبا کر کھلایا اور تمام حاضرین کے ساتھ دعا فرمائی۔ وہ بچہ اسی وقت بولنے لگا جو آج شیخ ذاکر بن امیر اللہ ایک ہائی اسکول میں ٹیچر ہیں۔ کلاس میں بڑی روانی سے لکچر دیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب جڑی بوٹیوں سے امراض کا علاج بھی کرتے تھے۔

آپ کے تصانیف

آپ کو تصنیف وتالیف سے بھی لگاؤ تھا۔ درج ذیل تصانیف آپ کی مشہور ہیں جن میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ کی "مناقب الاصفیاء" کا ترجمہ ہے۔

صبح ہدایت، رہنمائے طریقت، میلاد الرشاد، مصابیح رشاد آپ کی تصانیف ہیں۔ (ترجمہ مناقب الاصفیاء) دو جلدوں میں بھی کیا۔

آپ کی وفات

حضرت گرم سیل قلندر شاہ ابوصالح محمد یونس قدس سرہٗ نے 4 جون 1986ء کو وصال فرمایا اور حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ کے آستانہ کے اندر آرام فرما ہیں۔ آپ کا عرس 27 رمضان المبارک کو منعقد ہوتا ہے۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۶۹)

☆☆☆

حصہ سوم

تذکرۂ

صوفیاء عظیم آباد، پٹنہ

حضرت قاضی شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ

نام	:	شہاب الدین
لقب	:	پیر جگجوت
وطن	:	کاشغر
ولادت	:	570 ہجری
وفات	:	666 ہجری بمطابق 1267ء (عہد سلطان بلبن)
مدفن	:	کچی درگاہ، موضع عالم پور جیوٹھلی شریف (پٹنہ)
پیر و مرشد	:	شیخ شہاب الدین سہروردی ملتانی
سلسلہ	:	سہروردیہ

حالات زندگی

سلسلہ سہروردیہ کے سب سے پہلے بزرگ جو ہندوستان تشریف لائے وہ حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہٗ العزیز ہیں۔ آپ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اپنے پیر کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ اصل رہنے والے کاشغر کے تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے والد سلطان سید شاہ محمد عرف شیخ عبدالرحمن کو کاشغر کا بادشاہ اور آپ کو کاشغر کا شہزادہ لکھا ہے۔ اور بعضوں نے قاضی کاشغر لکھا ہے۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ آپ کاشغر کے امراء میں سے تھے۔ امارت و ریاست کو خیر باد کہہ کر آپ تبلیغ دین کے لئے نکل پڑے۔ کاشغر سے ایران اور ایران سے لاہور تشریف لائے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کی سیر کرتے ہوئے صوبہ بہار کے ایک موضع ''عالم پور جیوٹھلی''

میں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ آپ کی پیدائش 570ھ میں کاشغر میں ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بی بی مریم عرف ملکہ جہاں خاتون حضرت سید وجہہ الدین کاشغری کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو بھی شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت حاصل تھی۔ پیر جگجوت کے ہندوستان آنے کا زمانہ سلطان بلبن کے دور حکومت میں قیاس کیا گیا ہے۔

آپ کا نسب نامہ

حضرت پیر جگجوت قدس سرہٗ حسینی سادات میں تھے اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؒ کے واسطہ سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جناب پروفیسر محمد معین الدین دردائی مرحوم نے اپنی کتاب ''تاریخ سلسلہ فردوسیہ'' میں آپ کا نسب نامہ تحریر کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمد بن سید شاہ احمد بن سید شاہ ناصر الدین بن سید یوسف بن سید حسن بن سید قاسم بن سید موسیٰ بن سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحاق بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت بی بی فاطمہؓ بنت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(شرفا کی، نگری، حصہ اول، ص ۹۲)

آمد بہار

آپ 600ھ کے آس پاس بہار تشریف لائے اور پٹنہ سے آٹھ میل دور موضع عالم پور جیونھلی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اکثر تذکروں میں آپ کے نام کے ساتھ 'قاضی' لکھا ہوا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے 595ھ میں صوبہ بہار پر قبضہ کر لیا تو معاملات کے تصفیہ کیلئے قاضی کی ضرورت درپیش ہوئی ہوگی۔ چنانچہ آپ کو دعوت دی گئی اور آپ قاضی کی حیثیت سے بہار تشریف لائے۔

ارادت و خلافت

کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ارادت و

خلافت تھی اور ان کو حضرت خواجہ ابو نجیب ضیاء الدین سہروردی سے اور ان کو حضرت خواجہ ابو حفص عمر و جیہ الدین سے، صوبہ بہار میں آپ پہلے سہروردی بزرگ ہیں۔ آپ سے رشد و ہدایت اور علم تصوف کی ترویج بڑے پیمانے پر ہوئی۔ آپ زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ کثرت سے روزے رکھتے اور لوگوں سے اخلاق و محبت سے پیش آتے۔ آپ کا آستانہ بلاتفریق مذہب و ملت سب کے لئے کھلا رہتا ہے۔ آپ کے در پر جو گیا بے فیض نہیں لوٹا۔

تعلیمات

عاجزی و انکساری اور پابندیٔ شریعت آپ کی تعلیم کے اہم اور بنیادی نکات تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ ''جو شخص شریعت پر گامزن رہے گا وہی طریقت کی منزل پر پہنچے گا اور وہی سلوک کی راہ آسانی سے طے کر سکتا ہے۔'' (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۴۹)

آپ کی صاحبزادیاں

تمام تذکرہ نگاروں نے حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہٗ کی اولاد نرینہ کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا ہے۔ صرف آپ کی چار صاحبزادیوں اور ان کے ورثاء کی تفصیل پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرت مخدوم جہاں کے ملفوظات کے مطالعہ اور خصوصیت سے معدن المعانی میں مذکور ہے کہ آپ کی نرینہ اولاد بھی تھی جن سے آپ کا نسبی سلسلہ جاری ہے۔ اکثر ملفوظات میں مخدوم جہاں کے ماموں زاد بھائیوں کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت بی بی رضیہ

حضرت پیر جگجوت قدس سرہٗ کی سب سے بڑی صاحبزادی بی بی رضیہ عرف بڑی بوا تھیں جن کی شادی حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیریؒ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ تھے، جنہیں سلطان المحققین، شیخ الاسلام، مخدوم الملک اور مخدوم جہاں جیسے بلند القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کی بے شمار تصانیف سے مسلمانان عالم فیضیاب ہو رہے ہیں۔ حضرت بی بی رضیہ خود ایک ولیہ کاملہ خاتون تھیں جنہوں نے

بڑی جانفشانی سے اسلامی اور شرعی احکام کے مطابق اپنی زندگی بسر کی اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت بھی اسی نہج پر کی۔

حضرت بی بی حبیبہ

پیر جگجوت قدس سرہٗ کی منجھلی صاحبزادی بی بی حبیبہ عرف بی بی جیاؒ اپنے وقت کی مخدومہ تھیں۔ اور حضرت سید موسیٰ ہمدانی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے حضرت سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ جیسے پُرجلال و پرشکوہ بزرگ تھے۔

حضرت بی بی کمال

حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوتؒ کی تیسری صاحبزادی حضرت بی بی کمال تھیں۔ جن کا مزار صوبہ بہار کے موضع کاکو میں مرجع خلائق ہے اور جن کی بزرگی اور فیض سے ایک زمانہ فیضیاب ہوتا رہا۔ آپ کی شادی حضرت مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی بن شیخ عبدالعزیز منیری بن امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے مخدوم عطاء اللہ، صاحبزادی بی بی کمال (ہم نام والدہ) اور نواسہ حضرت شاہ حسین غریب دھکڑ پوش رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے صاحب کشف وکرامت بزرگ شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت بی بی جمال

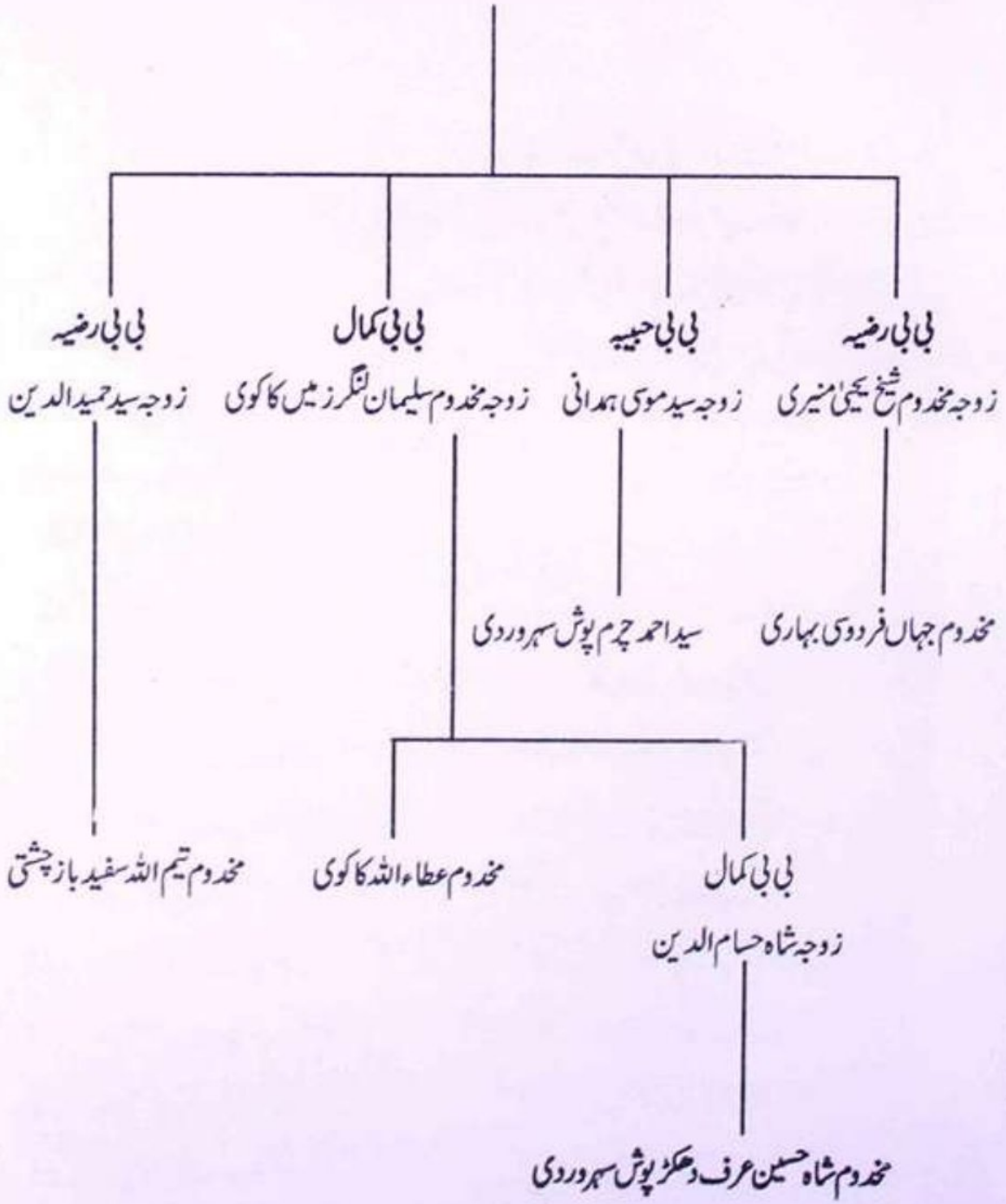
حضرت بی بی جمال عرف بی بی جمالو پیر جگجوت قدس سرہٗ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں جو حضرت حمید الدین بن حضرت سید شاہ آدم صوفی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں۔ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید بار چشتی قدس سرہٗ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی وفات

حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہٗ نے 21 ذیعقدہ 666ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار موضع عالم پور، جیٹھلی، ضلع پٹنہ میں لب دریائے گنگا واقع ہے اور کچی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار خام یعنی مٹی کے ہونے کے باوجود بھی ہمیشہ سیلاب گنگا سے محفوظ

رہتا ہے۔آپ کے پاس ہی آپ کی اہلیہ بی بی ملکہ جہاں خاتون کا مزار ہے۔کچھ فاصلہ پر آپ کے سمدھی حضرت سید آدم صوفی کا مزار ہے جو پکی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔حضرت میر سید قاسم شیر رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت پیر جگجوت قدس سرہٗ کے احاطہ مزار میں آسودہ خاک ہیں۔
(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۹۳)

نقشہ اولاد پیر جگجوت عظیم آبادی



حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ

نام : آدم
لقب : صوفی
وطن : مشہد مقدس
ولادت : 584 ہجری (بہار کے حاجی پور میں پیدا ہوئے)
وفات : 697، ہجری بمطابق 1297ء (عہد سلطان علاء الدین خلجی)
مدفن : پکی درگاہ، موضع جیوٹھلی شریف (پٹنہ)
پیر و مرشد : بابا فرید الدین گنج شکر اور مخدوم شیخ شہاب الدین پیر جگجوت
سلسلہ : چشتیہ، سہروردیہ

آپ کا سلسلۂ نسب

۱۔ حضرت آدم صوفی
۲۔ بن حضرت سید ابراہیم
۳۔ بن حضرت سید جلال
۴۔ بن حضرت سید حسن
۵۔ بن حضرت سید محمود
۶۔ بن حضرت سید ابراہیم ادھم
۷۔ بن حضرت سید سلیمان
۸۔ بن حضرت سید ناصر
۹۔ بن حضرت سید محمد
۱۰۔ بن حضرت سید یعقوب
۱۱۔ بن حضرت سید احمد
۱۲۔ بن حضرت سید اسحٰق
۱۳۔ بن حضرت سید امام عمر
۱۴۔ بن حضرت محمد صوفی
۱۵۔ بن حضرت امام قاسم
۱۶۔ بن حضرت علی اصغر

۱۷۔ بن حضرت عمر اشرف ۲۰۔ بن حضرت فاطمۃ الزہرا

۱۸۔ بن حضرت امام زین العابدین ۲۱۔ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹۔ بن حضرت امام حسین (اعیان وطن)

آمد بہار

آپ کے جدامجد حضرت سید جلال الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے۔ اور مشہد مقدس کے رہنے والے تھے۔ حکم پیر کے تحت لاہور تشریف لائے اور آپ کے صاحبزادے سید ابراہیم چشتی نے لاہور سے صوبہ بہار کے قصبہ حاجی پور میں سکونت اختیار کر لی۔ یعنی اس جگہ مقیم ہوئے جہاں آج حاجی پور آباد ہے۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ موضع عالم پور جیوٹھلی چلے آئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

بیعت وارشاد

حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد بزرگوار سے بیعت حاصل تھی اور انہیں اپنے والد حضرت سید جلال الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہیں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے (بحوالہ اعیان وطن مولفہ حکیم سید محمد شعیب پھلواروی) لیکن خانقاہ رشیدیہ جون پور کے پانچویں صدی ہجری کے بزرگ حضرت غلام ارشد جون پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات (گنج فیاضی مخطوطہ) میں آپ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید وخلیفہ لکھا ہے۔ اس اعتبار سے آپ کا سلسلہ ارادت اس طرح ہے۔ حضرت آدم صوفیؒ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر عن حضرت قطب الدین بختیار کاکی عن حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ بہار میں سلسلہ چشتیہ کے اولین بزرگوں میں ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔

اولاد

آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

وفات ومدفن

بعمر ایک سو تیرہ سال 697ھ میں انتقال فرمایا اور موضع جیوٹھلی میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار پکی درگاہ کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۵۱)

حضرت مخدوم شاہ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ

نام : حمید الدین

وطن : موضع عالم پور جیوٹھلی

وفات : 770 ہجری بمطابق 1368ء (عہد سلطانِ فیروز شاہ تغلق)

مدفن : پکّی درگاہ، جیوٹھلی شریف (پٹنہ)

پیر و مرشد : والد حضرت مخدوم آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ، سہروردیہ

سلسلہ نسب

آپ حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اِس طرح پہنچتا ہے۔

۱۔ حضرت آدم صوفی
۲۔ بن حضرت سید ابراہیم
۳۔ بن حضرت سید جلال
۴۔ بن حضرت سید حسن
۵۔ بن حضرت سید محمود
۶۔ بن حضرت سید ابراہیم ادھم
۷۔ بن حضرت سید سلیمان
۸۔ بن حضرت سید ناصر
۹۔ بن حضرت سید محمد
۱۰۔ بن حضرت سید یعقوب
۱۱۔ بن حضرت سید احمد
۱۲۔ بن حضرت سید اسحٰق
۱۳۔ بن حضرت سید امام عمر
۱۴۔ بن حضرت محمد صوفی
۱۵۔ بن حضرت امام قاسم
۱۶۔ بن حضرت علی اصغر

۱۷۔ بن حضرت عمر اشرف ۲۰۔ بن حضرت فاطمۃ الزہرا

۱۸۔ بن حضرت امام زین العابدین ۲۱۔ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اعیان وطن)

۱۹۔ بن حضرت امام حسین

رشد وہدایت

آپ کو سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد حضرت آدم صوفی کے ہاتھوں پر بیعت حاصل تھی۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ کی نرینہ اولاد نہ تھی اسلئے حضرت کی خانقاہ کی ذمہ داریاں بھی آپ ہی کو اُٹھانی پڑیں۔ والد بزرگوار حضرت آدم صوفی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ آپ کے ذمے تھی ہی چنانچہ دونوں خانقاہیں باہم ضم ہوگئیں۔ جہاں بیٹھ کر آپ نے رشد وہدایت کا زبردست کام کیا۔ آپ نے اشاعت اسلام میں جس جاں فشانی سے کام لیا اس کا منہ بولتا ثبوت جیونھلی شریف اور اس کے نواح کی مسلم آبادیاں ہیں۔ آج بھی لوگ آپ کے مزار پر حاضر ہوکر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت کی چھوٹی صاحبزادی بی بی جمال سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز جیسا ولی کامل فرزند عطا فرمایا۔

وفات اور مدفن

آپ کی وفات 770ھ میں ہوئی۔ مزار جیونھلی شریف میں پکی درگاہ کے احاطے میں واقع ہے۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۱۶۳)

☆☆☆

حضرت دیوان شاہ ارزاں رحمۃ اللہ علیہ

نام : ارزاں

لقب : دیوان شاہ

وطن : قصور، افغانستان

وفات : 1028 ہجری بمطابق 1618ء (عہد مغل بادشاہ جہانگیر)

مدفن : درگاہ شاہ ارزاں، سلطان گنج، پٹنہ

پیر و مرشد : حضرت بایزید ابوتراب سہروردی، حضرت بہلول دریائی قادری

سلسلہ : قادریہ، سہروردیہ

حضرت دیوان شاہ ارزاں کی خانقاہ اور درگاہ کے فن تعمیر کا جائزہ

قلب شہر پٹنہ میں عظیم المرتبت صوفی بزرگ حضرت دیوان شاہ ارزاں کی تاریخی درگاہ کا وسیع و عریض احاطہ ہے۔ باوجود امتداد زمانہ اس احاطہ کی شان ہنوز اپنا اثر زائرین کے دلوں پر نقش کرتی رہتی ہے۔ وسیع احاطہ کے تین بلند دروازے اور مغربی دروازے سے داخلہ کے بعد دست راست پر حضرت دیوان شاہ ارزاں کی خانقاہ کا بلند دروازہ اور بائیں ہاتھ میں جامع مسجد اور اس سے متصل شمال مغرب میں وسیع عیدگاہ، چند قدم آگے بڑھنے پر دائیں جانب قبرستان اور بائیں جانب احاطۂ درگاہ جس میں ہر ایک سجادہ نشیں کا ترتیب کے ساتھ الگ الگ قبہ، مغرب رو ہو کر دروازے میں داخل ہو کر چلتے جلے جایئے اور دائیں بائیں سجادہ نشینوں کے گنبد دار مقبروں سے گزرتے ہوئے داخلی دروازے تک رسائی ہوتی ہے۔ ایک کشادہ ڈیوڑھی میں قدرے کم

اونچائی کا دروازہ جس کی پیشانی پر یہ عبارت کندہ ہے:

بہر تاریخش در گہش رفتم
'پاک درگاہ خاص حق' گفتم

1052ھ

(نور علیٰ نور، ص ۵)

عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب داخلی دروازے سے آدمی اندر داخل ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے آخرت کا سفر طئے ہو گیا اور کسی نیکوکار کی جنت میں داخل ہو گیا۔ کشادہ باغ جس میں سلیقہ کی کیاریاں، اشجار سایہ دار، پاک وصاف حلقہ اور معطر فضا میں چند سیڑھیاں چڑھ کر ایک باوقار وسیع گنبد والے مقبرے تک پہنچ ہوتی ہے جس کی کم اونچائی والا دروازہ کسی بلند وبالا اور اعلیٰ شخصیت کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھا رہا ہے اور اس کی پیشانی پر سیاہ لوح پر یہ قطعہ درج نظر آتا ہے:

رفت قطب زماں بآسانی
بریاض بہشت نورانی
سال فوتش زفیض ملہمہ غیب
گفت دل 'شاہ جنت ارزانی'

1028ھ

(نور علیٰ نور، ص ۶)

اسلام علیکم یا ولی اللہ کہتے ہوئے جب انسان اندر داخل ہوتا ہے تو ایک طرف جہاں مشام جاں مہک اٹھتا ہے وہیں کانوں میں رس گھولتی ہوئی یہ سرگوشی بھی سنائی دیتی ہے۔

ادخلوھا بسلام امنین

اندر جو منظر ہے وہ ''نم کنومۃ العروس'' کی ارضی تفسیر وتشریح ہے۔ اعمال صالحہ کی دنیا کا ایک دولہا ہے جو فضل ورحمت کا تکیہ لگائے آرام فرما ہے۔

درگاہ شاہ ارزاں کے بارے میں شیخ غلام یحییٰ لکھتے ہیں:

خصوص ایک ہے درگاہ شاہ ارزاں کی
وہاں جو دیکھا تو حیراں ہے عقل انساں کی

عجب مقام ہے کہتی ہے یوں قلم کی زباں
ادب سے چل نہیں سکتا ہے میرا پاؤں یہاں

مزار پر جو وہ گنبد ہے مثل قبۂ نور
وہاں ہے جلوہ نما کچھ عجب طرح کا ظہور

کسو کا بہر زیارت گزار ہو اندر
تو دیکھے کیا نظر آتا ہے حق کا واں مظہر

بیاض وسعت گنبد کو کوئی اگر دیکھے
اور اس کی وہ کروّیت لحاظ کر دیکھے

تو ہو یقیں کہ یہ آسمان نور کا ہے
زمین پہ جلوہ خدا ہی کے یاں ظہور کا ہے

مراد مانگنے کا کبھی گر کوئی خیال کرے
یا اس جناب میں چاہے کچھ عرض حال کرے

توقبل ازیں کہ وہ مطلب زبان پر آوے
امید جتنی ہے اس کی تمام بر آوے

جو شامیانہ ہے اس پر سیاہ مخمل کا
اور اس میں لطف جو ہے نقرئ مسلسل کا

نہ شامیانہ ہے اس پر جو غور کر دیکھو
نہ اس میں ٹانکی ہے جھالر جو غور کر دیکھو

(نور علیٰ نور، ص ۷)

آپ کا شجرۂ خلافت

اسمائے گرامی	سن وصال	آرام گاہ
۱۔ امام الانبیاء سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱ ہجری	مدینہ منوّرہ
۲۔ سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم	۳۶ھ	نجف اشرف
۳۔ سیدنا خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۰ھ	بصرہ
۴۔ سیدنا خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۰ھ	بغداد شریف
۵۔ سیدنا خواجہ داؤد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۶ھ	بغداد شریف
۶۔ سیدنا خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰۰ھ	(کرخ) بغداد
۷۔ سیدنا خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵۰ھ	بغداد شریف

۸۔ سیدنا خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۶۹ھ	بغداد شریف
۹۔ سیدنا عبداللہ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۳۴ھ	(سامرہ) بغداد
۱۰۔ سیدنا شاہ عبدالعزیز تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۰۱ھ	بغداد شریف
۱۱۔ سیدنا شاہ ابوالفرح ترطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۳۵ھ	بغداد شریف
۱۲۔ سیدنا شاہ ابوالحسن ہنکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۸۶ھ	تیونس
۱۳۔ سیدنا شاہ ابوسید المبارک مخدومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۱۳ھ	بغداد شریف
۱۴۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۶۱ھ	بغداد شریف
۱۵۔ سیدنا شاہ نورالدین قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-----	------
۱۶۔ سیدنا شاہ عبدالرزاق پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۰۳ھ	بغداد شریف
۱۷۔ سیدنا دادا میر حیات قلندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	زندۂ جاوید	------
۱۸۔ سیدنا شاہ بہلول دریائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹۸۳ھ	پنجاب (پاکستان)
۱۹۔ سیدنا دیوان شاہ ارزاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۲۸ھ	پٹنہ (بہار)

(جلوۂ ارزانی، ص ۱۰۴)

آپ کا لقب

پیران پیر دستگیر حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے آپ کو ''دیوان'' کا لقب ملا ہے اور فرمایا گیا کہ جب تک تمہارے دفتر میں نام نہیں لکھا جائے گا اس کا شمار ولی میں نہیں ہوگا، اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے آپکو ''دولہا'' کا لقب ملا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ولیوں کے درمیان آپ کی حیثیت دولہا جیسی محترم و معزز ہوگی۔

(جلوۂ ارزانی، ص ۹۶)

آپ کی خصوصیت

حضرت دیوان شاہ ارزاں کی شخصیت اپنے عہد میں اور اس کے بعد بھی بلکہ آج تک بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ کے اوراق میں جس زاویہ نگاہ سے جھانک

کر دیکھا جائے، آفتاب شریعت حضرت دیوان شاہ ارزاں کی شخصیت عبقری اور بلند نظر آتی ہے وہ اپنے وقت کے بلند پایہ عالم دین، عارف باللہ، سالک راہ طریقت اور مصلح قوم وملت تھے۔ فقہی مسائل میں آپ تحقیق واجتہاد کے مقام پر فائز تھے۔ ساتھ ہی ساتھ پشتو کے بلند پایہ کے شاعر تھے اور رسالہ مرآۃ المحققین اور 'بسم اللہ کی تفسیر' کے مؤلف تھے، متوکل علی اللہ ایسے کہ شہنشاہ جہانگیر نے ایک بڑی جائداد نذر کی، لینے سے انکار کیا۔ شہنشاہ نے اصرار کیا تو اس کے فرمان کو چاک کر کے آگ میں ڈال دیا۔ اسلام کی حمیت ایسی کہ اکبر نے دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین پیش کیا تو اس کے خلاف باضابطہ آپ نے جہاد کیا۔ زبان میں تاثیر ایسی کہ جو بات کہی بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوئی۔ نظر کی تاثیر ایسی کہ مردے کو دیکھا تو زندہ ہو گیا۔

حالاتِ زندگی

جہاں تک آفتاب شریعت حضرت دیوان شاہ ارزاں رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا تعلق ہے تو نویں صدی ہجری میں آفتاب شریعت کے جد اعلیٰ تبلیغ دین کے لئے مدینہ منورہ سے افغانستان تشریف لائے۔ تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شاہ ارزاں کی ولادت باسعادت پنجاب پاکستان کے ضلع قصور میں ہوئی تھی۔ بعض تذکروں میں یہ بھی درج ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہ خویشگی سے ہے اور آپ کے نام کے آگے کہیں کہیں خویشگی بھی لکھا ہوا ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت اور حصول بیعت

شاہ ارزاں نے تعلیم دوسرے اساتذہ کے علاوہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی سے بھی حاصل کی۔ بیعت حضرت بایزید ابوتراب مدنی سے ہوئے۔ قادریہ سلسلہ کی تعلیم حضرت بہلول دریائی (وفات۔ 983ھ) سے اور قلندریہ سلسلہ کی تعلیم حضرت دادا میر حیات زندہ جاوید سے حاصل کی۔ اسلام اور انسانیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے دنیا کے بیشتر حصے کا سفر کیا۔

(جلوہ ارزانی، ص ۱۵)

آپ کی تصنیفات

حضرت دیوان شاہ ارزاں صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ کئی ہزار اشعار پر مشتمل آپ کا

پشتو زبان میں دیوان مطبوعہ ہے۔ فارسی میں بھی ایک مختصر دیوان ہے۔ آپ کی ایک رباعی مندرجہ ذیل ہے:

بے محو شدن بحق رسیدن نتواں بے فقر جمال عشق دیدن نتواں
تا یک سر موز ہستی باقی از جام فنا جرعہ کشیدن نتواں

فارسی زبان میں آپ نے اور بھی کتاب لکھی ہے۔ ایک رسالہ مرأۃ المحققین لکھی ہے جو پشتو زبان میں ہے اور کلیات کے علاوہ ایک رسالہ تصوف کے موضوع پر ہے۔ اس کے علاوہ ایک ضخیم سفرنامہ بھی آپ نے لکھا تھا۔ (جلوۂ ارزانی، ص ۱۷۔۱۶)

مغل بادشاہوں کو آفتاب شریعت سے گہری عقیدت تھی۔ مشکل پڑنے پر آپ کی بارگاہ میں اور وصال کے بعد آپ کی خانقاہ اور آستانے پر حاضر ہوتے رہے ہیں۔ آج بھی آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے اور آپ کی خانقاہ مرکز رشد و ہدایت ہے۔

آفتاب شریعت حضرت دیوان شاہ ارزاں کا فیض ہندوستان اور ہندوستان سے باہر بہت سی خانقاہوں میں پہنچا ہے اور اس سلسلے کی خانقاہیں ملک اور بیرون ملک میں آج بھی موجود ہیں اور رشد و ہدایت کے کام میں لگی ہوئی ہیں۔

آپ کی وفات

حضرت دیوان شاہ ارزاں کا وصال 3 رذی الحجہ (1028ھ) میں ہوا۔ شاہ جہاں بادشاہ جو آپ کا عقیدت مند تھا جس نے 1040ھ میں آپ کے مزار مبارک پر ایک عظیم الشان روضہ بنوایا، روضہ کے دروازے پر قطعہ تاریخ وصال یوں کندہ ہے:

رفت قطب زماں بہ آسانی
بہ ریاض بہشت نورانی
سال فوتش ز فیض ملہم غیب
گفت دل شاہ جنت ارزانی

1028ھ۔1618ء (جلوۂ ارزانی، ص ۱۷)

آپ کے سجادگان

آپ کے بعد آپ کے مرید وخلیفہ قطب الاقطاب حضرت شاہ شجاول دیوان (م۔ 1064ھ) سجادہ نشین ہوئے۔ آفتاب شریعت کی خانقاہ خلفاء سے چلتی ہے اولاد سے نہیں۔

حضرت دیوان شاہ ارزاں کے بعد ان کے سجادگان بالترتیب حسب ذیل ہیں:

پہلے سجادہ نشیں حضرت شاہ شجاول قدس سرہٗ	م 2/ذیقعدہ 1064ھ۔ 1653ء
دوسرے سجادہ نشیں حضرت شاہ شہباز قدس سرہٗ	م 29/محرم 1126ھ۔ 1714ء
تیسرے سجادہ نشیں حضرت شاہ بسنت قدس سرہٗ	م 18/رجب 1158ھ۔ 1745ء
چوتھے سجادہ نشیں حضرت شاہ کریم اللہ قدس سرہٗ	م 2/جمادی الاول 1185ھ۔ 1771ء
پانچویں سجادہ نشیں حضرت شاہ کریم بخش قدس سرہٗ	م 6/رمضان المبارک 1211ھ۔ 1796ء
چھٹے سجادہ نشیں حضرت شاہ کریم بخش قدس سرہٗ	م 10/ذی الحجہ 1252ھ۔ 1836ء
ساتویں سجادہ نشیں حضرت شاہ عباد اللہ قدس سرہٗ	م 28/ربیع الاول 1260ھ۔ 1844ء
آٹھویں سجادہ نشیں حضرت شاہ غلام نجف قدس سرہٗ	م یکم شعبان 1308ھ۔ 1890ء
نویں سجادہ نشیں حضرت شاہ حیدر علی قدس سرہٗ	م 28/ذیقعدہ 1316ھ۔ 1898ء
دسویں سجادہ نشیں حضرت شاہ حامد حسین قدس سرہٗ	م 11/جمادی الثانی 1387ھ۔ 1968ء
گیارہویں سجادہ نشیں حضرت شاہ عاشق حسین قدس سرہٗ	م 26/محرم/1422ھ۔ 2001ء

(نور علیٰ نور، ص ۸)

آپ کے بعد ہونے والے جانشیں کے لئے آپ کی وصیت

۱۔ متوفی سجادہ کے بعد جو جانشیں بنایا جائے گا تو اولاد یا قرابت دار کو ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ مسترشدین ومجازین میں جو شرائط سجادگی پر پورا اترے گا اس کا باضابطہ انتخاب کیا جائے گا۔

۲۔ سجادہ نشیں کو عالم باعمل، جامع شریعت وطریقت ہونا چاہئے۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتا ہو اور اہل بیت کا عقیدت مند ہو۔

۴۔ زندگی کا ہر ہر لمحہ یاد الٰہی اور ارشاد حق و خدمت خلق میں گزارے۔

۵۔ حق اللہ کے ساتھ ساتھ حق العباد پر بھی نظر رکھے۔

۶۔ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرے اور متوکل علی اللہ ہو۔

۷۔ سجادہ پر قدم رکھنے سے قبل اعتکاف و عزلت نشینی کی نیت کر لینا ہوگا اور جب خروج شرعاً فرض یا واجب ہوگا تو خلوت سے باہر نکلے گا۔ (جلوۂ ارزانی، ص ۹۰)

سلسلہ ارزاں شاہی کی خانقاہیں

آفتاب شریعت دیوان شاہ ارزاں علیہ الرحمہ محلہ درگاہ پٹنہ کے تین سو ساٹھ خلفاء تھے۔ پھر یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور بہت سی خانقاہیں وجود میں آئیں۔ اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ یہ اللہ والے نام و نمود کے بالکل قائل نہ تھے۔ انہوں نے مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت میں اپنی پوری زندگی گزار دی۔

اب تک ہندوستان میں جن خانقاہوں کی معلومات ہو سکی ہے اس کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مرکزی خانقاہ۔ خانقاہ آفتاب شریعت حضرت دیوان شاہ ارزاں، پٹنہ (بہار)

۲۔ خانقاہ حضرت بھولے شاہ دیوان بنارس، یوپی

۳۔ خانقاہ حضرت محبت شاہ، اناؤ، یوپی

۴۔ خانقاہ حضرت بہادر علی بخفی، کانپور، یوپی

۵۔ خانقاہ حضرت ندا شاہ دوست پور، سلطان پور، یوپی

۶۔ خانقاہ حضرت مومن شاہ چپ (خاموش)، حیدر آباد

۷۔ خانقاہ حضرت عبداللہ شاہ کرمانی، بیر بھوم، بنگال

۸۔ خانقاہ حضرت تگا شاہ، اجین

۹۔ خانقاہ حسنیہ ارزانیہ، پیغمبر پور، پٹنہ

۱۰۔ خانقاہ حضرت عشق علی، بتیا، بہار

۱۱۔ خانقاہ حضرت حمزہ علی رند، پٹنہ

۱۲۔ خانقاہ حضرت شاہ باقر، پٹنہ

۱۳۔ چلّہ حضرت دیوان شاہ ارزانی، مصرولی، اعظم گڑھ

۱۴۔ چلہ گاہ حضرت دیوان شاہ ارزاں، لکڑی درگاہ، سیوان

۱۵۔ تکیہ دولھا صاحب، رُشڑا، بہار

(حیات ندا، ص ۱۷)

□□□

حضرت سید محمد پیر دمڑیا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

نام : زین العابدین

لقب : پیر دمڑیا

وفات : 1032 ہجری بمطابق 1622ء (عہد مغل بادشاہ جہانگیر)

مدفن : پیر دمڑیا گھاٹ، عظیم آباد، پٹنہ سیٹی

سلسلہ : سہروردیہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت سید محمد پیر دمڑیا عظیم آبادی قدس سرہٗ العزیز گیارہویں صدی ہجری میں شہر عظیم آباد پٹنہ کے بڑے مشہور و معروف صوفی بزرگ تھے۔ آپ کا نام میر سید زین العابدین تھا۔ لیکن سید محمد پیر دمڑیا کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ فقر و فاقہ اور تنہائی کو پسند فرماتے تھے۔ بڑی خاموشی سے لوگوں میں تبلیغ کا کام انجام دیتے۔ ایک ویرانہ میں اپنے ہجرہ میں بیٹھ کر لوگوں کی تعلیم و تربیت کیا کرتے تھے۔ حضرت پیر دمڑیا قدس سرہٗ کہاں اور کب پیدا ہوئے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ تذکروں اور تواریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ یعنی 1028ھ میں آپ صوبہ بہار میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمعصر بزرگوں میں حضرت مخدوم سید بڑےؒ ابن حضرت سید محمد حافظ مقبول عالم بخاریؒ ابن مخدوم منجھن قتال بخاریؒ، حضرت شاہ ارزاںؒ، حضرت سید محمد ن القادری الجھریؒ اور حضرت سید شاہ محمد اشرف بیتھویؒ وغیرہ کا نام آتا ہے۔

بیعت وخلاف

حضرت سید محمد پیر دمڑیا عظیم آبادی قدس سرہٗ کا روحانی سلسلہ چشتیہ سہروردیہ تھا۔ آپ کے متعلق ڈاکٹر محمد ایوب قادری اپنی کتاب ''تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' میں ''تاریخ محمدی'' کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں: ''سید محمد عرف پیر دمڑیا، سہروردی طریقہ رکھتے تھے۔ اور جہانیاں جہاں گشت کے خاندان سے انہوں نے نعمت فقر حاصل کی تھی۔'' حضرت مخدوم منجھن قتال بخاری چشتی سہروردی قدس سرہٗ یکے از اولاد حضرت سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت 925ھ کو اپنے وطن اوچ شریف سے صوبہ بہار کے ضلع گیا کے ایک موضع سلیم پور ہجرہ میں اقامت گزیں ہوئے تھے اور سلسلہ سہروردیہ کی تبلیغ واشاعت کا کام انجام دے رہے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حضرت پیر دمڑیا قدس سرہٗ حضرت مخدوم سید محمد حافظ مقبول عالم بخاری ابن حضرت مخدوم منجھن قتال بخاریؒ کی اولادوں میں کسی کے خلیفہ ہوں۔ حضرت پیر دمڑیا قدس سرہٗ العزیز زیدی الواسطی سید تھے۔ بہار میں تمام کتاب الانساب میں آپ کو زیدی سید لکھا ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت سید شاہ عطا حسین داناپوریؒ نے اپنی کتاب ''کنز الانساب'' میں آپ کا شجرہ نسب اس طرح تحریر کیا ہے:

میر سید زین العابدین عرف سید پیر دمڑیا بن میر سید احمد دہلوی بن میر سید حسن دہلوی بن میر سید قاسم بن میر سید حامد واسطی بن میر سید محمد جعفر زیدی بن میر سید مختار بن میر سید احمد بن میر سید طاہر بن میر سید ابو بکر بن میر سید احمد بن میر سید حسن زید بن میر سید اسماعیل بن میر سید علی بن میر سید حسن فارس مدنی بن میر سید یحییٰ ثانی بن میر سید حسین بن میر سید احمد بن میر سید یحییٰ شبیہ نبی محدث زمانہ بن میر سید حسن زید بن امام ابوالحسن زید شہید بن سید الساجد بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔

حضرت شاہ ارزاں اور پیر دمڑیا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید زین العابدین عرف سید محمد پیر دمڑیا قدس سرہ شہر عظیم آباد پٹنہ کے محلہ صندل پور میں مقیم تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت شاہ ارزاںؒ اور حضرت پیر بہورؒ جو حضرت ابوتراب مدنیؒ کے مریدوں اور خلفاء میں تھے، پٹنہ وارد ہوئے۔ اور حضرت شاہ ارزاںؒ نے محلہ صندل پور میں رہائش اختیار فرمائی۔ جناب نقی احمد ارشاد مرحوم کے مطابق حضرت شاہ ارزاںؒ پٹھان تھے ان کا پشتو زبان میں دیوان بھی ہے۔ حضرت سید محمد پیر دمڑیا قدس سرہٗ کو حضرت شاہ ارزاںؒ کے آنے کی خبر ملی تو آپ نے ایک پیالہ شربت کا بغرض مہمان نوازی اور تواضع ان کی خدمت میں بھیجا حضرت شاہ ارزاںؒ نے پیالہ معہ شربت ایک گلاب کا پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ حضرت سید محمد پیر دمڑیا قدس سرہ کو بڑا افسوس ہوا اور آپ نے محلہ صندل پور کو چھوڑ دیا۔ آپ نے عظیم آباد پٹنہ میں دریائے گنگا کے کنارے ایک ویران مقام کو منتخب کیا اور وہیں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ وہ جگہ اب محلہ پیر دمڑیا گھاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی مقام پر آپ کی درگاہ، ایک مسجد اور خانقاہ موجود ہے۔

آپ کی خانقاہ اور درگاہ کی موجودہ صورت حال

حضرت میر سید زین العابدین عرف سید محمد پیر دمڑیا قدس سرہٗ اپنے وقت کے بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت، درس و تدریس اور رشد و ہدایت خلق میں گزاری۔ آپ کے حالات کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں۔ لیکن آپ کی درگاہ سے فیض و برکت کا سرچشمہ آج بھی جاری ہے۔ ایک زمانہ دراز سے آپ کی خانقاہ خالی پڑی ہے اور غیر آباد ہے۔ پٹنہ کا محلہ پیر دمڑیا گھاٹ آپ کی اولادوں سے خالی ہو چکا ہے۔ آپ کی خانقاہ میں سجادگی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ لیکن معتقدین و زائرین کا مجمع لگا رہتا ہے۔ سالانہ عرس بھی بڑی شان سے ہوتا ہے اور ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ آپ کی خانقاہ سے متعلق ایک بڑی جائیداد وقف تھی۔ جائداد اور درگاہ پیر دمڑیا کے متولی جناب سید لطافت حسین مرحوم رئیس خسرو پوری تھے۔ جو ہر سال حضرت سید محمد پیر دمڑیا قدس سرہٗ کا عرس اپنی نگرانی میں کیا کرتے

تھے۔ یہ سلسلہ آپ کے پوتے نواب سید واجد حسین خسرو پوری تک جاری رہا۔ تقسیم ہند کے بعد نہ جائیداد رہی اور نہ ہی خانقاہ۔ مزار کی حفاظت حکومت صوبہ بہار کا وقف بورڈ آپ کی درگاہ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ چونکہ عوام کو آپ سے عقیدت ہے اور آپ کی درگاہ سے فیض و برکت کا دریا جاری ہے۔ اس لئے عرس میں، قل شریف، چادر پوشی اور محفل سماع کا انتظام مقامی مسلمان انجام دیتے ہیں۔ لنگر، شہنائی اور میلے کا انتظام وانصرام اہل ہنود اپنے طور پر انجام دیتے ہیں۔ عرس کے موقع پر محلہ پیر دمڑیا کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔ اکثر اہل بہار جو تقسیم ہند کے بعد پاکستان کو ہجرت کر گئے ہیں ہر سال ہندوستان آکر آپ کے عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ آپ کے عرس کے سلسلہ میں جناب بدرالحسن صاحب مرحوم اپنی کتاب ''یادگار روزگار'' میں تحریر کرتے ہیں:

> ''شاہ لطافت حسین صاحب کا خاندانی تعلق حضرت شاہ پیر دمڑیا صاحب سے تھا۔ یہی صاحب سجادہ تھے (سجادہ نہیں متولی تھے) جو عرس میں خانقاہ پیر دمڑیا میں آتے پھر جائے سکونت (خسرو پور) چلے جاتے اور نو آبادہ میں رہتے تھے اور کہتے تھے کہ درگاہوں پر مشائخ کم ملتے ہیں اور کم جاتے ہیں۔ مگر جٹھلی شریف کی درگاہ، پیر دمڑیا اور شاہ ارزاں کی درگاہ میں اکثر مشائخوں کا آنا جانا رہتا ہے۔ پیر دمڑیا کی جائیداد اور مزار شریف اور خانقاہ وقف بورڈ کی نگرانی میں ہے مگر آباد نہیں ہے، لیکن عرس میں آباد ہو جاتی ہے۔''

آپ کی وفات

حضرت سید محمد پیر دمڑیا قدس سرہٗ نے 25 ربیع الاول 1032 ہجری کو وصال فرمایا۔ آپ کا عرس ہر سال 25 ربیع الاول کو منایا جاتا ہے۔ (شرفا کی نگری، حصہ اول، ص ۱۱۶)

☆☆☆

حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز رحمۃ اللہ علیہ

نام	:	منعم
لقب	:	پاکباز
وطن	:	موضع پچنہ، ضلع شیخپورہ
ولادت	:	1671ء
وفات	:	1185 ہجری بمطابق 1771ء (عہد مغل بادشاہ شاہ عالم)
مدفن	:	مسجد صحن خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ
پیرومرشد	:	حضرت سید خلیل الدین قادری اور حضرت شاہ فرہاد دہلویؒ
سلسلہ	:	قادریہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ

بیعت وخلافت

حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک قدس سرہ سلسلہ قادریہ، فردوسیہ اور ابوالعلائیہ کے بڑے مقتدر بزرگ تھے۔ آپ کو بیعت وخلافت حضرت میر سید خلیل الدین قطبی قادری البہاریؒ سے تھی۔ آپ نے اپنے پیر کی صحبت میں دس سال بسر کئے اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے۔

سید شاہ شمیم منعمی صاحب ماہنامہ ''رفاقت'' بابت اپریل ۱۹۸۸ء میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مخدوم نے ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد گھر سے باہر قدم نکالا۔ اور اپنے زمانے کی مشہور ومعروف خانقاہ باڑھ پہنچے۔ حضرت مخدوم کے باضابطہ تعلیم کا سلسلہ حضرت دیوان سید ابو سعید محمد جعفر قادری بنود پوریؒ کی خانقاہ جو باڑھ میں قائم تھی۔ جہاں حضرت مخدوم نے علوم شریعت میں سند فراغت حاصل فرمائی اور اسی خانقاہ میں حضرت دیوان جعفرؒ کے صاحبزادے

حضرت دیوان سید خلیل الدین قادریؒ کی صحبت میں تزکیہ قلب اور سلوک کی منزلیں طے فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت دیوان خلیل کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ شہابیہ قطبیہ جعفریہ میں بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت پہنا۔ حضرت دیوان خلیل کو اپنے والد اور انہیں اپنے والد اور دیگر شیوخ سے مختلف سلاسل طریقت مستند واسطوں سے پہنچے تھے۔ اور سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے تمام سلاسل طریقت کی اجازت دیوان خلیل قادری کو تھی۔ حضرت مخدوم کو دیوان خلیل نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی اور مخدوم کی محنت، لگن اور شوق کو سراہتے ہوئے دارالسلطنت دہلی جانے کا اشارہ فرمایا۔''

حضرت میر سید خلیل الدین اور میر سید خلیل اللہ حضرت مخدوم سید فضل اللہ گوسائیںؒ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت میر سید تقی الدین میر سید محمد تقی درویش کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ نے مزید علوم ظاہری کی تکمیل دہلی میں کی اور وہیں تقریباً پچاس سال تک درس و تدریس اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول رہے۔ سلسلہ ابوالعلائیہ میں آپ نے حضرت شاہ فرہاد ابو العلائی اور حضرت شاہ اسد اللہ ابوالعلائی قدس سرہما سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

علم کے حصول

شمیم منعمی صاحب حضرت کے سلسلہ ابوالعلائیہ سے وابستگی کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ان تمام درجات کمال کے مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود مخدوم نے کبھی بھی حصول علم وفیض میں شرم و عار محسوس نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد فرہاد ابوالعلائی کا شہرہ سنا تو ۱۱۲۴ھ میں آپ حاضر خدمت ہوئے اور ان سے بڑے متاثر ہوئے جس کی سب سے بڑی وجہ سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ تھی۔ اس سلسلہ کے انوکھے انداز نے مخدوم کو اپنا گرویدہ کرلیا۔ تقریباً گیارہ سالوں کا عرصہ مخدوم کا صرف اور صرف حضرت شاہ فرہاد کی خدمت میں گذرا۔ یہاں تک کہ وقت وصال بھی حضرت شاہ فرہاد کا آپہنچا۔

حضرت شاہ فرہادؒ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت میر سید اسد اللہ کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کیا اور مخدوم کو ان کے سپرد فرمایا، میر سید اسد اللہؒ بہت مختصر عرصہ حیات رہے اور حضرت مخدوم کو جانشینی حوالہ فرما کر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے، حضرت مخدوم تقریباً پچیس سال حضرت شاہ محمد فرہادؒ کے سجادگی پر رونق افروز رہے۔

روحانی تعلق

باطنی طور پر آپ کو پیران پیر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری فردوسیؒ کی عنایت خاص حاصل تھی۔ آپ ہر سال شعبان کے مہینہ میں بہار شریف تشریف لے جاتے اور شوال کے مہینہ میں مخدوم جہاں کے عرس تک مزار اقدس پر چلہ کش رہتے۔ آپ کی زندگی کے معمولات کا مطالعہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مخدوم جہاں اور تعلیمات سلسلہ فردوسیہ سے ایک خاص لگاؤ رہا۔

فقر و فاقہ

آپ پر فقر و فاقہ کا غلبہ رہتا تھا۔ ساری عمر مجرد رہے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے اور ساری زندگی کوئی مکان نہیں بنایا۔ نہ کسی سے نذر قبول کرتے اور نہ ہی امراء سے میل جول رکھنا پسند کرتے تھے۔ ہر لمحہ مراقبہ میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آنکھ کھولنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اکثر فاقے سے گزارتے۔ تین تین چار چار دنوں بعد افطار فرماتے۔ آپ کے مریدان اور یاران کاملین بھی آپ کے ساتھ فاقہ کرتے۔ اگر کوئی مرید فاقہ سے بیتاب ہو جاتا اور اس کی ہمت جواب دینے لگتی تو حضرت مخدوم فرماتے۔ ''جوع مرخاصاں حق را آمدہ'' اس طرح مریدوں کی تشفی ہو جاتی اور روحانی طاقت غیب سے حاصل ہو جاتی۔ آپ کو کشف و کرامات سے ہمیشہ اعتراض رہا۔

حضرت شاہ محمد فاضل مجددی کا واقعہ

آپ جب دہلی سے عظیم آباد پٹنہ واپس تشریف لائے تو حضرت شاہ محمد فاضل مجددیؒ

جن کو کشف حال میں عبور حاصل تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم منعم پاکؒ کے مکمل حالات لکھ کر ساتھ لائے اور کہا کہ باوجود اس تحریر کے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کی باتیں فقر درویشی کے بالکل خلاف ہیں۔ جو شخص عاشق اللہ ہوتا ہے وہ کشف و کرامات کا خواہش مند نہیں ہوتا۔'' حضرت مخدوم نے شاہ فاضل کی کشفی قوت کو سلب کرلیا۔ بعد میں حضرت شاہ محمد فاضل مجددیؒ آپ کی صحبت میں داخل ہوئے، درجہ کمال کو پہنچے اور ولی کامل ہوئے۔

سلسلۂ نسب

حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک قدس سرہٗ بن شاہ امان بن شاہ عبدالکریم بن حضرت شمس الدین حقانی جن کا سلسلہ نسب حضرت سید سلطان ابراہیم ادھم بلخی سے ملتا ہے، کی اولاد میں سے تھے۔

ولادت

وطن موضع بلوری بہار ہے۔ آپ 1082ھ مطابق 1671ء کو موضع پچنہ، ضلع مونگیر، صوبہ بہار، میں پیدا ہوئے۔ تقریباً پچاس سال دہلی میں رہے اسی دوران کچھ دنوں حضرت شاہ فرہادؒ کی خانقاہ کے سجادہ رہے۔

آپ کی وفات

عظیم آباد (پٹنہ) میں آپ کی مستقل رہائش محلہ میتن گھاٹ میں تھی۔ سو سال سے زیادہ عمر میں 11 رجب 1185ھ کو بوقت عشاء آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار اقدس محلہ میتن گھاٹ کی مسجد میر بدیع الدین عالمگیری میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کے خلفاء

سلسلہ منعمیہ ابوالعلائیہ، حضرت منعم پاک قدس سرہ سے ہی جاری ہوا۔ اس سلسلہ کو بہار کی سرزمین پر آپ اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ بڑا عروج حاصل ہوا۔ آپ کے مریدوں اور خلفاء کی تعداد کافی تھی۔ مشہور خلفا میں حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ، حضرت خواجہ رکن

الدین عشقؒ، حضرت مولانا حسن رضا رائے پوریؒ، حضرت صوفی شاہ دائم علی ڈھاکوی بنگالیؒ، حضرت شاہ غلام علی الوریؒ اور حضرت شاہ غلام حسین داناپوریؒ جیسے جید بزرگان دین آپ کے خلفا تھے۔ بہار میں سلسلہ منعمیہ ابوالعلائیہ کی جو خانقاہیں ہیں اُن میں حضرت مخدوم شاہ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ محلہ خواجہ کلاں گھاٹ پٹنہ میں ہے۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ صفی پور (نوآبادہ) میں، حضرت سید شاہ ولایت علیؒ کی خانقاہ اسلام پور میں اور بارگاہ عشقؒ، تکیہ میتن گھاٹ میں مشہور و معروف ہے۔

تصنیفات

حضرت مخدوم شاہ منعم پاکؒ کی مشہور تصانیف ''مکاشفات منعمی، الہامات منعمی اور مشاہدات منعمی'' ہیں۔ ''الہامات منعمیہ'' آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، میں موجود ہے۔ آپ کشف و کرامات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن مریدوں کی اصلاح اور تربیت کے خیال سے کچھ کرامات آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔

آپ کی کرامات

حضرت مولانا شاہ محمد کبیر ابوالعلاء داناپوریؒ نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الکرام'' میں آپ کی کرامات کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ دہلی میں مقیم تھے۔ آپ کے ایک مرید نے عرض کیا: ''حضرت یہ بات مشہور ہے کہ اہل کمال اپنی صورت عنصری کو بدلتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ ہمارے فہم میں تو غلط معلوم ہوتا ہے۔'' آپ نے جواب دیا کہ ''جب اہل دل کا جسم ریاضت سے لطیف ہو جاتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ بات ہو۔'' کچھ دنوں بعد آپ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار اقدس پر تشریف لے گئے۔ مرید ان بھی ہمراہ تھے۔ آپ مزار اقدس میں داخل ہوئے۔ مرید موصوف جنہوں نے سوال کیا تھا جب مزار شریف میں داخل ہونے لگے تو وہاں ان کو شیر نظر آیا وہ ڈرے اور الٹے پاؤں واپس ہونا چاہا لیکن اچانک شیر کی جگہ پر آپ کھڑے نظر آئے۔ اس طرح کہ مرید موصوف کو اشارے سے بلا رہے ہیں۔ مرید موصوف کو تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ بصورت شیر آپ ہی تھے اور اس طرح صورت عنصری کے

بدلنے کی حقیقت آشکار ہوئی۔

ایک مرید نے حضرت مخدوم منعم پاک سے سوال کیا کہ حضرت سنتے ہیں کہ غوث کے ہاتھ پاؤں جدا ہو جاتے ہیں اور پھر مل جاتے ہیں۔ آپ کے بزرگوں میں شاید یہ خصوصیت ہو۔ لیکن فی زمانہ محال معلوم ہوتا ہے۔ اسی روز رات کے وقت جب وہ مرید تہجد کے لئے اٹھے تو آپ کے ہاتھ پاؤں جدا دیکھے اور یہ گمان کرتے ہوئے کہ کسی نے آپ کو شہید کر دیا ہے شور مچانا چاہا۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا صرف تمہارے مشاہدے کے لئے تھا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

آپ نے پیشن گوئی فرمائی تھی کہ جب مولانا فخر الدین چشتی اورنگ آباد سے دہلی آئیں گے تو میں پورب کو جاؤں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد جب حضرت مولانا دہلی تشریف لائے تو حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ عظیم آباد (پٹنہ) تشریف لائے۔

ایک بار ایک نانک شاہی جوگی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کشن جی کی زیارت کا آرزومند ہوا۔ آپ مسکرائے اور اس کی طرف متوجہ ہو کر مراقب ہوئے۔ وہ جوگی بھی آنکھ بند کر دھیان میں ڈوب گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وجد کرنے لگا۔ جب اس کو ہوش آیا تو بیان کیا کہ میں نے ابھی ابھی ویرندابن میں کشن جی مہاراج کو مع اپنے گوپیوں کے بانسری بجاتے ہوئے دیکھا اور بانسری سے کلمہ طیب لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سنی ہے۔ وہ جوگی مسلمان ہوا اور درجہ ولایت پر فائز ہوا۔

حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز قدس سرہٗ العزیز تمام عمر مجرد رہے۔ حضرت مخدوم شاہ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین ہوئے۔ خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ کے موجودہ سجادہ سید شاہ شمیم منعمی صاحب ہیں۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۲۷)

☆☆☆

حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ

نام : رکن الدین
لقب : عشق
وفات : 1203 ہجری بمطابق 1788ء (عہد مغل بادشاہ شاہ عالم)
مدفن : پٹنہ کی تکیہ خانقاہ کی مسجد کے صحن میں، پٹنہ سیٹی
پیرومرشد : حضرت مولانا برہان الدین خدانما (لکھنوی)
سلسلہ : ابوالعلائیہ

ولادت

امام العاشقین رکن عالم حضرت شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ سال پیدائش میں اختلاف ہے۔ کثیر روایت کی رو سے سن پیدائش 1127ھ ہے۔ حضرت خواجہ سید شاہ ابوالحسنات مدظلہ العالی اپنی خاندانی روایت سے سن پیدائش 1056ھ بیان کرتے ہیں۔ آپ کا تخلص شاعری میں عشق تھا۔ شاہ گھسیٹا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ کسی تذکرہ نگار نے آپ کا مکمل نسب تحریر نہیں کیا ہے۔ آپ کے والد شیخ محمد کریم شاہ، طفیل علی بخاری کے شاہزادے تھے جو بخارا سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ کی والدہ بی بی عصمت النساء عرف بوبو صاحبہ جو حضرت شاہ محمد فرہاد دہلوی ابوالعلائی قدس سرہٗ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ اپنی نانیہال حضرت شاہ محمد فرہاد دہلویؒ کے گھر پیدا ہوئے۔

حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ اس وقت دہلی سے آکر عظیم آباد میں قیام پذیر

ہو چکے تھے۔ شاہ صاحب مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو مخدوم صاحب نے کھڑے ہو کر معانقہ فرمایا۔ آپ اکثر مخدوم منعم پاکؒ کی محفل میں تشریف لے جاتے اور توجہ حاصل کرتے۔ اس مختصر مدت میں آپ نے مخدوم صاحب سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کئے۔

بیعت و خلافت

حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ آٹھ ماہ کے بعد بہ اجازت حضرت مخدوم منعم پاکباز قدس سرہٗ حضرت مولانا برہان الدین خدانما قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: ''کیا حرج تھا عظیم آباد میں بھائی محمد منعم سے بیعت کر لیتے معاملہ ایک ہی تھا۔'' بہر حال مولانا برہان الدین خدانما قدس سرہٗ نے حضرت شاہ صاحب کو اپنے روبرو بٹھا کر بیعت فرمایا پھر معانقہ کر کے ابوالعلائیہ فرہادیہ کے تمام فیوض و برکات آپ کے سینے میں منتقل فرما دیئے۔ چھ ماہ اپنی صحبت میں میں رکھ کر حقیقت و عرفان کی باریکیوں سے آگاہ فرمایا۔ دہلویؒ کا سجادہ نشیں کر کے، عظیم آباد پٹنہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اور تاکید فرمائی کہ وہاں بھائی محمد منعم موجود ہیں۔ اگر ضرورت پیش آئے تو ان سے اپنے شک کو رفع کر لینا اور رہنمائی حاصل کرنا۔ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر سے رخصت ہو کر عظیم آباد (پٹنہ) میں اس مسجد میں پہنچے جہاں حضرت مخدوم منعم پاکباز رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے۔ شاہ صاحب کے ساتھ چند معتقدین، ملازمین اور قوال اور خواجہ محمد وجیہ اللہ کے دو صاحبزادے خواجہ آفتاب احمد اور خواجہ مہتاب احمد بھی تھے۔ دوسرے دن حضرت مخدوم محمد منعم پاکباز قدس سرہٗ نے آپ سے فرمایا: ''میاں آپ اسی مسجد میں قیام کریں اور میں ملاقاتیوں کی مسجد چلا جاتا ہوں۔''

سماع کا واقعہ

حضرت رکن عالم شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ جس مسجد میں مقیم ہوئے تھے اس کے بالمقابل ایک نواب صاحب رہائش پذیر تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی محفل سماع سے نواب

صاحب کے آرام میں خلل واقع ہوا۔انہوں نے اپنے خادم کی معرفت پیغام بھیجا کہ شاہ صاحب یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔نواب صاحب کی اس بے ادبی کا نتیجہ یہی ہوا کہ دوسرے ہی دن ان کا مکان نیلام ہوگیا۔اس مکان کو صوبہ دار احمد علی خان نے خرید کر معہ موضع بیلا، ضلع گیا حضرت عشق کو نذر کر دیا۔موجودہ خانقاہ اسی مقام پر واقع ہے۔جو"تکیہ بارگاہ عشق" کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت مخدوم محمد منعم پاک اور شاہ رکن الدین عشق

حضرت مخدوم محمد منعم پاک قدس سرہٗ کا قیام تا زندگی ملاتین کی مسجد میں رہا۔آپ نے کوئی خانقاہ قائم نہیں کی تھی۔موجودہ خانقاہ منعمیہ کے بانی حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہٗ تھے۔حضرت مخدوم عرس کے موقع پر"تکیہ بارگاہ عشق" تشریف لے جایا کرتے تھے جہاں حضرت عشق نے آپ کی نشست کے لئے ایک خاص جگہ مخصوص کر دی تھی۔حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ مرید وخلیفہ حضرت شاہ برہان الدین خدانما قدس سرہٗ کے سلسلہ ابوالعلائیہ فرہادیہ میں تھے۔آپ نے حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ سے بھی بیس سال استفادہ اور سلوک کے منازل طے کئے۔سلسلہ فردوسیہ کی اجازت وخلافت آپ کو حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ ہی سے تھی۔تاحیات مخدوم صاحب کی بحیثیت مرشد احترام وادب کرتے رہے۔حضرت مخدوم بھی شاہ صاحب کا بے حد احترام واکرام فرمایا کرتے تھے۔ایک بار حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ نے عظیم آباد چھوڑ کر دہلی جانے کا قصد فرمایا۔سامان سفر تیار ہوا۔روانگی کے وقت حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملاقات کے لئے گئے۔حضرت عشق رحمۃ اللہ علیہ نے مخدوم صاحب کو دہلی جانے سے منع فرمایا اور اصرار کر کے عظیم آباد ہی میں قیام کرنے پر مجبور کیا۔آخر حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ دہلی کا ارادہ ترک کر کے تاحیات عظیم آباد میں مقیم رہے۔

آپ کے مرید وخلفاء

حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی رشد وہدایت خلق میں گزار دی۔آپ کے مریدوں اور معتقدوں ومتوسلین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔آپ کے مریدوں

میں رؤسائے شہر اور امراء کی تعداد زیادہ تھی۔ آپ نے عظیم آباد کے گردونواح میں بھی سلسلہ ابوالعلائیہ فرہادیہ کے طریقہ پر دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اور دور دراز علاقوں کو اپنے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے سیراب کیا۔ آپ کے مریدوں میں نواب احمد علی خان، مرزا فدوی، محترم علی خان، خواجہ علی اعظم خان، نواب قاسم علی خان، ناظم بنگالہ شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی اور نواب سعد اللہ خان عاشق وغیرہ کے نام بہت مشہور ہیں۔ آپ کے مشہور خلفاء کے نام درج ذیل ہیں:

خواجہ شاہ ابوالبرکات، مولانا عبدالرحمن شیر گھاٹوی، پیر دانش علی، شاہ علی محمد بنارسی، شاہ نصر اللہ بنارسی، شاہ علی احمد بہاری، شاہ محمد واصل مجذوب، پیر محمد مجذوب، میر محمد عسکری، خواجہ حیدر جان، خواجہ آفتاب احمد، خواجہ مہتاب احمد اور خواجہ محمد محسن (داماد) وغیرہ۔

شادی و اولاد

حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی آپ نے خواجہ کاظم علی خان کی خادمہ سے کی جن سے ایک صاحبزادے سائیں جی جو مادرزاد ولی تھے۔ کم عمری میں وصال فرمایا۔ دوسری شادی آپ کی حضرت مولانا برہان الدین خدانما قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی جن کے بطن سے دو صاحبزادے شاہ محمد حسین اور شاہ علی حسین اور ایک صاحبزادی زوجہ خواجہ محمد محسن تھیں۔ شاہ علی حسین نے کم سنی میں وصال فرمایا۔ خاندانی روایت اور خواجہ شاہ ابوالحسنات صاحب مدظلہ کے قول کے مطابق حضرت عشقؒ کے وصال کے بعد تکیہ بارگاہ عشق کے پہلے سجادہ حضرت علی حسین ہوئے۔ لیکن ڈیڑھ سال کے بعد تقریباً بیس سال کی عمر میں آپ نے لاولد وصال فرمایا۔ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حضرت خواجہ لطف علی تھے جو خواجہ محمد محسن بن خواجہ آفتاب احمد بن خواجہ وجیہ اللہ خان کے بیٹے تھے۔ آپ اپنے ماموں شاہ علی حسینؒ کے انتقال کے بعد اپنے نانا شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی سجادگی پر بٹھائے گئے اور آپ ہی کی اولاد میں سجادگی تکیہ بارگاہ عشق نسل در نسل اب تک چلی آتی ہے۔

آپ کی تصنیفات

حضرت شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے استاد اور صاحب

دیوان شاعر اور بکثرت کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف کے غیر مطبوعہ نسخے خانقاہ بارگاہ عشق میں موجود ہیں۔

موضوع تصوف پر: ۱۔ امواج البحار، ۲۔ سلطان العشق، ۳۔ تعلیم الخلفاء اور ۴۔ شرح مثنوی مولانا روم

موضوع تاریخ وتذکرہ پر: ۱۔ تذکرۃ الاولیاء

موضوع شاعری پر: ۱۔ دیوان (فارسی)، ۲۔ دیوان خرد (ریختہ) اور ۳۔ کلیات عشق

اس کے علاوہ مکتوبات کا ایک بڑا ذخیرہ تکیہ شریف میں موجود ہے۔

آپ کی خصوصیات

حضرت عشق عظیم آبادی کی زندگی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھی، خلوص ومحبت کے پیکر تھے، انکساری، محنت اور جفاکشی کا یہ حال تھا کہ خانقاہ کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ کام کیا۔ آپ کے مزاج میں نزاکت اور شان مرزائی کی جھلک اکثر نمایاں ہوتی تھی۔ مختصر یہ کہ آپ نے رئیسانہ شان میں درویشی اور فقیری میں بادشاہت کی۔ آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔

چند واقعہ

حضرت مولانا عبدالرحمن شیر گھاٹویؒ نے ایک بار دریافت کیا ''حضرت یہ کیا چیز ہوتی ہے جو لوگوں کو وجد میں لاتی ہے۔'' شاہ صاحب نے فرمایا ''تم اس چیز کو اچھی طرح جانتے ہو۔'' یہ جملہ سنتے ہی حضرت عبدالرحمن زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو شاہ صاحب نے پھر فرمایا۔ ''یہ کیا تھا؟ یہ تم سے کیا چیز سرزد ہو گئی؟'' یہ جملہ سنا تو پھر بے خودی طاری ہو گئی۔ دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد وہ آپ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

ایک دن مراقبہ کے وقت ایک بلا حضرت عشق کی نظروں کے سامنے آ گیا۔ فوراً مست ہو کر لوٹنے لگا۔ اس دن سے مراقبہ کے وقت آ کر یاران طریقت کے حلقہ میں بیٹھ جاتا تھا۔

حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ نے اپنے مریدوں کو تاکید فرمائی تھی کہ جب میاں (یعنی حضرت عشق) دوپہر میں اپنے حجرے کے اندر ہوں تو ان سے ملنے نہ جانا۔ ایک دن میاں

بساون کو یہ بات یاد نہ رہی اور وہ حجرے میں چلے گئے۔ جیسے ہی شاہ صاحب پر نظر پڑی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ حضرت مخدوم کو خبر ملی تو ننگے پاؤں دوڑے۔ حضرت عشق سے تین بار فرمایا ''میں ہوں میں ہوں۔ بساون کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' حضرت عشق نے جواب دیا ''جس کی آگ ہوتی ہے وہی بجھاتا ہے۔'' پھر پانی پڑھ کر دیا۔ جس کو پی کر میاں بساون ٹھیک ہوئے۔

آپ کی وفات

حضرت خواجہ شاہ ابوالحسنات مدظلہ کے بیان کے مطابق امام العاشقین رکن عالم حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ نے 1203ھ کو ایک سو سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ خانقاہ تکیہ شریف محلہ میتن گھاٹ، پٹنہ، صوبہ بہار میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ ہر سال 7 جمادی الاوّل کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ اس وقت تکیہ بارگاہ عشق کے موجودہ سجادہ خواجہ شاہ غلام رکن الدین عرف یحییٰ صاحب ہیں۔ جبکہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں حضرت عشق کی دعوت عشق و محبت کو حضرت خواجہ شاہ ابوالحسنات مدظلہ نے جاری رکھا ہوا ہے۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۳۴)

☆☆☆

حضرت مخدوم شاہ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ

نام : حسن علی

وفات : 1224 ہجری بمطابق 1809ء (عہد مغل بادشاہ اکبر ثانی)

مدفن : خواجہ کلاں گھاٹ، پٹنہ سیٹی

سلسلہ : نقشبندیہ، ابوالعلائیہ

چند واقعات

حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ جو مخدوم شعیب قدس سرہٗ کی اولاد میں ہیں، پیدائشی ولی تھے۔ شروع سے ہی آپ سے تصرفات و کرامات کا اظہار ہونے لگا تھا۔ آپ نے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کی روح پاک سے بھی تربیت پائی ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کا ایک مرید آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا بیٹا جو میرے نام و نشان کا باعث ہوتا میں اس سے محروم ہوں حضرت نے فرمایا کہ گھر کے ایک کمرے کو پاک و صاف کرو اور اپنی زوجہ کو اس جگہ بیٹھاؤ مگر کوئی کنواری عورت اس جگہ نہ رہے۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ جب حضرت توجہ فرما رہے تھے تو رشتہ داروں میں سے ایک کنواری لڑکی نے روشن دان سے اندر جھانکا چنانچہ دونوں حاملہ ہو گئیں چند ماہ بعد حمل ظاہر ہوا۔ ڈرتا کانپتا ہوا وہ مرید حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مسئلہ پیش کیا، حضرت نے پھر توجہ ڈالی اور کنواری عورت کا حمل غائب ہو گیا۔

آپ کی وفات

آپ نے عقد نہ فرمایا اور تجرید و تفرید میں عمر گزاری۔ 28 ربیع الاوّل 1224ھ کو انتقال فرمایا۔ خواجہ کلاں گھاٹ کے کنارے مدفون ہوئے۔ مولوی عبدالغنی صاحب پھلواروی نے آپ کی وفات کی تاریخ نکالی ہے:

نور (علی) بنور حق پیوست آہ آہ اور "عاشق بمعشوق پیوست"

1224ھ 1224ھ (کذا)

آپ کی تاریخ وفات جو آپ کے مزار پر لکھی ہوئی ہے۔

کرد آرام در ریاض بہشت شاہ حسن علی کہ بود ولی

سال رحلتش ہاتف گفت مخدوم شاہ حسن علی

1224ھ

(اخبار الاولیاء، ص 46)

حضرت فرماتے تھے کہ یہ شہر عظیم آباد مقلوب پلٹ جانے والا ہے یہاں کوئی خواہ کچھ بھی کر لے خاطر خواہ پذیرائی نہیں ہوتی۔ کمال تک پہنچنے والے یہاں کم ہی ہوئے ہیں۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ یحییٰ علی ابوالعلائی نوآبادی قدس سرہٗ تھے جو صاحب کمال ہونے کے کبھی انانیت وخود پسندی کا کوئی کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے اور کبھی ان سے پنج وقتہ نماز وتہجد واشراق ونوافل وغیرہ ترک نہیں ہوئی۔ 18 ذی قعدہ 1260ھ کو نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے تو بالکل صحیح وسالم تھے یک بیک جاں بحق ہو گئے۔ ان کا مزار نوآبادہ (صفی پور) میں لب سڑک ہے اور ہر جمعرات کو اس قدر لوگ آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں کہ میلے کی شکل ہو جاتی ہے۔

ان کے مریدین بھی بہت تھے۔ استاد مولوی محمد سعید صاب نے آپ کے وصال پر قطعہ تاریخ کہا ہے ؎

جناب اقدس یحییٰ علی شاہ چو ترک ہستی موہوم گفتند

ملائک بر در جنت بتاریخ بیا ای مرشد و مخدوم گفتند

1264ھ

(اخبار الاولیا، ص ۴۷)

حضرت سید شاہ قمر الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

نام : قمر الدین

ولادت : 1203 ہجری (مغل پورہ، پٹنہ سیٹی)

وفات : 1255 ہجری بمطابق 1839ء (عہد مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر)

مدفن : نزد مزار حضرت شاہ منعم پاک، خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ

پیر و مرشد : حضرت شاہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : ابوالعلائیہ

بیعت و خلافت

آپ نے علم ظاہر کی تحصیل مولانا مسافر قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی تھی۔ جب اکتساب باطنی کا ذوق پیدا ہوا تو سب سے پہلے کچھ روز واقف اسرار خفی و جلی مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر توجہ پاتے رہے اور ان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ یحییٰ علی صاحب قدس سرہٗ سے کچھ دن فیضیاب ہوئے۔ جب انہوں نے آپ کی قابلیت اور ذہانت کی بلندی کو ملاحظہ فرمایا تو خود لے جا کر حضرت شاہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مخدوم شاہ حسن دوست قدس سرہٗ جو کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ شمس الدین حسین قدس سرہٗ سے بڑی محبت رکھتے تھے، آپ کو اپنے ساتھ کریم چک لے گئے اور چھ مہینے تک تربیت فرمائی۔ ان کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ سے اپنی تکمیل فرمائی اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ گوالیار تشریف لے جانے لگے تو انہوں نے آپ کو اپنی جگہ بٹھایا اور یہاں اُن کے جتنے مریدین و خلفاء تھے انہوں نے

آپ سے تربیت پائی۔ حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ ابوالحسن سے بھی، جو کہ اپنے والد کے تمام مریدین کو توجہ دیا کرتے تھے، آپ نے توجہ پائی ہے۔

قبلہ دارین جناب حکیم شاہ مظہر حسین سے بھی ان کے والد حضرت حکیم شاہ حسن دوست قدس سرہٗ کے فرمان کے مطابق، کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے خلفاء میں سے جس نے حکیم شاہ مظہر حسین سے توجہ نہیں پائی وہ میری نسبت سے خارج ہے، آپ نے توجہ پائی ہے بلکہ حضرت مخدوم شاہ حسن دوست قدس سرہٗ کی جناب سے جو اجازت وخلاف عطا ہوئی ہے اسے بھی آپ کی جانب سے سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے شجرے میں حضرت حکیم شاہ مظہر حسین کریم چکی قدس سرہٗ کا نام بھی درج ہوا اور بہت سی چیزیں مثلاً کلمۃ الحق اور دوسری چیزیں بھی آپ سے حاصل فرمائی ہیں۔

بزرگی کا چرچا

آپ اپنے زمانے میں بے مثل تھے۔ آپ کی تحقیقات کے سامنے مشائخ زمانہ کو بھی تسلیم کرنے کے علاوہ لب کشائی کی قدرت نہیں تھی۔ ہر کوچہ اور ہر گلی میں آپ کی بزرگی کا چرچا عام ہوا۔ بعض بزرگوں کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا وہی وفات کے بعد سامنے آیا۔

ایسا بہت کم ہوا ہے کہ پیر و مرشد کی زندگی میں کسی کو رشد و ہدایت اور تربیت کے معاملے میں کمال حاصل ہوا ہو مگر آپ کا فیضان حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کی زندگی میں ہی پھیلا اور عام ہو گیا۔

درجہ ولایت کے مرتبۂ کمال پر فائز ہونے کے باوجود (اخفاء حال کی نیت سے) مشائخ کی طرح وضع قطع اختیار نہیں فرمائی۔ گرجا پادری کی حویلی، پٹنہ سیٹی کے متصل ایک مکان بنایا اور اس میں مقیم رہے۔ کسی کی نذر قبول نہیں فرماتے۔ اگر ضرورت کے پیش نظر کوئی دنیادار اپنی تکلیف اور مصیبت سے نجات کی خاطر کچھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو اسے ہنڈہ (معینہ رقم) کی شکل میں مقرر فرما کر اس کی مشکل حل فرماتے اور اس روپے کو ایسے اللہ والوں کی خدمت میں پیش کر دیتے جو اللہ بھروسے اپنی گزر اوقات کرتے تھے اور اس

روپے میں سے خود اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال پر ایک پیسہ بھی حرام جانتے تھے۔ حضرت مخدوم شاہ حسن دوست قدس سرہٗ آپ کو پانچ روپیہ عنایت فرماتے بس اسی سے آپ ذاتی اخراجات پورے کرتے تھے۔

دنیا سے بے رغبتی

حکام وآفیسران اور امراء میں سے کسی کی ملاقات کو کبھی نہ جاتے اور اگر خود کوئی حاضر آتا تو دروازہ بھی بند نہیں فرماتے۔ بہت سے لوگ آپ سے طالب فیضان ہوئے لیکن انہیں آپ نے اپنے حلقہ میں داخلے کی اجازت نہیں دی۔ نتیجتاً انہوں نے دوسرے مشائخ کی طرف رجوع کیا لیکن تب بھی اس سلسلے میں ان کو ترقی نصیب نہیں ہوئی۔ آپ قصداً کبھی بھی کرامات و تصرفات کی جانب متوجہ نہیں ہوئے مگر پھر بھی کرامات آپ سے ظاہر ہوئے۔

کشف وکرامات

ایک روز کسی ضرورت سے ایک مکان سے دوسرے مکان میں تشریف لے جانا چاہتے تھے لیکن بارش کا پانی اس کا موقع نہیں دے رہا تھا چنانچہ آپ آسمان کی جانب متوجہ ہوئے اور بارش رک گئی اور پھر جب آپ کو اس کام سے فرصت ہوگئی تو پھر وہی بارش تھی۔

اپنے صاحبزادے حضرت سید شاہ مبارک حسین قدس سرہٗ کی شادی میں آپ نے اسباب وانتظام مہیا فرمادیا اور خود کریم چک روانہ ہوگئے اور جب شادی کی رسومات انجام پاگئیں تب تشریف لائے۔

آپ متقدمین اہلسنت والجماعت کے مذہب پر تھے اور فرماتے کہ میرا مذہب مولانا مسافر کا مذہب ہے اور اگر کسی میں مذہب کی خامی یا کمی ملاحظہ فرماتے تو جب تک وہ اہل سنت والجماعت کے مطابق اپنے عقائد درست نہیں کرلیتا اسے اپنی پاکیزہ محفل میں شریک نہیں ہونے دیتے۔

جب بھی حضرت پر وجد وحال شورش وکیفیت طاری ہوتی ساری محفل اہل طریقہ اور بیگانے سب کے سب اس کے اثر سے کیف ومستی میں آجاتے۔

ایک روز حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کے عرس میں قوال نے یہ غزل چھیڑی ؎

جب قتل کی وہ میرے شمشیر بنا لایا
سر دینے کی میں اپنے تدبیر بنا لایا

کہتے ہیں کہ حضرت کے وجد و حال کے لئے نہ کوئی شعر مخصوص تھا اور نہ کسی خاص زبان کی شرط تھی بلکہ کسی وقت موقع کی مناسبت سے قوال کی جو چیز مطابق حال ہو جاتی اسی پر وجد نمایاں ہوتا مگر یہ صحیح ہے کہ ٹھمری کے بول آپ کے پسندیدہ تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت نے جس قدر مجاہدات و ریاضات فرمائے ہیں مشائخ زمانہ میں سے کسی اور نے نہیں کئے ہوں گے۔

آپ لباس بہتر سے بہتر اور نفیس زیب تن فرماتے لیکن کھانا ایسا معمولی تناول فرماتے جسے کوئی دوسرا نہ کھا سکے۔ (اخبار الاولیا، ص ۵۶)

آپ کی تصنیفات

اپنے سلسلہ ابوالعلائیہ کے بیان میں جواہر الانوار آپ کی تصنیف ہے۔ حضرت صاحب کے ملفوظات کو جامع البرکات (کذا) اور حضرت مخدوم شاہ حسن دوست قدس سرہٗ کے ملفوظات کو رسالہ مرشدیہ کے نام سے جمع فرمایا ہے۔

آپ کی وفات

20 شعبان کو نماز صبح کے وقت 1255ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار بڑے حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کے متصل ہے۔ خواجہ حسین علی خاں مرحوم کا مصرع آپ کی تاریخ وفات میں یہ ہے:

قمر دین بنور حق پیوست
1255ھ

شاہ ابوالحسن (فردؔ) صاحب پھلواروی سجادہ نشیں علیہ الرحمۃ نے یہ تاریخ وفات فرمائی ہے ؎

سالک راہ، میر قمرالدین — نیست محتاج وصف او بہ بیان
قمری بود در عظیم آباد — نور افزای مجمع یاران
شب سہ شنبہ و شب بستم — بود بی ریف از مہ شعبان
ہاتفی گفت از سر افسوس — سال او از غروب ماہ بدان

1254+1= ھ1255

(اخبارالاولیاء، ص ۵۸)

☆☆☆

حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

نام : ابوالبرکات

وفات : 1256 ہجری بمطابق 1840ء (عہد مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر)

مدفن : نزد مزار حضرت عشق، تکیہ (خانقاہ) پٹنہ سیٹی

پیر و مرشد : حضرت رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : ابوالعلائیہ

حالات زندگی

آپ کی جائے پیدائش پچھم کے علاقے میں دیوتانہ میں ہوئی تھی۔ اس طریقہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ پیشہ سے سپاہی تھے۔ حضرت عشق کی صحبت میں پہنچے اور خوب مجاہدات فرمائے۔ تکیہ (خانقاہ حضرت عشق) کے بالا خانے پر آپ کا قیام اس طرح تھا کہ سر کے نیچے اینٹ کا تکیہ تھا اور خوراک بھی بہت مختصر تھی۔ ایک زمانہ تک مجاہدات فرماتے رہے آخر کار مقصد حاصل ہوا تو مغربی ہندوستان کی جانب روانہ ہو گئے۔ کچھ مدت بنارس میں بھی قیام پذیر رہے اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ پھر چھوٹے حضرت (صاحبزدۂ حضرت عشق قدس سرہٗ) کے طلب فرمانے پر عظیم آباد تشریف لائے اور رشد و ارشاد کا معاملہ بڑی حسن و خوبی کے ساتھ آپ سے ظاہر ہوا۔ آپ ولایت کے درجہ کمال پر فائز ہونے کے باوجود کبھی بھی کرامات کی جانب متوجہ نہ ہوئے اور ہر کام میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھتے تھے۔ جب آپ پر وجد و حال غالب آتا تو محفل کے سارے لوگ اسی رنگ میں رنگ جاتے تھے۔

آپ کی وفات

8 رمضان شریف 1256ھ کو الٰہ آباد میں انتقال فرمایا اور تین مہینہ بعد آپ کی لاش شریف عظیم آباد آئی پھر بھی بالکل تر و تازہ تھی۔ وفات کے وقت آپ کی زبان عربی ہوگئی تھی اور ساری گفتگو عربی زبان میں فرماتے تھے۔ حالانکہ عربی میں آپ کا علم ظاہر کچھ بھی نہ تھا۔ آپ کا مزار شریف حضرت عشق کے زیر قدم ہے۔ (اخبار الاولیا، ص ۳۱)

تاریخ وفات: از مولوی ابوالحسن صاحب مرحوم سجادہ نشیں پھلواری

قطعہ

بذات وصفت عین برکات بود — شدہ نام او وصف و ہم عین نام
شب ہشتمی ماندہ پاسی زشب — شب چہار شنبہ ز ماہ صیام
بہ سال وفاتش بہ گفتم ز مدح — بزرگے خدا بین و عالی مقام

1256ھ

آپ کے خلفاء

حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کے خلفاء میں ایک خواجہ عبید اللہ محلہ لودی کٹرہ پٹنہ سیٹی میں رہتے تھے اور ان کو توجہ دینے کی غرض سے خود حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ ان کے مکان پر فجر کی نماز کے وقت تشریف لے جاتے تھے۔ ان کی وفات 3 ذی الحجہ 1249ھ کو ہوئی اور ان کا مزار درگاہ حضرت شاہ ارزاں قدس سرہٗ کے امام باڑہ کے پیچھے ہے۔

حضرت خواجہ ابوالبرکات کے خلفاء میں منشی محمد خلیل مرحوم بھی تھے جو فن کتابت و خوشخطی میں ماہر تھے اور اس شہر میں فن کتابت کا فیضان آپ ہی سے جاری ہوا۔ چنانچہ کون ایسا خوش نویس ہے جس کا سلسلہ آپ تک نہیں پہنچتا ہو۔

حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کے خلفاء میں خواجہ حسین علی خاں مرحوم اور ان کے صاحبزادگان بھی ہیں۔

آپ کے خلفاء میں مولوی تراب علی علیہ رحمۃ بھی ہیں جو حرمین شریفین کے حج کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں اور ذوق و شوق بھی خوب رکھتے ہیں۔ (اخبار الاولیاء، ص ۳۱)

حضرت سید شاہ غلام نجف رحمۃ اللہ علیہ

نام : غلام نجف

ولادت : 1233 ہجری

وطن : عظیم آباد

وفات : 1308 ہجری بمطابق 1890ء (عہد حکومت برطانیہ)

مدفن : احاطہ درگاہ شاہ ارزاں، سلطان گنج، پٹنہ سیٹی

پیر و مرشد : حضرت سید شاہ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ (1252 ہجری)

سجادہ : ساتواں سجادہ خانقاہ شاہ ارزاں

سلسلہ : قادریہ

صفات

''حضرت سید شاہ غلام نجف رحمۃ اللہ علیہ ایک سچے نائب رسول ایک قدسی صفت بزرگ اور ایک راسخ الارادہ مرد مومن تھے۔ وہ اخلاص و یقین کا پیکر جمیل تھے، وہ ائمہ اسلام کا نقش حیات تھے، وہ حضرت دیوان شاہ ارزاں رحمۃ اللہ علیہ کی شاہانہ سطوت و اقتدار کے وارث تھے۔ وہ دینی وقار اور اسلامی غیرت کا ایک نادر الوجود نمونہ تھے۔''

ولادت

21 رمضان المبارک 1233ھ کو صبح صادق کے وقت درگاہ حضرت شاہ ارزاں میں آپ کی ولادت ہوئی۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۲۲)

نام ولقب

جس رات کے بعد کی صبح میں آپ نے عالم ہستی میں قدم رکھا اسی رات تہجد کی نماز سے قبل محبوب رب العالمین حضرت سید شاہ کریم بخش قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ آج جنید ثانی کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو ہمارے ہی نقش قدم پر چلے گا۔ میں نے اس کا نام غلام نجف رکھا۔ آپ کا نام ولقب ولیوں کے امام حضرت علی نے رکھا اس لئے والدین کی کیا مجال تھی کہ کوئی اور نام رکھتے۔ لہٰذا آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رکھے ہوئے نام سے معروف ہوئے۔

(حیات شیخ الاسلام، ص ۲۲)

انتخاب مرشد وبیعت طریقت

حضرت سید شاہ غلام نجف کے سامنے برصغیر کی دو شہرۂ آفاق شخصیتیں موجود تھیں۔ ایک والد ماجد جنید ثانی عارف باللہ حضرت سید شاہ عباداللہ جن کے علم وعرفان کا تذکرہ زبان خاص وعام تھا اور دوسری شخصیت محبوب رب العالمین حضرت سید شاہ کریم بخش قدس سرہٗ سجادہ نشیں خانقاہ حضرت دیوان شاہ ارزاں کی اس کے علاوہ آپ کے عہد میں خانقاہ میں بیسوں خدا رسیدہ بزرگ موجود تھے جو اپنے دور کے شبلی وبایزید تھے لیکن شیخ الاسلام حضرت سید شاہ غلام نجف قدس سرہٗ محبوب رب العالمین حضرت سید شاہ کریم بخش قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۲۸۔۲۹)

تبلیغ دین

آفتاب شریعت حضرت دیوان شاہ ارزاں رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت سید شاہ غلام نجف تک کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس سلسلہ کے تمام بزرگ عبادت وریاضت کے گہرے انہماک کے ساتھ اسلام کی حفاظت وبقا کے لئے ہمیشہ کوشاں اور مسلمانوں کی اصلاح وہدایت کے لئے متفکر رہے۔ اس مسند رشد وہدایت پر بیٹھنے والا ہر شخص اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا، اللہ اور اللہ کے رسول کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانا اپنی ذمہ داری

سمجھتا رہا اور الحمدللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خانقاہ کے بزرگوں کے ہاتھوں پر جس بڑی تعداد میں غیر مسلم حضرت حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اس کی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۲۷)

آپ قدس سرہٗ سجادگی اور خلوت نشینی سے قبل اپنے اسلاف کی طرح تبلیغ دین کے لئے دور دراز علاقے میں تشریف لے جاتے اور غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دیتے۔ آپ ہی کی تبلیغ سے چمپارن میں سیکڑوں غیر مسلم حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی نسل آج بھی اسلام کے راستے پر چل رہی ہے اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو اب ٹھاکورائی کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب میں بھی آپ نے تبلیغ دین کا خاصہ کام کیا اور وہاں بھی بڑی تعداد میں لوگ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

سجادگی اور خلوت نشینی کے بعد آپ اپنے خلفاء کو تبلیغ دین کے لئے خانقاہ سے باہر بھیجنے لگے۔ ان میں تین نام بڑی ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت سید شاہ سرفراز حسین، حضرت سید شاہ حیدر علی اور حضرت سید شاہ ابراہیم حسین قدس سرہم، ان تینوں حضرات کے ہاتھوں پر بھی خاصی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔

جانشین

آپ کے خلفاء میں سب کے سب عارفین باللہ اور علماء متبحر تھے لیکن ان میں حضرت مولانا شاہ لطیف حسین عرف شاہ کرامت ارزاں شاہی، حضرت مولانا سید شاہ حیدر علی اور حضرت مولانا قاضی سید شاہ ابراہیم حسین قدس سرہما حقائق ومعارف اور مرتبہ احسان کے لحاظ سے آپ کے ممتاز ترین خلفاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ شیخ الاسلام کے وصال کے بعد جانشینی کے لئے خلفاء اور جمعیت الفقراء کی نگاہ انتخاب حضرت شاہ لطیف حسین عرف شاہ کرامت ارزاں شاہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف گئی لیکن اس بیچ میں جناب شاہ واجد حسین (وفات 1361ھ) نے دعویٰ سجادگی کیا اور یہ مقدمہ کورٹ میں چلا گیا۔ سجادگی کو متنازعہ دیکھتے ہوئے حضرت کرامت ارزاں شاہیؒ پنجاب چلے گئے۔ اس کے بعد جمعیت الفقرا نے قطب العصر حضرت سید شاہ حیدر علی کے

سر پر تاج ارزانی رکھا اور علماء و مشائخ کے عظیم الشان اجتماع میں رسم جانشینی ادا کی گئی۔ قطب العصر حضرت شاہ حیدر علی 8 سال تک مسند سجادگی پر جلوہ افروز رہے۔ 28 ذیقعدہ 1361ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد مجدد طریقت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1387ھ) سجادہ ارزانی پر جلوہ افروز ہوئے۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۳۶)

''آپ نے اپنی سنت آبائی کو قائم رکھا یعنی آمدنی معاش درگاہ سے اپنی نفس ذات پر کبھی صرف نہ کیا۔ جو والد بزرگوار مرحوم کا عطیہ ہے اس پر اکتفا فرمایا اور درگاہ کی آمدنی پر دست اندازی نہ فرمائی کبھی کسی کی نذر و فتوح کو قبول نہیں فرماتے اگر کوئی مراد یافتہ نذر لاتا تھا تو آپ فرما دیتے کہ لانے والا اپنے ہاتھ سے فقرا و مساکین میں تقسیم کر دے۔''

اہل حاجت کی امداد

حضرت سید شاہ غلام نجف قدس سرہٗ کے وصال کو ایک زمانہ گزر گیا لیکن آپ کی سخاوت کا ذکر آج بھی بعض حلقوں میں زبانِ خاص و عام ہے اس سلسلے میں مصنف ''نعمت ارزاں'' رقم طراز ہیں:

''ہمیشہ صدہا فقیر و مسافر جو مکانات درگاہ میں سالہا سال سے پڑے ہیں ان کو زر نقد اور طعام سے حضرت شاہ صاحب امداد و عنایت فرماتے تھے بلکہ اُن کی سخاوت کی شہرت اس شہر میں یہاں تک عام ہوئی کہ اگر کوئی محتاج یا مسافر شہر میں کسی سے سوال بڑا کرتا تو اس کو یہی جواب دیتے کہ ایسا سوال تیرا درگاہ شاہ ارزاں میں حضرت شاہ غلام نجف صاحب سے پورا ہوگا، چنانچہ اکثر یہی ہوتا تھا یعنی ہر روز دو چار مسافر سے خالی نہیں رہتا۔ دس بیس روزانہ نقد تقسیم ہوتا رہتا تھا اور اس کے علاوہ جو مقامی لوگ تھے ان میں تقسیم ہوتا تھا۔''

(حیات شیخ الاسلام، ص ۴۷)

شاہ ابراہیم حسین نجفی لکھتے ہیں:

''پٹنہ سیٹی کے ایک رئیس جن کا خاندانی تعلق نواب علی ابراہیم خاں خلیل سے تھا انہیں کچھ روپے کی ضرورت پڑی وہ حضرت اقدس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے قبل کہ وہ حضرت اقدس سے کچھ عرض کریں حضرت نے اپنے مصلیٰ کے اندر سے 5 ہزار روپیہ نکال کر انہیں عنایت فرمایا وہ صاحب سخت متحیر ہوئے کہ میں نے حضرت سے عرض نہیں کیا کہ مجھے 5 ہزار روپے کی ضرورت ہے اور حضرت نے بغیر کچھ کہے مجھے 5 ہزار روپے دے دیا اور جب وہ صاحب جانے لگے تو حضرت نے نہ صرف خلوت کے دروازے تک بلکہ خانقاہ کے صدر دروازے تک جا کر انہیں پہنچایا۔ حضرت کے معمولات میں فرق دیکھ کر وہ صاحب حضرت اقدس کے قدم سے لپٹ گئے اور کہا حضرت ایک تو وہ رقم جتنی ابھی مجھے ضرورت تھی بغیر کہے آپ نے عنایت کی اور دوسرے مجھ جیسے حقیر اور گنہگار کو صدر دروازہ تک چھوڑنے کے لئے آ گئے۔ اس پر حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا میں جانتا تھا یہ تمہارے حصے کی رقم ہے اللہ جل شانہٗ نے مجھے دے دیا تھا اور میں نے پھر تمہیں دے دیا۔''

تصانیف و تالیف

آپ کی نگاہ قرآنیات، حدیث، اصول حدیث، سیرت، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، ادب، فضائل، مناقب، تکسیر، اخلاق، تفسیر، صرف، نحو، منطق، فلسفہ اور ہیئت پر گہری تھی۔ ان میں بیشتر علوم پر حضرت شیخ الاسلام نے کتابیں تصنیف کیں۔ استاذ الکل حضرت سید شاہ ابراہیم حسین قدس سرہٗ نے لکھا ہے:

''حضرت شاہ غلام نجف قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف و تالیفات سو سے زائد ہیں۔''

لیکن بیشتر کتابیں ناپید یا گم ہیں یہاں پر میں صرف ان ہی کتابوں کا ذکر کروں گا جو میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں یا میری نظر سے کسی کتب خانے میں گزر چکی ہیں۔

(۱) تفسیر سورہ فاتحہ (۲) اسناد بسم اللہ (۳) فضائل درود (۴) رسالہ اعمال واوراد (۵) رسالہ میلاد (۶) مجموعہ فتاویٰ (۷) کلیات نجف (۸) لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس (۹) سید الانبیاء (۱۰) جواز محفل مولود (۱۱) فضائل نبوی (۱۲) تزکیہ نفس (۱۳) المرتضیٰ (۱۴) مناقب غوث (۱۵) جواز محفل سماع (۱۶) منتخب احادیث مع اردو ترجمہ وتفسیر (۱۷) حاشیہ جلالین شریف۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۴۴)

ملفوظات

۱۔ شجرۃ الیقین فی جنت النعیم۔ مرتبہ شاہ رضا حسین، مطبوعہ ذی قعدہ ۱۲۹۲ھ نور الانوار پریس، آرا

۲۔ احسن الشہادتین فی رموز السبطین۔ مرتبہ شاہ رضا حسین، مطبوعہ 1294ھ، طبع نور الانوار، آرا

۳۔ نعمت ارزاں۔ مرتبہ عبد الرزاق (قلمی 1304ھ)

۴۔ نور علیٰ نور۔ مرتبہ شاہ رضا حسین، مطبوعہ 1306ھ مطبع یونین پریس اپلینج، بانکی پور، پٹنہ

۵۔ لطیف الخبیر۔ مرتبہ شاہ رضا حسین، 1307ھ مطبع یونین پریس اپلینج، بانکی پور، پٹنہ

۶۔ ارشاد عظام۔ مرتبہ سید شاہ ابراہیم حسین (قلمی 1308ھ) (حیات شیخ الاسلام، ص ۴۵)

شاعری

خانقاہ حضرت دیوان شاہ ارزانی کی حیثیت ایک اہم دینی مرکز کے ساتھ ساتھ ایک ادبی مرکز کی بھی ہے۔ یہاں کے سجادگان اور خانوادے کے دیگر افراد نے جہاں ایک طرف اہم دینی، روحانی اور علمی خدمات انجام دی ہیں۔ وہیں دوسری طرف ادب اور خصوصاً اردو ادب کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں جسے اردو ادب کا مورخ اور محقق بھلا نہیں سکتا۔ ممتاز محقق پروفیسر مختار الدین احمد آرزو لکھتے ہیں:

''درگاہ شاہ ارزاں کے سجادہ نشیں صاحب کے خاندان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں کا ہر تیسرا آدمی شاعر ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس خاندان کا ہر شخص شاعر ہے۔'' (حیات شیخ الاسلام، ص ۴۵)

کرامات

سونے کی دیوار:۔ ایک شخص خانقاہ میں آیا حضرت اقدس کو قدم بوس ہوا۔ حضرت نے فرمایا تم کیا کرتے ہو وہ شخص بولا تسخیر کر کے کیمیا بناتا ہوں۔ حضرت اقدس نے پوچھا کیمیا کیا ہوتا ہے وہ بولا کیمیا لوہے سے مس کر جائے تو لوہا سونا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسکرائے دوسرے دن سے اس شخص نے تسخیر کا عمل شروع کیا اور چالیسویں دن وہ کیمیا بنا کر حضرت اقدس کے سامنے لایا اور بولا حضور میں نے چالیس دن تسخیر کر کے یہ کیمیا بنایا ہے شیخ الاسلام کو یہ سن کر جلال آ گیا پسینہ کی بوندیں جبین مبارک پر آ گئیں اور جلال کے عالم میں فرمایا تم نے تسخیر میں اتنا دن فضول برباد کیا، جس دل میں ایمان کی روشنی ہوتی ہے وہ خود اکسیر ہوتا ہے یہ کہہ کر اپنی انگلی سے پسینے کی بوندیں اپنی جبیں سے لے کر دیوار پر چھینٹیں اور وہ دیوار سونے کی ہو گئی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا جس دل میں ایمان کی روشنی رہتی ہے اگر وہ یہ کہہ دے اے دیوار تو اصلی حال میں واپس ہو تو دیوار پھر ویسی ہی ہو جائے گی۔ شیخ الاسلام کی زبان سے جیسے ہی یہ بات نکلی دیوار پہلے کی طرح ہو گئی۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۶۲)

وصال

آپ کا وصال یکم شعبان المعظم 1308ھ روز پنجشنبہ بوقت صبح صادق ہوا اور احاطہ درگاہ شاہ ارزاں میں دفن ہوئے۔ (حیات شیخ الاسلام، ص ۶۹)

☆☆☆

حصہ چھارم

تذکرۂ

صوفیاء پھلواری شریف

ضلع پٹنہ

موضع پھلواری شریف کا تاریخ پس منظر

قصبہ پھلواری شریف : تقریباً ایک ہزار سال سے آباد ہے۔ آبادی سے قبل اس سرزمین پر راجہ اشوک کا باغ تھا۔ جو راجہ کی پھلواری کہلاتا تھا۔ انقلاب زمانہ نے اس باغ کو ویران کر دیا اور اس کی حیثیت ایک کھنڈر کی ہوگئی۔ بعد میں اس علاقے میں انسانوں کی آبادی ہوئی۔ ہندو فقراء اور سادھوؤں کا مسکن بنا۔ اسلام آنے سے قبل تک یہ قصبہ ہندو مذہب کے لئے ایک متبرک مقام کی حیثیت سے مشہور و معروف رہا۔ جب ہندوستان میں مسلم مبلغین کی آمد شروع ہوئی تو اس سرزمین پر بھی بکثرت مبلغین اسلام اور بزرگان دین تشریف لائے۔ ساتویں صدی ہجری میں اس قصبہ میں جن بزرگوں کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں حضرت مخدوم عاشق شہید، حضرت مخدوم شاہ الہ داد، حضرت مخدوم عنایت شہید، حضرت مخدوم خاصہ خلاصہ سہروردی، (ہمشیرہ زادہ مخدوم سید منہاج الدین راستی)، حضرت مخدوم حاجی الحرمین وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں تبلیغ کا کام انجام دیا، لیکن اکثر نے ہندوؤں سے جنگ کے دوران شہادت حاصل کی۔ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ایک بزرگ حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی قدس سرہٗ العزیز جیلان سے بہار تشریف لائے اور حضرت مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی صحبت میں حاضر ہو کر علم و عرفان سیکھا۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے۔ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری نے آپ کو اس قصبہ پھلواری میں لاکر مسند ہدایت پر بیٹھایا اور اس کا نام ''بستان نجات'' رکھا۔ اس قصبہ کا نام جہانگیر پور پھلواری ہے۔ لیکن پھلواری شریف کے نام سے مشہور ہے۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ تا قیامت ہر زمانہ میں یہاں ایک درویش اور ایک عالم دین رہے گا جس کا فیض عام جاری رہے گا۔

(از کتاب اعیان وطن مصنفہ حضرت حکیم سید محمد شعیب پھلواری، شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۲۸۶)

☆☆☆

حضرت مخدوم منہاج الدین راستی رحمۃ اللہ علیہ

نام : منہاج الدین

لقب : راستی

وطن : جیلان

وفات : 787 ہجری بمطابق 1385ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : نزد عیدگاہ، پھلواری شریف

پیرومرشد : حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

سلسلہ نسب

حضرت مخدوم منہاج الدین راستی جیلانی بن سید تاج الدین بن سید عبدالرحمن بن سید عبدالکریم بن سید اسمٰعیل بن سید مصطفیٰ بن سید حسن از اولاد حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ۔

(بہ روایت ''اعیان وطن'' مولفہ حکیم سید محمد شعیب پھلواروی)

آپ کی حالات زندگی

حضرت مخدوم منہاج الدین راستی خدا طلبی کے جذبہ سے اپنے وطن سے نکلے اور مراحل ریاضت ومجاہدہ طے کرتے ہوئے وارد بہار ہوئے۔ اور ایک عرصہ تک ناگر جنی پہاڑ (نزد بیلا گنج ضلع گیا) پر چلہ کش رہے۔ پھر مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے روحانی وابستگی اختیار کی۔ مخدوم جہاں نے تعلیم وتربیت کے بعد اجازت وخلافت سے نوازا اور برائے تبلیغ دین پھلواری (نزد پٹنہ) کی طرف روانہ کیا۔ آپ نے 762 ہجری میں پھلواری

پہنچ کر انتھک تبلیغی کوشیش کیں اور کفر و شرک کا اندھیرا اللہ کے فضل سے بڑی حد تک دور ہو گیا۔ آپ نے رشد و ہدایت کے لئے یہاں ایک خانقاہ قائم کی اور مسجد و عیدگاہ بنایا۔ اب صرف عیدگاہ باقی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل ''اعیان وطن'' سے ماخوذ ہے۔ وابستگان مخدوم جہاں نے اپنی تحریروں میں مخدوم کے خلفاء کی جو فہرست پیش کی ہے اس میں حضرت منہاج الدین کا نام نہیں ہے۔ البتہ ایک بزرگ حاجی منہاج الدین کا ذکر ضرور ہے جنھوں نے مخدوم جہاں کی مجلس میں فرضیت حج پر تعریضاً گفتگو کی تھی جس پر حضرت مولانا ظفر بلخی کو غصہ آ گیا تھا اور انھوں نے انھیں اپنی آستین میں کعبہ شریف کا معائنہ کرا دیا تھا اور اظہار کرامت پر مخدوم جہاں کی ناراضگی سہی تھی۔ اگر حضرت منہاج الدین راستی وہی حاجی منہاج الدین ہیں تو انھوں نے واقعہ مذکور کے بعد حضرت مخدوم جہاں سے وابستگی اختیار کی ہوگی۔

شادی اور اولاد

''اعیان وطن'' کی روایت کے مطابق آپ کی دو شادیاں ہوئی تھیں اور دونوں زوجہ سے اولاد ہوئی تھی۔ زوجہ ثانیہ کی اولاد کا ذکر تسلسل سے ہے۔ ان سے تین صاحبزادگان حضرت بہاء الدین، حضرت عزیز الدین اور سید محمد معروف تھے اور ان کی اولاد ہنوز باقی اور جاری ہے اور پھلواری شریف اور اس کے اطراف میں آباد ہے۔

جانشین

حضرت عزیز الدین اپنے والد کے سجادہ نشین تھے جیسا کہ ''اعیان وطن'' میں مذکور ہے۔

وفات اور مدفن

حضرت منہاج الدین راستی قدس سرہٗ نے 29 ذی الحجہ 787ھ کو وفات پائی اور آپ کی بنا کردہ عیدہ گاہ سے شمال کی طرف مدفون ہوئے۔ بعد میں ان کے گرد احاطہ تعمیر ہوا۔ تاریخ مذکورہ کو عرس ہوتا ہے۔ جس میں سجادگان پھلواری شریف اپنے اپنے دور میں شامل ہوتے رہے اور عقیدت مندوں کا مجمع کثیر ہوتا ہے۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۳۸)

☆☆☆

حضرت مخدوم بدر عالم قادری شہباز پوری رحمۃ اللہ علیہ

نام : بدر عالم

وطن : جونپور

وفات : 1013 ہجری بمطابق 1604ء (عہد مغل بادشاہ جہانگیر)

مدفن : شہباز پور نزد پھلواری شریف

پیر مرشد : حضرت سید قمیص قادری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

آپ کی حالات زندگی

حضرت مخدوم سید بدرالدین عالم قادری قدس سرہٗ بہار میں سلسلہ قادریہ کے بہت ہی مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا اصل وطن جونپور تھا۔ آپ اور آپ کے والد حضرت میر سید صدرالدین صدر جہاں عرف میر عالم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید محمد قمیص قادری قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم بدر عالم قادری قدس سرہٗ کو اپنے والد حضرت صدر جہاں سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ سلطان وقت کے حکم سے حضرت سید محمد قمیص قادری جب بنگال تشریف لائے تو آپ دونوں بزرگ بھی ساتھ تھے۔ پیر نے دونوں بزرگوں کو بہار کی ولایت سپرد کی اور رشد و ہدایت خلق کا کام انجام دینے کا حکم دیا۔ حضرت حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''اعیان وطن'' میں لکھتے ہیں کہ ''یہ بزرگ دسویں صدی ہجری کے وسط 954ھ میں اپنے پیر و مرشد حضرت سید محمد قمیص قادری قدس سرہٗ کے ہمراہ اپنے والد اور تمام اہل و عیال کے ساتھ جونپور سے بہار تشریف لائے تھے۔''

آپ کا سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب سید فتح اللہ مبارزی، سید ابوالفرح واسطی اور حضرت سید یحییٰ شبیہ رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہوا حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ جناب حکیم شعیب پھلواروی نے ''اعیان وطن'' میں جو نسب نامہ تحریر کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت سید بدرالدین بدر عالم بن میر سید صدر جہاں میر عالم بن میر سید شاہ بن سید شہاب الدین بن سید بدرالدین بن سید کریم الدین بن سید نورالدین بن سید مومن بن سید تاج الدین بن سید بہاء الدین بن سید فتح اللہ مبارزی بن سید ابوالفتح بن سید ابوالفرح الواسطی بن سید داؤد بن سید عیسیٰ مبسر کوفہ بن سید محمد بن سید ابوالحسن زید بن سید حسین بن سید اکبر بن سید منصور بن سید عدنان بن سید عمر بن سید یحییٰ شبیہ رسول اللہ ﷺ بن سید حسن ذوالدمعہ بن امام ابوالحسن زید شہید بن امام علی زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ۔

آپ کے پیر

حضرت مخدوم سید بدرالدین بدر عالم قادری شہباز پوری قدس سرہٗ کے پیر و مرشد حضرت سید محمد قمیص قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی بہار و بنگال میں تبلیغ دین کے کاموں میں بسر کی اور 992ھ میں بنگال میں وصال فرمایا۔ آپ کا جنازہ بنگال سے مقام سادھورہ لایا گیا۔ جہاں آپ آسودہ خاک ہیں۔ اثنائے راہ جب آپ کے جنازہ کو بہار شریف میں جس مقام میں رکھا گیا۔ وہاں پر یادگار چلہ گاہ اب تک موجود ہے۔ بہار میں ایک گاؤں آپ کے نام سے قمیص پور آباد ہے۔ حضرت مخدوم بدر عالم شہباز پوری قدس سرہٗ اپنے پیر کے خلیفہ تھے اور آپ اپنے والد کے بھی سجادہ تھے۔ آپ کی غذا جَو کا آٹا اور پوشاک کملی تھا۔ اس لئے حضرت مخدوم کا خطاب ''کشک نوش'' اور ''پشمینہ پوش'' تھا۔

آپ کی وفات

یہ مختصر تذکرہ حضرت مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواروی کی کتاب ''اعیان وطن'' کی

مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ حضرت حکیم صاحب کے مطابق ''آپ تاعمر موضع شہباز پور (نزد پھلواری شریف و موضع عیسیٰ پور) میں قیام پذیر رہ کر رشد و ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ 15 شعبان 1013ھ میں رحلت فرمائی اور شہباز پور میں ہی مدفون ہوئے۔''

''اعیان وطن'' کے مطابق حضرت مخدوم کے والد حضرت میر صدرالدین صدر جہاں میر عالم کا مزار بھی شہباز پور میں ہی ہے۔ اس وقت موضع شہباز پور آپ کی اولادوں سے مکمل طور پر خالی ہو چکا ہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ

آپ کا روحانی سلسلہ قادریہ قمیصیہ بدریہ، فیاض المسلمین حضرت مولانا شاہ بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ حضرت سید شاہ محی الدین احمد رضوی پھلواروی، حضرت شاہ محمد عبداللہ اور حضرت شاہ محمد سلیمان قادری پھلواروی کو پہنچا۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء میں پانچ بزرگوں کے نام مشہور ہیں۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل، حضرت شاہ محمد اسحاق، حضرت شاہ محمد یوسف برادران (ساکنان پھلواری شریف)، حضرت سید شاہ ابوالفتح قادری شہبازپوری اور حضرت حاجی عبداللہ سیاح خیرآبادی۔

آپ کے کشف و کرامات

''تجلیات انوار'' میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم بدر عالم قادری قدس سرہٗ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ ہمیشہ کھلی آنکھوں سے مراقبہ کیا کرتے تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ کے ایک مرید نے کہا کہ دوسرے طریقہ میں لوگ آنکھ بند کر کے مراقبہ کرتے ہیں۔ اس طرح یکسوئی رہتی ہے اور خیالات منتشر نہیں ہوتے۔ آپ نے اس مرید سے کہا کہ میں جب آنکھ بند کر کے مراقبہ کرتا ہوں تو میری آنکھیں شعلہ بار عشق بن جاتی ہیں اور اس حالت میں آنکھ کھول کر کسی شئے پر نگاہ ڈالوں تو وہ جل جائے گی۔ آزمائش کے لئے ایک

کمہار کو کہا گیا کہ وہ اپنے مٹی کے کچے ظروف کا پزایہ تیار رکھے لیکن اس میں آگ نہ ڈالے۔ جب کمہار کے مٹی کے کچے ظروف کا پزایہ تیار ہو گیا تو آپ صبح کو اس پزایہ کے قریب تشریف لائے اور مراقبہ کے بعد اس پزایہ پر پہلی نظر ڈالی جس کے اثر سے کمہار کے تمام کچے برتن پک گئے۔

''تذکرۃ الصالحین'' میں لکھا ہے کہ: ''آپ اپنے زمانہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور سلسلہ قمیصیہ میں خاتم الکاملین تھے۔

آپ کا مزار

مزار آپ کا (شہباز پور میں) برآمد حاجات کے واسطے بہت پر اثر ہے۔'' آپ کے عرس کا سلسلہ آپ کی خانقاہ کے آخری سجادہ اور خلیفہ حضرت سید شاہ منشی اقبال علی علیہ الرحمۃ تک جاری رہا۔ جب حضرت منشی صاحب کا 10 شعبان 1295ھ میں وصال ہو گیا اور شہباز پور صرف آپ کی اولادوں ہی سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا تو عرس کا یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ آپ کے ورثا میں کچھ افراد موضع پھلواری شریف میں آباد ہوئے۔ جن کا تذکرہ اور نسب نامہ ''اعیان وطن'' میں موجود ہے۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۰۶)

☆☆☆

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : عماد الدین

لقب : خواجہ

وطن : پھلواری شریف

ولادت : 1065 ہجری بمطابق 1654ء

وفات : 1124 ہجری بمطابق 1712ء (عہد مغل بادشاہ فروخ شیر)

مدفن : پھلواری شریف میں اپنے والد مخدوم شاہ برہان الدین کے مزار کے بائیں جانب

پیر و مرشد : حضرت سید محمد فاضل قلندر اور والد حضرت مخدوم شاہ برہان الدین

آپ کی حالات زندگی

خواجہ عماد الدین کی ولادت 1065ھ مطابق 1654ء میں ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مخدوم شاہ برہان الدین قادری پھلواروی سے پائی۔تقریباً 20 سال کی عمر میں اپنے والد کی اجازت سے تکمیل علوم کے لئے دہلی پہنچے اور وہاں بقیہ کتب درسیہ میں اکثر کتب کی تکمیل کے بعد آپ نے شیخ عبدالحق دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔

تعلیم و تربیت

دہلی سے فراغت کے بعد خواجہ عماد الدین لاہور کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے، اور جو کچھ کتابیں باقی رہ گئی تھیں اس کی تکمیل 25 سال کی عمر میں کر لی۔اس کے بعد دو سال تک

اسی مدرسہ میں درس دیتے رہے۔آپ نے سید محمد فاضل قلندر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اجازت وخلافت جمیع سلاسل سے حاصل کیا۔اس کے بعد اپنے پیر کی اجازت سے وطن واپس لوٹے تو اپنے والد مخدوم شاہ برہان الدین سے بھی اجازت وخلافت حاصل کی۔

خواجہ عمادالدین ولی دکنی کے ہم عصر تھے۔تخلص عمادؔ رکھے تھے۔انہوں نے ایک مختصر رسالہ صراط مستقیم معروف بہ سیدھا راستہ 1670ء میں اپنی اہلیہ کی فرمائش پر مرتب فرمایا۔

آپ کی وفات

خواجہ عمادالدین نے جمادی الاوّل 1124ھ مطابق 1712ھ کو اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔پھلواری شریف کے قبرستان میں اپنے والد کی مزار کے بائیں جانب دفن کئے گئے۔ اولادوں میں ایک محمد سجاد اور دوسرے انعام الدین آپ کے جانشین ہوئے۔

(ارضِ بہار اور مسلمان، ص ۳۱۴)

☆☆☆

تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

نام	:	مجیب اللہ
لقب	:	تاج العارفین
ولادت	:	1098 ہجری بمطابق 1686ء
وفات	:	1136 ہجری بمطابق 1723ء (عہد محمد شاہ بادشاہ)
مدفن	:	پھلواری شریف
بانی خانقاہ	:	خانقاہ قادریہ مجیبیہ، پھلواری شریف (بڑی خانقاہ)
پیر و مرشد	:	حضرت خواجہ عماد الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ	:	قادریہ، مجیبیہ

ولادت

مخدوم شاہ مجیب اللہ بن شاہ محمد ظہور اللہ بن امیر کبیر الدین بن امیر رکن الدین بن امیر محمد حسین جعفری بن امیر عطاء اللہ پھلواروی 11 ربیع الثانی 1098ھ کو پھلوار شریف میں پیدا ہوئے۔

آپ کی تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم شاہ برہان اللہ بن لعل میاں سے حاصل کی اور صرف و نحو، بلاغت و معانی، فقہ و فرائض، کلام و منطق اور فلسفہ کی تعلیم خواجہ عماد الدین قلندر سے حاصل کی پھر آپ حضرت شاہ آیت اللہ جوہریؒ کے والد شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کے ہمراہ حضرت مولانا محمد وارث رسول نما بنارسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بنارس تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت رسول نما بنارسی سے علم

ظاہری کے ساتھ راہ سلوک کی تکمیل بھی کی۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو 8 رمضان المبارک 1122ھ میں حضرت خواجہ عمادالدین قلندر پھلواروی سے بیعت اور تمام سلاسل کی اجازت و خلاوت کی دولت حاصل ہوئی۔ بعد رمضان المبارک آپ پھر بنارس پہنچے۔ حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسی قدس سرہٗ نے اپنے تمام یاران کاملین کی موجودگی میں تمام سلاسل کا تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا۔ حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہری کے والد حضرت شاہ محمد مخدوم کو بھی حضرت مولانا رسول نما بنارسی قدس سرہٗ سے بیعت اور خلافت واجازت حاصل تھی۔

بانی خانقاہ قادریہ مجیبیہ (بڑی خانقاہ)

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی کی خانقاہ قادریہ مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف سے فیض عرفان کا چشمہ اب تک جاری ہے۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد برصغیر کے گوشے گوشے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس خانقاہ سے ہر سال سیکڑوں طلباء علوم اسلامی کی تکمیل کر کے نکلتے ہیں۔

اولاد

حضرت مخدوم شاہ مجیب اللہ کی پہلی بیوی سے شاہ احمد عبدالحق، شاہ احمد عبدالحئ اور پانچ صاحبزادیاں تھی۔ آپ کی دوسری بیوی سے حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ (شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۲۹۳)

☆☆☆

حضرت مخدوم شاہ محمد آیت اللہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ

نام : آیت اللہ

لقب : جوہری (اپنے وقت کے مشہور صوفی شاعر)

وفات : 1210 ہجری بمطابق 1795ء (عہد مغل بادشاہ شاہ عالم)

مدفن : پھلواری شریف

پیرومرشد : والد حضرت مخدوم شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : عمادیہ

ولادت

شاہ محمد آیت اللہ جوہری بن شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی بن شاہ محمد اسماعیل بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی 1126ھ کو پیدا ہوئے۔

آپ کی حالات زندگی

آپ نے اپنے چچا ملا وجیہ الحق محدث سے تعلیم حاصل کی، فن عروض میں آپ ملا جمال الدین ہجّت کے شاگرد تھے۔آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔فارسی میں سورش، اردو میں جوہری اور مرثیہ میں مذاقی تخلص فرماتے تھے۔بیعت اور اجازت وخلافت آپ کو اپنے والد سے تھی۔آپ کا فارسی دیوان کلکتہ امپریل لائبریری میں محفوظ ہے۔آپ کا تذکرہ میر غلام حسین سورش عظیم آبادی اور شیخ وجیہ الدین عشقی نے اپنے تذکروں میں کیا ہے۔لیکن پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم نے آپ کا تذکرہ اپنی کتاب ''صوفیائے بہار اور اردو'' میں بہت تفصیل سے کیا ہے۔جناب دردائی شاہ آیت اللہ جوہری کی شاعری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''اردو غزل کے نمونے آپ کے بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔لیکن مثنوی، مرثیہ، منقبت، شہر آشوب اور قصیدہ ان کا منظر عام پر آچکا ہے، شاہ آیت اللہ جوہری کی نادر مثنوی گوہر جوہری کا 1940ء میں پروفیسر حسن عسکری نے انکشاف کر کے ان کے متعلق مزید تجسس کو بڑھا دیا۔ مثنوی گوہر جوہری کا یہ نسخہ پروفیسر موصوف کو اپنے ایک ہندو شاگرد رائے سیوندر بہادر ایم۔اے، رئیس قصبہ بھکرا ضلع مظفر پور (بہار) کے ذاتی کتب خانہ سے ملا تھا۔جس پر ایک تفصیلی مضمون لکھ کر انہوں نے رسالہ اردو، اپریل 1940ء میں شائع کرادیا۔ اس کے بعد اسی مثنوی گوہر جوہری کا ایک نامکمل نسخہ ڈاکٹر اختر اورینوی نے شاہ مجتبیٰ صاحب بہار شریف کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا۔مثنوی گوہر جوہری بارہویں صدی ہجری کے وسط کی مروجہ زبان کی صحیح اور مکمل نمونہ ہے اس کے اشعار کی مجموعی تعداد دو ہزار تین سو ایک ہے۔مثنوی گوہر جوہری کئی داستانوں پر مشتمل ہے اور ان داستانوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیا گیا ہے۔آخری داستان میں اکبر آباد کے رام راجہ اور کنول دیوی کے عشق کو روایتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔''

پروفیسر دردائی مرحوم مزید لکھتے ہیں:

خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف میں وہاں کے صوفیاء اور مشائخ کے کہے ہوئے مرثیہ کا مجموعہ ایک قلمی نسخہ کی شکل میں موجود ہے۔ڈاکٹر اختر اورینوی نے بھی اپنی تصنیف ''بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء'' کو مکمل کرنے کے دوران اس مخطوطہ سے استفادہ کیا ہے۔ان مراثی کو دیکھنے سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ایک تو یہ کہ یہ مرثیہ شاہ آیت اللہ جوہری مذاقی کا لکھا ہوا ہے۔دوسرے اس کے کاتب مخدوم عالم ہیں جنہوں نے 1206ھ میں سید فیض عالم صاحب کے تعزیہ خانہ میں مرثیہ خوانی کے دوران سن کر قلمبند کرلیا ہے۔تیسرے اس مرثیہ کی کتابت کے وقت حضرت شاہ آیت

اللہ علیہ رحمۃ حیات تھے کیونکہ ان کا وصال 1210ھ میں ہوا ہے۔حضرت شاہ صاحب کی ایک شہر آشوب کا قلمی نسخہ بھی حکیم شعیب صاحب پھلواروی کے قبضہ میں ہے۔اس شہر آشوب سے میرؔ اور سوداؔ کی شہر آشوبوں کی طرح صوبہ بہار اور خاص کر عظیم آباد کی معاشرتی، سماجی، مذہبی اور سیاسی حالت کا پتہ چلتا ہے۔" (شرفاء کی نگر، حصہ اوّل، ص ۲۹۰)

آپ کی والدہ

حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہریؔ قدس سرہٗ کی والدہ بی بی ولیہ حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھیں۔آپ کا وطن امجھر شریف تھا۔اور حضرت سید شاہ عزیز الدین بن سید شاہ محی الدین امجھری کی صاحبزادی تھیں۔عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں دستگاہ رکھتی تھیں۔آپ وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور مشکل سے مشکل مسائل کا صحیح جواب بارگاہ نبوی اور بارگاہ غوثیہ سے روحانی طور پر دریافت کر کے بتادیتی تھیں۔آپ کو بیعت حضرت مولانا رسول نما بنارسی قدس سرہٗ العزیز سے تھی۔

آپ کی شادی اور اولاد

شاہ آیت اللہ جوہریؔ کی دو شادیاں ہوئیں۔پہلی بیوی مسماۃ رابعہ بصریہ بنت حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی سے تین صاحبزادیاں دختر اوّل زوجہ شاہ ولی اللہ منیری بن شاہ عطاء اللہ ساکن موضع دنیاواں۔دختر ودم زوجہ محمد نعیم پھلواروی اور دختر سوم زوجہ میر سید عزت علی شہباز پوری۔آپ کی دوسری بیوی سے ایک صاحبزادے شاہ غلام شبلی تھے جو آپ کے بعد جانشیں ہوئے۔حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہریؔ پھلواروی کے مریدوں اور شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ان میں سید شاہ وارث علی کاکوی، مفتی غلام مخدوم ثروتؔ، امان علی ترقیؔ، غلام شبلی وسعت اور غلام جیلانی محزوںؔ قابل ذکر ہیں۔ (شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۲۹۱)

☆☆☆

حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : نور الحق

لقب : تپاں

وطن : پھلواری شریف

ولادت : 1156 ہجری بمطابق 1743ء (عہد مغل بادشاہ محمد شاہ)

سجادگی : 1173ء میں خانقاہِ عمادیہ کے سجادہ بنائے گئے

وفات : 1233 ہجری بمطابق 1818ء

مدفن : پھلواری شریف میں شاہ برہان الدین کے مزار کے پورب جانب

پیر و مرشد : حضرت غلام نقشبند سجاد رحمۃ اللہ علیہ

ولادت

شاہ محمد نور الحق تپاہ شاہ عبد الحق کے صاحبزادے تھے۔ آپ ماہ جمادی الثانی 1156ھ مطابق 1743ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت اور بیعت و خلافت

آپ نے علوم درسیہ اپنے والد، اور پھوپھا ملا وحید الحق پھلواروی سے حاصل کی۔ 17 برس کی عمر میں 14 رمضان المبارک 1173ھ مطابق (1760ء) کو بیعت سے فارغ ہو کر تعلیم علوم باطنیہ حاصل فرمائی۔ 6 ذی قعدہ 1173ھ مطابق 1769ء کو آپ سجادہ عمادیہ پر گامزن ہوئے۔

آپ کو فن شاعری سے بھی ایک فطری لگاؤ تھا۔ چنانچہ بغیر اعانت استاد آپ فارسی میں زیادہ اور عربی میں تھوڑا بہت اشعار اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے اور جو کچھ فرماتے تھے خوب فرماتے تھے۔ وہ اپنا تخلص تپاں رکھتے تھے۔ آپ کا کلام دو ضخیم کلیات میں مرتب ہے۔ آپ میر کے ہم عصر تھے۔ شاہ تپاں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ غلام نقشبند سجاد کے شاگرد تھے۔ شیخ راسخ عظیم آبادی جناب تپاں کو اپنا فارسی کلام دکھایا کرتے تھے۔

آپ کی تصانیف

آپ کی تصانیف میں ''تبلیغ الحاجات الی مجیب الدعوات'' (مجموعہ اعمال تعویذات واصول فن تکسیر وجفر وغیرہ) اور انوار الطریقت فی اظہار الحقیقت (مجموعہ اذکار واشغال جمیع طرق خاندان مجیبیہ) ہیں۔

آپ کی وفات

شاہ نور الحق کی وفات 4 شعبان کو شنبہ کے دن 1233ھ مطابق 1818ء میں بمقام پٹنہ میر اشرف کے مقبرہ میں ہوئی۔ اور قصبہ پھلواری میں شاہ برہان الدین کے پورب جانب دفن ہوئے۔ آپ ایک باکمال بزرگوں میں تھے اور آپ کا شمار بڑے شعراء اور ادیبوں میں ہوتا تھا۔ فارسی کی دو کلیات ضخیم اور اردو میں مرثیہ کی ایک بیاض ضخیم کے علاوہ متعدد کتابیں آپ کے نام سے موسوم ہیں۔ تپاں کے کلام میں تغزل کے ساتھ بڑی بے ساختگی ہے۔ (ارض بہار اور مسلمان، ص ۳۱۴)

☆☆☆

حضرت مولانا حافظ شاہ محمد ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ

نام : ظہور الحق
وفات : 1234 ہجری بمطابق 1818ء (عہد مغل بادشاہ اکبر ثانی)
مدفن : پھلواری شریف
بانی : خانقاہ عمادیہ، منگل تالات، پٹنہ سیٹی
سجادہ : خانقاہ عمادیہ پھلواری شریف
پیر و مرشد : والد حضرت شاہ محمد نور الحق ابدال رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : عمادیہ

آپ کا سلسلۂ نسب اور ولادت

حضرت مولانا حافظ شاہ محمد ظہور الحق عمادی قدس سرہٗ (خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ سیٹی) بن حضرت شاہ محمد نور الحق ابدال بن شاہ عبد الحق قلندر بن حضرت مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز 7 محرم الحرام 1184ھ کو پھلواری شری میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ شاہ عماد الدین قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ عمادیہ آپ ہی سے شہر پٹنہ میں جاری ہوا اور آج تک جاری ہے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز کے پرپوتے ہیں۔ جن کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار اور حضرت بی بی زینب بنت حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مل جاتا ہے۔ حضرت مخدوم مجیب اللہ نے اپنی زندگی میں آپ کے والد کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت دے کر خانقاہ عمادیہ پھلواری شیریف کی سجادگی پر فائز کر دیا۔

آپ کی تعلیم وتربیت

مؤلف ''اعیان وطن'' کے مطابق علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے ملا وحید الحق ابدال، مولانا احمدی اور اپنے والد حضرت شاہ محمد نور الحق سے کی۔ ملا جمال الدین ساکن ڈہری سے بھی آپ نے استفادہ کیا۔ سند حدیث حضرت مولانا شاہ محمد عبد العزیز محدث دہلوی سے لی۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ درس وتدریس سے خاص شغف تھا۔ اس لئے درس وتدریس کا مشغلہ ساری عمر رہا۔ آپ کے پاس طالبان علوم ظاہری وباطنی دونوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔ آپ پھلواری شریف کی رہائش ترک کر کے شہر عظیم آباد، پٹنہ کے محلہ منگل تالاب میں آباد ہو گئے تھے۔ جناب محمد حسیب اللہ عظیم آبادی مرحوم نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الصالحین'' میں لکھا ہے کہ حضرت حافظ شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ نے ابتدائی کتابوں سے لے کر متوسطات تک اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ بقیہ کتابیں ملا جمال الدین ساکن ڈہری ضلع گیا مقیم عظیم آباد سے پڑھیں۔ بیعت واجازت اور خلافت والد بزرگوار سے تھی۔ جب آپ کی عمر 26 سال کی ہوئی تو آپ کے والد حضرت شاہ نور الحق علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں اپنی سجادگی پر بٹھا کر خود گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

آپ کی شخصیت

حضرت مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ اپنی قائم کردہ خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب پٹنہ میں درس وتدریس اور رشد وہدایت خلق کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ دور دراز تک آپ کی شہرت ہوئی۔ خلق نے آپ کے ذریعہ راہ ہدایت پائی۔ پٹنہ کے ایک ہندو رئیس راجہ جھاؤ لال آپ کے ہاتھوں مشرف اسلام ہوئے۔ راجہ جھاؤ لال رئیس کے نام پر پٹنہ کا ایک محلہ جھاؤ گنج ہے۔ ''تذکرۃ الصالحین'' میں لکھا ہے کہ ملا غلام ثامن عظیم آبادی ایک بڑے علامہ تھے جو دین اسلام سے برگشتہ اور شیعیت کی طرف مائل تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے ذریعہ ہدایت پائی۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک سو بتائی جاتی ہیں۔ جن میں اکثر خانقاہ عمادیہ، پٹنہ میں موجود ہیں۔

سجادگی

حضرت مولانا حافظ شاہ محمد ظہور الحق قلندر عمادی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حافظ شاہ محمد نصیر الحق خانقاہ عمادیہ پٹنہ کے سجادہ ہوئے۔جن کے بعد حضرت شاہ محمد امیر الحق خانقاہ عمادیہ کی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ 1302ھ میں جب حضرت شاہ محمد امیر الحق قدس سرہٗ نے وصال فرمایا تو آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد رشید الحق اور پھر ان کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الحق قدس سرہٗ اپنے والد کی سجادگی پر خانقاہ عمادیہ، پٹنہ پر بٹھائے گئے۔

آپ کی وفات

حضرت مولانا حافظ شاہ محمد نصیر الحق رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 1234 ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار اقدس پھلواری شریف میں ہے۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۴۱)

☆☆☆

حضرت شاہ محمد علی حبیب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : محمد علی

لقب : حبیب

وطن : پھلواری شریف

ولادت : 1249 ہجری بمطابق 1834ء

وفات : 1295 ہجری بمطابق 1878ء (عہد برطانیہ حکومت)

مدفن : پھلواری شریف

پیرومرشد : والد حضرت فردالاولیاء رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

آپ کی ولادت اور تعلیم

مولانا علی حبیب 5 رمضان المبارک 1249ھ مطابق 1834ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام فردالاولیاء تھا۔ ابتدائی مختصرات کی تعلیم اپنے چچا مولوی شاہ محمد حسین سے حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ کتابیں اپنے دوسرے چچا مولوی شاہ تراب سے پڑھا اور تکمیل اپنے چچا مولوی شاہ محمد حسین سے کی۔

بیعت وخلافت

تکمیل باطنی شاہ ابوتراب سے ہوئی اور بیعت طریقت اور اجازت وخلافت جمیع سلاسل کی اپنے والد سے تھی۔ مولوی شاہ ابوتراب سے بھی خلافت واجازت تھی۔

فن حدیث اپنے چچا زاد بھائی مولانا شاہ آل احمد بن مولانا شاہ امام سے حاصل کیا۔ مولانا حبیب کو علم طب میں بھی دخل تھا۔ فن شاعری میں بھی اچھی مہارت تھی اور شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ تخلص آپ کا نصرؔ ہے۔ آپ کا دیوان ''دیوان معجز بیان'' کے نام سے موجود ہے۔

آپ کی تصنیفات

حبیب کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں:

۱۔ رسالہ شواہد الجمعہ در بیان فرضیت جمعہ۔
۲۔ رسالہ نعمت عظمیٰ در بیان جواب سوالات غیر مقلدین۔
۳۔ رسالہ اسوہ حسنہ در مراتب خلفاء۔

آپ کے وقت میں کچھ جائیدادیں بھی مریدوں نے خانقاہ کے لئے وقف کیں۔ آپ نے مسجد و خانقاہ کی مرمت کروائی۔

شادی اور اولاد

آپ کی دو شادیاں مولوی رعایت علی کی صاحبزادیوں سے ہوئی۔ پہلی بیوی سے شاہ عبدالحق و شاہ عین الحق اور دو صاحبزادیاں، جن میں سے ایک کی شادی مولوی منظور احمد کے ساتھ اور دوسری کی مولوی شاہ محمد بدرالدین کے ساتھ ہوئی۔ اہلیہ دوئم سے سید زین الحق جو کمسنی میں انتقال کر گئے ایک دختر جو مولانا حکیم شاہ محمد سلیمان سے بیاہی گئیں۔ آپ نے اپنے عہد سجادگی میں بسنت خسروی اور دستر خوان علی کرم اللہ وجہہٗ وغیرہ رسومات بدعات کو خانقاہ سے اٹھا دیا اور جو روپیہ خانقاہ عمادیہ میں قل کے واسطے آیا کرتا تھا اس کو موقوف کر دیا۔

آپ کی وفات

مولانا شاہ علی حبیب نے 27 ربیع الاوّل روز دوشنبہ 1295ھ مطابق 1878ء کو انتقال کیا۔ (ارضِ بہار اور مسلمان، ص ۳۲۲)

حضرت مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : احمد کبیر

لقب : حیرت

وفات : 1911 عیسوی

مدفن : پھلواری شریف

پیرومرشد : حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

آپ کی حالات زندگی

شاعر فصیح اللسان، خسرو ملک سخن اور مورخ بے نظیر حضرت مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی علیہ رحمۃ کے والد حاجی مولوی محمد فرید صاحب نے پھلواری شریف کو اپنا مسکن بنایا اور بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں 1280ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ راقم الحروف کو جناب حیرت کا مکمل نسب نامہ حاصل نہ ہو سکا۔

آپ کا سلسلہ نسب

جناب احمد کبیر پھلواروی علیہ رحمۃ نے اپنے تصنیف ''تاریخ کملا'' میں چند نام تحریر کئے ہیں وہ اس طرح ہیں:

''فقیر احمد کبیر حیرت سراپا حسرت ولد حضرت حاجی مولوی محمد فرید غریق بحر توحید ابن حضرت مولوی محمد مبین خلد نشیں بن حضرت مفتی محمد افضل مشکور

خدائے عزوجل از اولاد امجاد حضرت ملّا امان اللہ خدا آگاہ۔

''تذکرہ صادقہ'' میں مولانا عبدالرحیم صادق پوری نے آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ مولوی احمد کبیر حیرت بن حاجی محمد فرید بن مولوی محمد مبین بن مفتی محمد افضل بن مولوی مرحوم بن ملّا امان اللہ جعفری۔

آپ کی علمی لیاقت اور تصانیف

جناب ڈاکٹر خواجہ افضل امام نے اپنی کتاب ''دیوان فائز'' میں حضرت حیرتؔ کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''حیرت عدالت پٹنہ میں وکیل تھے۔ اردو فارسی کی بڑی اچھی صلاحیت تھی۔ صنائع بدائع کے استاد اور تاریخ گوئی کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے۔ 1302ھ میں اپنی مشہور کتاب ''تاریخ کملا'' تالیف کی۔'' جناب حکیم سید احمد اللہ ندوی مرحوم کی کتاب ''مسلم شعرائے بہار'' میں ہے کہ آپ علم وفنون میں ماہر تھے۔ شاعری سے خاص شغف تھا۔ بہت پُرگو تھے۔ تاریخ، علم عروض اور صنائع وبدائع میں کمال حاصل تھا۔ تاریخ کملا دو جلدوں میں چھپی ہے۔ آپ ہی کی تصانیف سے ہے۔ فارسی اور اردو دونوں میں اظہار کمال کیا ہے۔

بیعت وخلافت

حضرت مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی علیہ رحمۃ کو مولانا حافظ شاہ صفیر الحق عمادی سے تلمذ تھا۔ اور بیعت حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی۔

آپ کی وفات

آپ کی وفات 1911ء میں ہوئی اور پھلواری شریف میں دفن ہوئے۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۳۰۰)

☆☆☆

حضرت شاہ محمد بدرالدین قادری مجیبی رحمۃ اللہ علیہ

نام : بدرالدین

لقب : شاہ

ولادت : 1268 ہجری بمطابق 1851ء

وفات : 1343 ہجری بمطابق 1924ء

مدفن : پھلواری شریف

سجادہ : خانقاہ قادریہ، مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف

پیرومرشد : حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ، مجیبیہ

آپ کا سلسلۂ نسب

شاہ محمد بدرالدین پھلواروی بن شاہ محمد شرف الدین بن مولانا شاہ محمد ہادی بن مولانا شاہ محمد احمدی بن ملا محمد وحید الحق ابدال بن ملا محمد وجیہ الحق محدث بن محمد امان اللہ جعفری بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی بن شاہ محمد اسماعیل بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی جو اپنے وقت کے جید عالم دین اور مشائخ کبار میں تھے۔ 7 جمادی الاخریٰ 1268ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اپنے والد شاہ محمد شرف الدین اور خسر حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے اکتساب علم کیا اور آپ ہی کے مرید و خلیفہ اور سجادہ بھی تھے۔

آپ کی تعلیم و تربیت

حضرت شاہ محمد بدرالدین بدر پھلواروی قدس سرہٗ نے مولانا آل احمد محدث پھلواروی

کے علاوہ حرمین شریفین کے مستند شیوخ ومحدثین سے فن حدیث کی سند حاصل کی جن میں شیخ عبداللہ صالح شتاری، شیخ عبدالرحمٰن مدنی اور حضرت حاجی شاہ امداداللہ مہاجر مکی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اپنے برادر نسبتی حضرت مولانا شاہ عین الحق بن حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ کے مذہب اہل حدیث اختیار کرنے اور ترک سجادگی کے بعد آپ کو خانقاہ قادریہ، مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف کی سجادگی پر بٹھایا گیا۔

حکومت برطانیہ کا خطاب

1915ء میں حضرت شاہ محمد بدرالدین علیہ رحمۃ کو حکومت برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا جسے آپ نے اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق 1919ء میں واپس کر دیا۔

امارت شرعیہ کا پہلا امیر شریعت

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے 1917ء میں ''انجمن علماء بہار'' کی تاسیس کے بعد 1921ء میں ''امارت شرعیہ'' کی بنیاد ڈالی تو حضرت شاہ صاحب علیہ رحمۃ اس کے پہلے امیر شریعت منتخب ہوئے۔ اور اس طرح ''امارت شرعیہ بہار'' جواب پورے مسلمانانِ ہند کی اسلامی یک جہتی اور بقا کے لئے ضروری تصور کی جارہی ہے کہ آپ پہلے امیر تھے۔

شادی اور اولاد

حضرت شاہ محمد بدرالدین پھلواروی کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سے حضرت شاہ محمد محی الدین علیہ رحمۃ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ اہلیہ ثانیہ سے شاہ محمد قمرالدین، شاہ محمد نظام الدین اور حافظ شاہ محمد شہاب الدین صاحبان تھے۔ (شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص 296)

آپ کی وفات

آپ نے 16 صفر 1343ھ کو وصال فرمایا۔

☆☆☆

حضرت شاہ سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : سلیمان

بانی : خانقاہ سلیمانیہ، قادریہ، چشتیہ (چھوٹی خانقاہ، پھلواری شریف)

ولادت : 1276 ہجری بمطابق 1859ء

وفات : 1346 ہجری بمطابق 1927ء

مدفن : پھلواری شریف

پیر و مرشد : حضرت شاہ علی حبیب نصر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ، سلیمانیہ

آپ کی حالات زندگی

خانقاہ سلیمانیہ قادریہ چشتیہ (چھوٹی خانقاہ) پھلواری شریف کے بانی حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی 1276ھ کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے۔ ''اعیان وطن'' مصنفہ حکیم سید محمد شعیب پھلواروی علیہ رحمۃ میں آپ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ فاتح منیر حضرت امام محمد تاج فقیہ زبیری الہاشمی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ پہلے آپ کا خاندان قصبہ منیر شریف میں آباد تھا۔ آپ کے اجداد منیر شریف سے منتقل ہو کر موضع چندن پور میں آباد ہو گئے تھے۔ پھر وہاں سے موضع کریم چک ضلع دربھنگہ اور محلہ صادق پور پٹنہ ہوتا ہوا یہ خاندان پھلواری شریف آبسا۔ قصبہ پھلواری شریف سے تعلق اور بود و باش کی ابتداء حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ رحمۃ کے زمانہ سے ہوئی جو آپ کے پردادا تھے۔

آپ کا نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ ''اعیان وطن'' کے مطابق اس طرح ہے:

'' شاہ سلیمان پھلواروی بن مولوی حکیم داؤد بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو بن مولوی شیخ پیر نظر محمد بن مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی شیخ عبدالغفور بن مولانا فریدالدین یکے از اولاد حضرت امام محمد تاج فقیہ منیری رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی علمی لیاقت

شاہ سلیمان پھلواری حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محل کے شاگرد تھے اور طب میں حکیم مرزا مظہر حسین خان سے تلمذ تھا۔ آپ اپنے وقت کے خوش الحان قاری اور پر جوش خطیب اور واعظ تھے۔ آپ کی خطابت کا چرچا صوبہ بہار سے نکل کر برصغیر کے گوشے گوشے تک پہنچا۔ بنگال سے افغانستان تک آپ کی خطابت کی دھوم تھی۔ سیرت النبیؐ کے جلسوں کے لئے آپ کو برما اور رنگون تک سے بلایا جاتا تھا۔ زبانی سیرت النبیؐ کو بیان کرنے کی بنیاد سب سے پہلے آپ ہی نے ڈالی ورنہ اس سے قبل پورے برصغیر میں محفلِ سیرت النبیؐ کے موقع پر میلاد کی کتابیں دیکھ کر پڑھی جاتی تھیں۔ میلاد کی اکثر کتابوں میں غلط اور بے بنیاد روایتیں درج ہوا کرتی تھیں۔ بازار میں بکثرت ایسی میلاد کی کتابیں بکنے لگی تھیں جن کے مصنف نہ تو مستند عالم دین ہوتے اور نہ ہی تاریخ داں۔ آخر شاہ صاحب اور ان کے ہمعصر ساتھیوں نے تاریخ وسیرت اور احادیث کے حوالوں کے ساتھ سیرت پر کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن رضوی القادری متخلص بحفیظ عظیم آبادی ساکن محلہ مغلپورہ، پٹنہ سیٹی کا رسالہ ''وسیلۃ النجات'' اسی زمانہ میں منظر عام پر آیا۔ اسی طرح حضرت شفق عماد پوری کی کتاب ''حدیقۃ الآخرت'' سید محمد عمر کریم حنفی کی کتاب ''مولود شریف'' اور حافظ محب الحق مرحوم کی کتاب ''میلاد النبیؐ'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سیرت پر بیان کا رواج

عہد رسالت پناہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان سیرت کا رواج چلا آتا ہے یہ کوئی غیر اسلامی یا غیر مذہبی بات نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر دور اور زمانہ میں بیان سیرت کی نوعیت مختلف تھی۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ ان کو یاد کرو اور دوسروں کو یاد دلاؤ۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں میں سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا سلسلہ جاری ہوا۔ کبھی قرآن کی آیتیں حضورؐ کی شان میں پیش کی جاتی تو کبھی اشعار اور نعت کی صورت میں پیارے نبی حبیب خدا کی سیرت بیان کی گئی اور کبھی وعظ و خطابت کے انداز میں ذکر رسولؐ کی مجلس سجائی گئی۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر امام ابوحنیفہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت ابوصیری تک قرآنی آیات اور نعت کی زبان میں سیرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی جاتی رہی۔ 485ھ میں سلطان ملک شاہ سلجوق نے بڑے دھوم دھام سے مجلس مولود بغداد میں منعقد کی جس کا بڑا چرچا ہوا۔ اس لئے کہ یہ ایک سرکاری مجلس مولود تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں مجالس عید میلاد النبی صدیوں سے جاری ہے۔ اس سرزمین پر کثرت سے سیرت پر کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سرسید کی ''خطبات احمدیہ'' مولوی چراغ علی کی انگریزی میں ''محمدؐ دی پرافٹ''، علامہ سید سلیمان ندوی کی ''سریت النبی'' اور ''خطبات مدارس'' اور مولانا مناظر احسن کی النبی الخاتم وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ غیر مستند کتابوں سے پڑھی جانے والی مجلس میلاد سے متاثر ہو کر حضرت شاہ سلیمان پھلواروی نے 1302ھ میں زبانی سیرت النبیؐ کے بیان کی بنیاد ڈالی اور اس کو باضابطہ تحریک کی شکل دی۔ سب سے پہلے زبانی بیان سیرت پر آپ نے اپنے ایک ہمعصر ساتھی مولوی خدا بخش خان وکیل (بانی خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ) کی منعقد کردہ محفل میلاد میں خطاب فرمایا۔ اس طرح برصغیر پاک و ہند میں زبانی سیرت النبیؐ بیان کرنے کی ابتداء بہار سے ہوئی۔

بیعت وخلافت

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کو بیعت اپنے خسر حضرت شاہ علی حبیب نصرؔ پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی اور اجازت وخلافت مولانا صفت اللہ، مولانا اشرف مجیب اور مولانا محمد یحییٰ قدس سرہما سے تھی۔

آپ کی شادی

آپ کی شادی حضرت شاہ علی حبیب نصرؔ قدس سرہٗ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی جن سے چار لڑکے ہوئے۔لڑکیوں میں صرف ایک لڑکی سے سلسلہ نسب جاری ہے۔

آپ کی وفات

آپ کی وفات 1346 ہجری بمطابق 1927ء میں ہوئی۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۲۹۸)

☆☆☆

حضرت حافظ شاہ محمد حبیب الحق رحمۃ اللہ علیہ

نام : حبیب الحق
ولادت : 1295 ہجری
وفات : 1356 ہجری بمطابق 1946ء
مدفن : پھلواری شریف
سجادہ : خانقاہ عمادیہ، پھلواری شریف
پیرومرشد : والد حضرت شاہ محمد رشید الحق رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : عمادیہ

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت حافظ شاہ محمد حبیب الحق بن شاہ محمد رشید الحق بن شاہ محمد امیر الحق بن شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ کا خاندان پھلواری شریف کا تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب سلسلہ عمادیہ کے بزرگ اوّل حضرت خواجہ عماد الدین قلندر اور خانقاہ مجیبیہ قادریہ، پھلواری کے بزرگ اعلیٰ حضرت مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری، حضرت شاہ سعد اللہ بن شاہ فتح اللہ جعفری زینبی دہلوی، حضرت ابراہیم اعرابی اور حضرت عبد اللہ الجواد سے ہوتا ہوا حضرت سیدنا جعفر طیار بن ابی طالب عم رسول ﷺ تک پہنچتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ''اعیان وطن''، ''تذکرۃ الصالحین''۔

آپ کی حالات زندگی

حضرت شاہ محمد حبیب الحق عمادی، خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، شہر عظیم آباد (پٹنہ) صوبہ بہار کے مایہ ناز بزرگ، صوفی اور تصوف وروحانیت کی دنیا میں بڑے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اصغر الثانی بن عبداللہ اشتر الکاہلی بن محمد النفس الزکیہ بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسنؓ۔''

آپ کا وطن

حضرت میر سید قطب الدین محمد کڑئی جیلان سے بغداد، غزنی اور دہلی ہوتے ہوئے الٰہ آباد کے علاقہ کڑا مانک پور میں آکر مقیم ہوئے۔ جناب شیخ احمد اکبر آبادی مرحوم اپنی کتاب ''رسالہ تذکرۃ السادات'' میں ''ملفوظہ قطبیہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت میر سید قطب الدین محمد بعد از مراجعت از مقام دہلی بمار سیدہ چنیں است کہ چوں حضرت از مقام دہلی مع فرزندان وتوابعان نصرت تواماں مراجعت بجانب مشرق کردند از آنجا تفحص زمین صالح وتفتیش ارض مطبوع کنان منزل بمنزل کوچ میفر مودند کہ ہرجا کہ زمین صالح ومطبوع باشد رایات اقامت الی یوم القیامت آنجا نصب کنیم چو بر زمین خاک پاک کوڑہ کہ قریب قصبہ ہنسوہ بمسافت نیم فرسنگ واقع است رایات عالیار سید مقام دلکش در طبع شریف برائے استقامت تا قیامت پسندیدہ ومطبوع نمود۔''

حضرت مخدوم سید فضل اللہ عرف سید گوسائیں قادری قدس سرہٗ کا خاندان کی نو پشتیں یعنی حضرت میر سید قطب الدین کڑئی سے آپ کے والد میر سید شاہ نصیر الدین گنج علمؒ تک کڑا مانکپور میں رہا۔ حضرت مخدوم گوسائیں قدس سرہٗ العزیز کڑا مانک پور سے نقل مکانی کر کے صوبہ بہار کے تاریخی شہر بہار شریف کے محلّہ دائرہ میں رہائش پذیر ہوئے۔

آپ کی شادی

آپ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل قادری جونپوری کی صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کو حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جون پوریؒ سے بیعت وخلافت بھی تھی۔ اور آپ نے اپنے خسر اور مرشد سے علم ظاہری وباطنی بھی حاصل کئے۔ جب آپ کی پہلی بیوی حضرت بی بی راضیہ نے وصال فرمایا تو دوسری شادی حضرت بی بی امینہ

حضرت شاہ محمد محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

نام : محی الدین

وطن : پھلواری شریف

ولادت : 1296 ہجری

وفات : 1947ء

مدفن : پھلواری شریف

پیر و مرشد : والد حضرت شاہ محمد بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

آپ کی حالات زندگی

مولانا کی تاریخ ولادت 30 ذی الحجہ 1296ھ ہے۔ آپ نے فن تجوید اور ابتدائی درسیات والد سے پڑھیں اور فارسی مولوی محمد کامل پھلواروی سے۔ بقیہ درسیات مولانا حمید الحق پھلواروی اور مولانا محمد عبداللہ نقشبندی رامپوری سے پڑھیں۔ فراغ تحصیل، مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی سے ہوا۔ 11 ربیع الاوّل 1318ھ کو آپ کو دستار فضیلت باندھی گئی۔ سند حدیث وسلسلہ طریقت اپنے والد مولانا شاہ محمد بدرالدین اور اپنے استاد مولانا عبدالرحمٰن سے لی۔ اس کے علاوہ شیخ احمد مکی سے حدیث کا علم حاصل کئے۔ بیعت آپ نے اپنے والد سے کی۔ فراغ تحصیل کے بعد ایک مدت تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر تحریک خلافت کے زمانہ سے قومی وملّی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ جلسہ دستار بندی اور تبلیغی جلسوں میں دینی و مذہبی تقریریں اور جمعیت العلماء اور خلافت کمیٹی کے اجلاس میں سیاسی تقریریں بھی کرتے تھے۔ 19 صفر 1343ھ کو آپ خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں ہوئے۔

امیر شریعت

جمعیت العلماء اور امارت شرعیہ نے 9 ربیع الاوّل 1343ھ میں آپ کو امیر شریعت منتخب کیا اور چار ہزار افراد نے اس وقت آپ سے بیعت حاصل کی۔ 13 شعبان 1344ھ کو حج وزیارت کے لئے روانہ ہوئے۔فریضہ حج کے بعد مدینہ بیت المقدس، نجف، بغداد کی سیاحت کے بعد 1345ھ میں وطن واپس آئے۔تعلیم کے دوران ہی آپ نے علم طب بھی حاصل کی تھی۔

علمی خدمات

آپ نے عربی میں چار خطبے ولادت نبی ﷺ، معراج نبی ﷺ، ذکر ماہ رمضان اور روزہ کے فضائل پر لکھے ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں۔

آپ کی وفات

29 جمادی الاوّل روز سہ شنبہ 1366ھ مطابق 22 اپریل 1947ء میں نماز اشراق سے فارغ ہوکر رحلت فرمائی۔آپ کی چار لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔

(ارضِ بہار اور مسلمان، ص ۲۹۵)

☆☆☆

حصہ پنجم

تذکرۂ

صوفیاء داناپور

ضلع پٹنہ

حضرت سید شاہ یٰسین چشتی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ

نام : یٰسین

وطن : داناپور

ولادت : 1097 ہجری

وفات : 1172 ہجری بمطابق 1758ء (عہد بادشاہ عالم گیر ثانی)

مدفن : محلہ شاہ ٹولی، داناپور

پیرومرشد : نانا حضرت سید محمد جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ

حالات زندگی

حضرت سید شاہ محمد یٰسین داناپوری قدس سرہٗ اپنے وقت کے ولی اللہ اور عارف کامل تھے۔ آپ 5 ربیع الاوّل 1097ھ کو اپنی ننیہال داناپور میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد باصر کے صاحبزادے اور اپنے نانا حضرت سید جہانگیر رضوی داناپوری کے سجادہ اور خلیفہ تھے۔ جناب شاہ محمد کبیر ابوالعلا داناپوری نے اپنی کتاب تذکرۃ الکرام میں آپ کا مفصل نسب نامہ تحریر کیا ہے۔ لیکن درج ذیل نسب نامہ سید عطاء حسین داناپوری کی کتاب کنز الانساب سے نقل کیا گیا ہے۔

سلسلہ نسب پدری

سید شاہ محمد یٰسین بن سید محمد باصر بن سید حسین بن سید اولیا بن سید صدر جہاں بن سید قطب الدین بن سید تقی الدین عرف سید بوڈھے کالپی بن سید جلال الدین کالپی بن سید محمد کالپی

بن سید جمال الدین کالپی بن سید علاء الدین کالپی بن سید تاج الدین کالپی بن سید اسماعیل دہلوی بن سید محمد اسحاق لاہوری بن سید داؤد لاہوری بن سید محمد یعقوب لاہوری بن سید یوسف طوسی بن سید عبداللہ طوسی بن سید حسن طوسی بن سید ابوالقاسم طوسی بن سید ابراہیم مدنی بن سید اسماعیل مدنی بن سید حسین مدنی بن سید علی رضا مدنی بن سید جعفر مدنی بن سید محمد محسن مدنی بن سید ہاشم بن امام عبداللہ بن امام محمد باقر۔

سلسلہ نسب مادری

سید شاہ محمد یٰسین بن دختر سید محامد رضوی داناپوری بن سید جہانگیر بن سید اکبر بن قاضی عمادالدین بن قاضی سید عبدالفتاح عرف قاضی بڑے بن سید عالم بن سید ابوفتح بن سید میر بن سید محمد بن سید زین العابدین بن سید مبارک بن سید علی شیر (جاجنیری) بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبداللہ بن سید زین العابدین بن سید شجاع بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید زین العابدین بن سید حسین عرف سید عبدالمطلب بن امام علی موسیٰ رضا۔

آپ کے مادری نسب نامے میں حضرت سید علی شیر جاجنیری بن سید علی اکبر کا نام آیا ہے۔ یہ بزرگ سید علی شیر جاجنیری نہیں بلکہ ان کا اصل نام سید علی شیر شہید ہے جو سید علی اکبر کے بیٹے ہیں اور سادات رضویہ سے ہیں۔ حضرت سید علی شیر شہید بن سید علی اکبر کے وارثین میں شاہ صاحبان داناپور شاہ ٹولی، سادات رہوئی اور شیر خاندان محسن پور، محلہ لودی کٹرہ، پٹنہ سیٹی اور بہار شریف میں ہیں اور یہ سارے سادات رضویہ سے ہیں۔ حضرت سید علی شیر جاجنیری بن سید احمد جاجنیری دوسرے بزرگ ہیں جو زیدی سادات سے ہیں۔

حضرت سید شاہ محمد یٰسین قدس سرہٗ کا خاندان دربار شاہی میں اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہا اور زہد و تقویٰ میں بھی یکتائے روزگار تھا۔ آپ کے والد سید محمد باصر معظم شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر کے اراکین خاص سے تھے۔ آپ کے اجداد میں حضرت قاضی سید عبدالفتاح عرف سید بڑے جہانگیر بادشاہ کے عہد میں پرگنہ پھلواری کے قاضی مقرر ہوئے اور یہ عہدہ کئی پشت تک اس خاندان میں رہا۔

بیعت وخلافت

حضرت سید محمد یٰسین قدس سرہٗ کے نانا حضرت سید محمد جہانگیر بڑے عارف وکامل تھے اور اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ میں اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ حضرت شاہ محمد یٰسین قدس سرہٗ بڑے کاملین سے گزرے ہیں۔ اکثر باتیں بطور پیشین گوئی کے فرماتے اور وہ درست ثابت ہوتے تھے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا خرقہ

حضرت سید شاہ محمد یٰسین داناپوری قدس سرہٗ کے وارثین کے پاس خانقاہ شاہ ٹولی داناپور میں حضرت پیران پیر دستگیر شیخ محی الدین عبدالقادری جیلانی کا خرقہ اور نعلین مبارک موجود ہے۔ جس کی زیارت ہر سال 15 ربیع الثانی کو کرائی جاتی ہے۔

آپ کی وفات

حضرت سید شاہ محمد یٰسین قدس سرہٗ کا وصال 1172ھ کو ہوا آپ کا مزار اقدس محلہ شاہ ٹولی داناپور، ضلع پٹنہ میں مرجع خلائق ہے۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۲۱۱)

☆☆☆

حضرت سید شاہ مبارک حسین رحمۃ اللہ علیہ

نام : مبارک حسین

وفات : 1273 ہجری بمطابق 1856ء (عہد مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر)

مدفن : داناپور حضرت سید شاہ شمس الدین حسین کے مقبرہ میں

پیرومرشد : حضرت سید شاہ شمس الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : عشقیہ ابوالعلائیہ

حالات زندگی

آپ کی ولادت 1231ھ میں ہوئی۔ سادات کی معصومیت آپ کے اخلاق کی خاصیت ہے۔ تربیت اور توجہ کی دولت اپنے والد ماجد سے پائی ہے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے سجادہ نشیں ہوئے۔ اپنے والد ماجد (حضرت میر قمر الدین حسین قدس سرہ) کی حیات میں کچھ بھی محنت نہ فرمائی حالانکہ آپ کے والد ماجد کے کئی خلفاء نے آپ کی تعلیم و تربیت کا شرف حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے کسی کی طرف رجوع نہیں فرمایا صرف اپنے والد کے وصال کے بعد ان کے مزار شریف پر ایک چلہ کیا اور عنایت الٰہی سے آپ پر باب علم لدنی کشادہ ہو گیا اور ولایت کے مقامات آپ پر منکشف ہو گئے۔

آپ کا طریقۂ تربیت عشقیہ ابوالعلائیہ ہے۔ سلسلہ نقشبندی روش کے مطابق اکثر مسترشدین کو خلوت در انجمن، سفر در وطن، یادداشت، محاسبہ اوقات، ہوش دردم، نظر برقدم اور پاس انفاس کی تعلیم فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کی قوت توجہ کے نتیجے میں جو چیز یہاں طالبین کو ایک

روز میں نصیب ہوجاتی ہے وہ دوسری جگہ پر ایک چلے میں حاصل ہوتی ہے۔

(اخبار الاولیا،ص ۶۱)

بیعت وخلافت

آپ کو بیعت اپنے جدامجد حضرت سید شاہ شمس الدین حسین قدس سرہٗ سے نقشبندیہ طریقہ میں حاصل ہے اور خاص لوگوں کی بیعت بھی۔آپ طریقہ نقشبندیہ میں ہی بیعت لیتے تھے۔اگر کوئی دوسرے طریقے کا طالب ہوتا ہے تو اس کی خواہش کے مطابق اسی سلسلے میں اس کی بیعت قبول فرماتے ہیں۔

اخلاق وعادات

جوکوئی بھی آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتا تھا، ہزار غمگین کیوں نہ ہو، آپ سے مل کر مایوس نہیں لوٹتا تھا۔ ہر فرقہ اور ہر ملت کے لوگ آپ سے مل کر خوش ہوا ٹھتے تھے۔آپ خود حکام وامرا کی ملاقات کا قصد نہیں فرماتے ہیں۔ہاں، اگر کوئی خود حاضر ہوتا تھا تو اسے منع بھی نہیں کرتے تھے۔

آپ کی بسر اوقات بگھی کی تجارت کے ذریعہ ہوتا تھا چنانچہ دومرتبہ اسی سلسلے میں خرید وفروخت کے لئے آپ کلکتہ بھی تشریف لے گئے۔پہلی بار کمترین بھی آپ کے ہمرکاب تھا اور دوسرے بار کافی لوگ آپ سے مستفید ومرید ہوئے ہیں۔

انوار جمال وجلال آپ کے چہرے انور پر تاباں ودرخشاں رہتا تھا۔جب کبھی آپ پر وجد وحال کی کیفیت طاری ہوتی تھی تمام اہل محفل کے علاوہ اپنے بیگانے اس کی تاثیر سے سرمست وبے خود ہوجاتے ہیں۔بہت سے لوگوں پر تو گریہ کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، تصرفات اور خرق عادات وکرامات تو عام بات تھی۔آپ اکثر خلفاء کو مکاشفات اور اس قبیل کی چیزوں کے اظہار واعلان سے منع کرتے اور فرماتے۔

اوصاف رزیلہ چو بدل شد ہر عقدہ کہ بود از تو حل شد

جب تمہاری بری عادتیں اور صفتیں نیکیوں سے بدل جائیں گی تو پھر ہر مشکل خود بخود حل ہوجائے گی اور اسی حقیقت کی تاکید فرماتے رہے۔ (اخبار الاولیاء، ص ۷۲)

آپ کا قول

اکثر دفعہ لوگ کشف وکرامات وغیرہ کے حصول کی خواہش ظاہر کرتے تھے تو آپ فرماتے مرتبہ ولایت کشف وکرامات پر موقوف نہیں ہے بلکہ خدا تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے مسترشدین کے یہاں دوسری جگہوں کی مانند قیل وقال نہیں تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ علم لدنی قیل وقال سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ع:

جان ز جان بستاند نہ از قیل و قال

(یہ چیز قیل وقال سے نہیں آتی بلکہ روح سے روح میں منتقل ہوتی ہے)

تمولی کا واقعہ

کہتے ہیں کہ ایک تمبولی روتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ایک شخص نے اس کی بیوی کو جادو کیا ہوا پان کھلایا تھا اور اس کے اثر سے پان کھاتے ہی وہ اس کے ساتھ جارہی ہے۔ حضرت نے پانی پر دم کیا اور اس میں سے تھوڑا سا خود پیا اور اسے عنایت فرمادیا۔ اس پانی کے حلق سے اترتے ہی وہ عورت صحت یاب ہوگئی اور ہوش میں آتے ہی اپنے گھر لوٹ آئی۔

آپ کی وفات

12 تاریخ گزار کر 13 ذی الحجہ کی رات میں پیر کے روز بعد مغرب 1273ھ کو داناپور میں رحلت فرمائی، منگل کے روز زوال کے بعد مسجد کے سامنے اپنے جدامجد (حضرت سید شاہ شمس الدین حسین قدس سرہ) کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات شریف کے واقعات وکرامات کو لکھنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ (اخبار الاولیاء، ص ۷۴)

☆☆☆

حضرت سید شاہ محمد اکبر داناپوری رحمۃ اللہ علیہ

نام : اکبر

ولادت : 1260 ہجری بمطابق 1843ء

وفات : 1327 ہجری بمطابق 1909ء

مدفن : شاہ ٹولی، داناپور

پیرومرشد : حضرت سید شاہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : ابوالعلائیہ

سلسلۂ نسب

سید شاہ محمد اکبر کے والد ماجد کا اسم گرامی سید شاہ محمد سجاد ابن سید شاہ تراب الحق ابن قطب الوقت سید شاہ طیب اللہ نقاب پوش موڑدی ابن حضرت سید شاہ امین اللہ نوآبادی ابن حضرت سید شاہ منور اللہ نوآبادی تھا۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب حضرت محمد عبدالعزیز قدس سرہٗ ابن حضرت امام تاج فقیہ مکی فاتح منیر تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام تاج فقیہ مکّی کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے براہ راست حضرت زبیر ابن عبدالمطلب مکّی سے ملتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت اکبر نسباً قریشی ہیں مگر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت میر اشرف علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھیں جو قصبۂ رہوئی ضلع گیا کے سجادہ نشیں اور ایک عارف کامل بزرگ تے۔ حضرت میر اشرف علی قادریؒ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی کی اولاد میں تھے۔ اسی طرح حضرت اکبر کے والد ماجد جناب شاہ سجاد صاحب کا سلسلۂ مادری حضرت سید شاہ محمد یٰسین داناپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو باقری ورضوی سید تھے۔ (حضرت شاہ اکبر داناپوری حیات اور شاعری ص ۷)

داناپور کا تعارف

حضرت شاہ محمد اکبر داناپوری اپنے وطن مالوف دانا پور کا تعارف اپنی کتاب

''نذر محبوب'' میں اس طرح فرماتے ہیں:

'' داناپور سادات کرام کی قدیم بستی ہے، پہلے یہاں سادات باقری (رضوی) تھے، حضرت سید جہانگیر اور سید محامد قدس سرہما کہ بڑے اجداد کرام واولیائے با احتشام یہاں آباد تھے۔ حضرت مخدوم شعیب قدس سرہٗ جو حضرت جلال منیری قدس سرہٗ کے صاحبزادے اور حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے حقیقی چچا زاد بھائی ہیں۔ وہ اپنی تصنیفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اکثر اپنے عزیز واقربا کی ملاقات کو داناپور جاتا تھا۔ حضرت عم اقدس پیر ومرشد سید شاہ محمد قاسم یہ تمام حالات بشرح بیان فرماتے تھے حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین چشتی مجذوب سالک تھے اور رفیع المقام تھے۔ آپ کا ایک دانت ٹوٹ گیا تھا، وہ دانت اپنے فرزند رشید حضرت مولانا سید شاہ ولی اللہ داناپوری قدس سرہٗ کو عطا فرما کر یہ ارشاد کیا کہ اے فرزند ایک زمانے میں بادشاہ تیرا مہمان ہونے والا ہے تو اس کو نذر کر دینا۔ چار پانچ برس بعد شاہ عالم بادشاہ داناپور آئے اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے مہمان ہوئے۔ آپ نے وہ دانت نذر کیا۔ بادشاہ نے اسے بوسہ دے کر اپنی پگڑی میں باندھ لیا۔ یہ معاش جو اس خاندان میں موجود ہے اسی بادشاہ کا عطیہ ہے۔ صوبہ بہار میں یہ خاندان طریقۂ فقر میں بہت مشہور ومستند ہے۔ خرقہ شریف ونعلین مبارک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اس داناپور میں حضرت سید شاہ غلام حسین قدس سرہٗ العزیز کی اولاد کے پاس ہے، ہر یازدہم شریف ربیع الثانی کو اس کی زیارت ہوتی ہے۔''

(نذر محبوب، ص ۱۔۵)

ولادت

حضرت اکبر کی پیدائش 27 شعبان المعظم 1260ھ مطابق 11 ستمبر 1843ء بروز چہار شنبہ بوقت اشراق شہر آگرہ (اکبر آباد) محلہ نئی بستی میں واقع ہوی۔ حضرت اکبر کے بڑے ابو

یعنی آپ کے والد کے بڑے بھائی جناب سید شاہ محمد قاسم صاحب آگرہ میں بعہدۂ مثل خوانی فائز تھے۔ پچاس روپیہ ماہانہ کی قلیل تنخواہ پر وطن سے دور یہ ملازمت دراصل ایک ذریعہ تھی بارگاہ سیدنا حضرت امیر ابوالعلا قدس سرہٗ العزیز میں حاضری کا۔ آپ کے ساتھ ہی آپ کے چھوٹے بھائی سید شاہ محمد سجاد قدس سرہٗ بھی جو آپ کو بیحد عزیز تھے مع اہلیہ آگرہ منتقل ہو گئے اور وہاں آپ ملازمت پر بحال ہو گئے، اس طرح حضرت شاہ محمد اکبر کی پیدائش اکبرآباد معروب بہ آگرہ میں ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام محمد اکبر رکھا گیا۔

حضرت اکبر جب چالیس دن کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء قدس سرہٗ العزیز کے مزار مبارک پر حاضر ہوئیں اور کچھ دنوں تک وہیں قیام فرمایا۔ آپ جب پانچ سال کے ہو گئے تو حضرت شاہ قاسم صاحب نے بسم اللہ ادا کروائی اور خود ہی تعلیم و تربیت فرمانا شروع کیا۔ آپ کی تعلیم ظاہری و باطنی جو کچھ بھی ہوئی وہ شاہ قاسم صاحب سے ہوئی اور پندرہ سال کی عمر تک دنیا سے بے پروائی اور قطع تعلق کے ساتھ تحصیل علوم ظاہری و باطنی کرتے رہے۔ (حضرت شاہ اکبر داناپوری حیات اور شاعری، ص ۱۲)

تحصیل علم اور بیعت و خلافت

خواجہ محمد صدیق حسن لکھتے ہیں کہ ''آپ کا تحصیل علم ظاہری تکمیل تک پہنچی یا نہیں مگر تعلیمات و مصنفات سے جہاں تک اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ آپ آسان عربی عبارت اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔ قرآن شریف و مشکوٰۃ شریف میں بڑا تدبر فرماتے رہتے تھے اور بعض اوقات ایسے نکات بیان فرماتے کہ علماء بھی متحیر رہ جاتے، علمی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ علماء کی بے حد قدر فرماتے اور علمی مضامین و علمی کتابوں کے مطالعہ سے آخر دم تک سیر نہ ہوئے۔''

علم ظاہری کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد آپ نے اپنے بڑے ابو جناب شاہ قاسم صاحب سے سلسلۂ ابوالعلائیہ میں بیعت حاصل کی اور 27 رمضان المبارک بروز جمعہ 1281ھ مطابق 24 فروری 1865ء کو بوقت نماز صبح پیر طریقت نے اجازت و خلافت تحریری سے سرفراز کیا۔ (حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات اور شاعری، ص ۱۴)

آپ صوبۂ بہار کے مشہور و معروف خاندان تصوف کے چشم و چراغ تھے۔ تصوف سے آپ کی رغبت و دلچسپی فطری اور خاندانی تھی۔

شاعری کی ابتداء بظاہر مولانا وحید صاحب الٰہ آبادی کی صحبت میں الٰہ آباد میں ہوئی مگر حضرت اکبر نے شاعری اپنے والد اور بڑے ابو سے ورثے میں حاصل کی تھی۔

اپنے والد محترم کے انتقال کے بعد بھی حضرت اکبر کا قیام زیادہ تر اکبر آباد (آگرہ) میں ہی رہا۔ اجمیر شریف، الٰہ آباد، گوالیر کی طرف شاہ سجاد صاحب کے مریدوں کا حلقہ تھا اس لئے حضرت اکبر زیادہ تر اسی حلقے میں رہے بلکہ اسے اور وسعت دیتے رہے۔

اپنے والد محترم کے سجادہ ہونے کے بعد حضرت اکبر کو زیارت حرمین شریف کا خیال آیا اور 1300ھ مطابق 1886ھ میں حج بیت اللہ شریف اور روضۂ انور کی زیارت کی۔

اخلاق و عادات

آپ کے اخلاق و عادات کا حال لکھتے ہوئے مرتب ''جذبات اکبر'' لکھتے ہیں کہ ''حضور (حضرت اکبرؒ) نے کبھی کسی سے قرض نہیں لیا۔ حضور کے وصال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ آگرہ میں اکثر غریب اور بیواؤں کے ساتھ پوشیدہ سلوک فرماتے تھے اور سب کا ماہانہ مقرر تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور بہ زمانۂ عرس حضرت خواجہ غریب نواز کی مسجد شاہجہانی میں تشریف رکھے، ان کی جیب میں گھڑی تھی۔ ایک صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر گھڑی نکالنی چاہی آپ نے اپنا منہ دوسری جانب پھیر لیا اور ان کو اطمینان سے موقع دیا کہ وہ اپنا کام کریں۔ چنانچہ وہ صاحب بلا تامل گھڑی نکال کر چلے گئے۔ آپ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جتنے حضرات آپ کے ملنے والوں میں تھے سب کا یہی خیال تھا کہ مجھ سے حضور کو زیادہ محبت ہے۔''

(جذبات اکبر، ص ۱۹)

تصنیفات

سفر سے فراغت کے بعد آپ کی توجہ تصنیف و تالیف کی طرف ہوئی اور اسے اپنا محبوب شغل بنالیا۔ آپ کے قلم سے نثر و نظم میں بیسیوں اہم تصنیفات وجود میں آئیں۔ مثلاً:

(۱) خدا کی قدرت
(۲) مولد غریب
(۳) اخبار العشق
(۴) سرمہ بینائی
(۵) سیر دہلی
(۶) شور قیامت
(۷) مولد فاطمہ
(۸) چراغ کعبہ
(۹) دل
(۱۰) ادراک
(۱۱) ارادہ
(۱۲) نذر محبوب
(۱۳) مثنوی روم
(۱۴) رسالہ التماس
(۱۵) رسالہ غریب نواز
(۱۶) احکام نماز
(۱۷) چہل حدیث
(۱۸) اسرار التواریخ (تین حصوں میں)
(۱۹) رسالہ اردو بیگم منظوم
(۲۰) دیوان تجلیات عشق
(۲۱) جذبات اکبر

(حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات اور شاعری، ص ۲۱)

آپ کی وفات

رجب کی چودھویں تاریخ 1327ھ مطابق 1909ء دوشنبہ کے دن عصر و مغرب کا درمیانی وقت تھا کہ اچانک جنبش ہوئی اور اللہ اللہ کا نعرہ لگایا، چہرۂ مبارک خود بخود سمت قبلہ ہوگیا، اس کے ساتھ ہی روح پرواز کر گیا۔

حسب وصیت، اپنے والد ماجد کے پہلو میں حلقۂ آستانۂ قدیم چشتیہ نظامیہ داناپور میں تقریباً 9 بجے شب کے تدفین عمل میں آئی۔ (حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات اور شاعری، ص ۲۲)

☆☆☆

حضرت سید شاہ محمد رکن الدین حسین عارف داناپوری رحمۃ اللہ علیہ

نام : رکن الدین
لقب : عارف
ولادت : 1215 ہجری بمطابق 1800ء
وطن : داناپور
وفات : 1333 ہجری مطابق 1914ء
مدفن : داناپور
پیرومرشد : والد حضرت سید شاہ علی حسین ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : ابوالعلائیہ

حالات زندگی

آپ کا نام سید شاہ محمد رکن الدین، عرف شاہ بہوڑی اور تخلص عارف تھا۔ 1215ھ میں داناپور محلہ شاہ ٹولی میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت سید شاہ علی حسین ابوالعلائی ابن حضرت سید شاہ سلطان احمد ابوالعلائی کے صاحبزادے تھے۔ تعلیم وتربیت آپ کی خاندان کے بزرگوں کی نگہداشت میں ہوئی۔ عربی وفارسی میں بڑی اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کو شاعری کا ذوق فطری تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں اشعار کہتے تھے۔

شادی

پہلی شادی آپ کی خاندان ہی میں ہوئی تھی۔ دوسری شادی آرہ کے ایک شریف

خاندان میں ہوئی۔ آپ کے کثیر الاولاد تھے۔

بیعت

آپ کو بیعت وارشاد وخلافت اپنے والد سے ہی تھی۔ آپ ایک صوفی وعارف اور صاحب فیض بزرگ تھے۔

رسالہ ''نسیم داناپور'' میں آپ کو صوفی طبیعت اور شاعر رنگیں سخن لکھا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے بیشتر اشعار اور مضامین تصوف وعرفان کے حامل ہیں آپ کا تخلص ''عارف'' ہی آپ کے مسلکِ تصوف کو ظاہر کرتا ہے۔

وفات

1333ھ میں تقریباً 68 کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مکمل دیوان اور اکثر بیاضیں آپ کے صاحبزادے شاکر حسین مقیم دیورہ ضلع گیا کے پاس موجود تھیں۔

(حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات اور شاعری، ص ۲۱۹)

☆☆☆

حضرت شاہ محمد محسن ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

نام : محسن

وطن : داناپور

وفات : 1364 ہجری 1945ء

مدفن : شاہ ٹولی، داناپور

پیر و مرشد : حضرت سید شاہ محمد اکبر داناپور رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : ابوالعلائیہ

حالات زندگی

آپ حضرت شاہ محمد اکبر دانا پوری کے صاحبزادے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی۔ زیادہ تر والد محترم کے ساتھ سفر میں رہا کرتے۔ حضرت اکبر شاہ کے انتقال کے بعد ان کی جگہ پر بیٹھے اور پیری مریدی کا سلسلہ آپ نے بھی شروع کیا۔ کافی لحیم شحیم تھے۔ شعروشاعری سے شوق فرماتے تھے۔ بیعت وشرف تلمذ بھی حضرت اکبر سے ہی حاصل تھا۔ جناب شاہ محمد محسن داناپوری شاعروں میں بڑے اہتمام اور معتقدین اور ارادتمندوں کی جماعت کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ کا سخت لفظ میں شعر پڑھنے کا ایک خاص انداز تھا۔ آپ کی شاعری قدیم روایتوں کی ہے "جذبات اکبر" یعنی حضرت اکبر کے دوسرے دیوان میں جو شاہ محمد محسن صاحب کی نگرانی میں حضرت اکبر شاہ کے انتقال کے بعد چھپا۔ اکثر قطعات تاریخ ایسے غیر معروف شعراء سے منسوب ہیں جن کو تلمذ شاہ محمد محسن صاحب سے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس فن کے استاد بھی تھے اور آپ کے شاگردوں کی ایک خاصی تعداد تھی۔ مثلاً

۱۔ جناب سید محمد احمد صاحب احمد جعفری ابوالعلائی (جذبات اکبر، ص ۶۶)

۲۔ حکیم شاہ بدرالدین احمد صاحب بدر داناپوری (جذبات اکبر، ص ۶۶)

۳۔ سید مظاہر الحق صاحب ہمدم داناپوری (جذبات اکبر، ص ۶۴)

۴۔ جناب مظفر امام صاحب مظفر کاکوی (جذبات اکبر، ص ۹۸)

آپ کی وفات

جناب شاہ محمد محسن صاحب کا انتقال داناپور محلہ شاہ ٹولی میں 24 محرم الحرام 1364ھ کو ہوا۔ اور یہیں اپنے والد اور جد امجد کے پہلو میں آسودہ ہیں۔

مندرجہ ذیل غزلوں سے آپ کی شاعری اور رنگ وفکر کا اندازہ بہ آسانی کیا جاسکتا ہے:

قیس رخصت ہوا دنیا سے تو فرہاد آیا
ایک ناشاد گیا دوسرا ناشاد آیا

تیری تصویر کے کیا کہنے ہیں اے صل علیٰ
دیکھنے والوں نے دیکھا تو خدا یاد آیا

قتل کر کے مجھے حسرت سے وہ رو کر بولے
ہائے کس وقت ترا عہد وفا یاد آیا

دھجیاں جیب وگریباں کی اڑائیں میں نے
جامہ زیبی کا جو انداز ترا یاد آیا

گنج قاروں کو جو اللہ نے بخشا محسنؔ
پھر نہ اس وقت کے بندے کو خدا یاد آیا

تھی تمنا شاہد خلوت گہ اسرار کی
شکل دکھلا دی خدا نے احمدؐ مختار کی

یہ کبھی برسا نہ میری چشم گریاں کے حضور
کیفیت معلوم ہے اس ابر دریا بار کی

ابروئے خمدار پہ ٹھہرا ہے اپنا فیصلہ
تھی شہادت کے لئے حاجت اسی تلوار کی

(حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات وشاعری، ص ۲۴۹)

☆☆☆

حصہ ششم

تذکرۂ

صوفیاء آرہ

ضلع بھوجپور

حضرت حافظ شاہ محمد فرید الدین قادری آروی رحمۃ اللہ علیہ

نام	:	فرید الدین
لقب	:	سلطان المشائخ
ولادت	:	1254 ہجری
وطن	:	جونپور
وفات	:	1324 ہجری بمطابق 1906ء
مدفن	:	محلہ میر گنج، آرہ، ضلع بھوجپور
پیر و مرشد	:	حضرت حاجی دیدار علی خاں، غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ	:	قادریہ

آپ کا اسم مبارک فرید الدین ہے، محلہ رسول آباد جونپور میں 1254ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ حافظ امام الدین نقشبندی میں حضرت امام الدین نقشبندی سے قرآن مجید حفظ کیا اور قرأت سیکھی۔ علمائے جونپور سے علم دین حاصل کیا اور فارسی میں اعلیٰ استعداد پیدا کی۔

آپ کی تعلیم و تربیت

آپ ابتداء میں حضرت امام الدین نقشبندی کی صحبت میں رہے۔ جب دیدار علی خاں غازی پوری جونپور تشریف لائے اور مولانا محمد کامل ولید پوری منصف جونپور کے یہاں قیام فرمایا، آپ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنے کا مقصد بیان کیا۔ میاں صاحب نے فرمایا جب تک حافظ صاحب اجازت نہ دیں گے تعلیم نہ دوں گا۔ حافظ صاحب کی اجازت سے آپ نے تعلیم دینا شروع کی اور فرمایا کہ حافظ صاحب کے مکان کے متصل مسجد کی

چھت پر حلقہ ہوتا ہے شریک ہوا کرو۔ آپ برابر شریک حلقہ ہوتے۔

وظیفہ میں حضور پاکؐ کو دیکھا

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن وظیفہ میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ نے زیارت کا ارادہ کیا، دیکھا کہ اسپ مشکی کی سواری جس کی لمبائی چھت کے برابر ہے حضور تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی ہیں، آپ سلام بجالائے حضور نے صحابہ کی طرف اشارہ کیا، صحابہ کرام نے چند بیڑے سفید پان عنایت کئے، آپ نے ہاتھ بڑھایا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں، آپ ان اشک کو پوچھ کر چاٹ گئے اس کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ حضور کہاں تشریف لے جارہے ہیں، حضور نے فرمایا جہاد کو، ہمارے ساتھ ہماری عورتیں اور اصحاب بھی ہیں، آپ نیچے اترے دیکھا کہ خیمے لگے ہیں، ازواج مطہرات تشریف فرما ہیں اور رونے کی آواز مثل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے آرہی ہے، اس کے بعد یہ سب کیفیت غائب ہوگئی۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ وظیفہ میں دیکھا کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے ہیں۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں تم کو اکسیر دیتا ہوں، حضرت مولائے کائنات نے ایک شیشی سے مثل پارہ کے ایک چیز نکال کر دی اور فرمایا اسے کھالو، آپ نے کھالیا پھر عرض کیا اور دیجئے آپ نے اور عنایت فرمائی اس کو بھی آپ نے کھالیا۔ آپ نے کہا کہ مجھے آپ کی محبت محسوس ہوتی ہے، آپ نے فرمایا ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، تب آپ نے کہا کہ میرا اسلام آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیجئے، حضرت مولائے کائنات نے فرمایا اچھا، اور آپ رخصت ہوگئے۔ آپ نے دونوں واقعات حضرت میاں صاحب کو بتایا، میاں صاحب نے فرمایا اب تم مرید ہوجاؤ چنانچہ آپ اسی شب مرید ہوئے۔

پیرومرشد کی صحبت

آپ نے اٹھارہ برس تک پیرومرشد کی صحبت میں رہ کر سلوک کی تعلیم حاصل کی اور اجازت وخلافت پائی۔آپ فرماتے تھے کہ میں بحالت بخار میں بھی احکامات مرشد بجالاتا۔ ایک ہی لحاف میں اٹھارہ سال تک موسم سرما گزارا۔حکم مرشد کو آپ فرض عین سمجھتے تھے۔آپ کی شادی پیرومرشد کی متبنیٰ صاحبزادی سے ہوئی جن سے صاحبزادے پیدا ہوئے پیرومرشد نے ان نام محمد مصلح الدین رکھا۔

آرہ میں آمد اور خانقاہ کی تعمیر

جب تک پیرومرشد حیات رہے آپ غازیپور میں ہی رہے،شیخ کے انتقال کے بعد آپ مع اہل وعیال آرہ شہر آ گئے اور محلہ میر گنج میں رہنے لگے۔شروع میں امامت ومدرسی کی۔ بعد میں ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے آپ کے صاحبزادہ مولانا ڈپٹی مصلح الدین قدس سرہٗ نے کثیر رقم سے خانقاہ تعمیر کرائی جہاں سے آپ نے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا،اس خانقاہ کا قطعہ تاریخ مولانا شاہ معین الدین قادری نے لکھا۔قطعہ تاریخ خانقاہ ؎

خانقاہ شہ فریدالدین — کرد تعمیر مصلح الدین
سیزدہ بست سال سعید — گفت تاریخ او معین الدین

1320ھ

اس خانقاہ سے چہار جانب فیض جاری ہوا،خصوصاً شمالی بہار زیادہ فیضیاب ہوا،جہاں آپ نے اور آپ کے خلفاء نے گھر گھر جا کر دین کی تبلیغ کی،مسجد،مدرسہ اور خانقاہیں تعمیر کرائیں اور لاکھوں افراد کو داخل سلسلہ کیا،ماشاءاللہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ آپ نے اکثر مقامات پر پیدل جا کر تبلیغ کی۔وصال سے کچھ دن قبل بحکم پیرومرشد کچھوچھہ شریف حاضر ہوئے۔ (تذکار مطیب)

جب آپ رشد وہدایت کے سلسلہ میں آرہ تشریف لائے تو حضرت مولانا نصراللہ خورجوی نے آپ کو مبارکبادی کا خط لکھا اس میں تحریر کیا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا آپ سے

خوب سلسلہ جاری کرے۔ آپ نے شکریہ کا خط لکھا اس میں تحریر کیا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا آپ سے خوب سلسلہ جاری کرے، آپ نے شکریہ کا خط لکھ کر دعا کے لئے عرض کیا۔ ایک بار آپ حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آہ کرنے لگے مریدین نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا مولانا نصر اللہ صاحب وصال کر گئے اور اپنے بار ہدایت اور نعمت باطنی کو ہماری طرف منتقل کر گئے، جو بہت گراں معلوم ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے آپ کی حضرت مولانا صاحب سے روحانی مناسبت ظاہر ہوتی ہے۔ (آئینہ مبارک)

آپ کی خصوصیت

آپ کو پہلی ہی نظر میں دیکھنے والا متاثر ہو جاتا تھا، چلنے پھرنے میں ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے، سنت نبوی کا ہمیشہ خیال رکھتے۔ جب محفل میں رونق افروز ہوتے تو معلوم ہوتا کہ شاہنشاہ بیٹھا ہوا ہے۔ حق بات کہنے میں گریز نہ کرتے، دسترخوان وسیع تھا قحط وارزانی ہر زمانہ میں دسترخوان وسیع رہتا تھا، بارہویں شریف، گیارہویں شریف، محفل عاشورہ اور اپنے پیر ومرشد کا عرس بڑے اہتمام سے کرتے تھے، جس میں دعوت عام کرتے اور علماء صلحاء فقراء کو نذر بھی پیش کرتے تھے۔ کلام اللہ شریف خوش الحانی سے پڑھتے، جس وقت لحن داؤدی میں تلاوت فرماتے یا اشعار پڑھتے، حاضرین مست و بے خود ہو جاتے۔

علماء وفقراء کی ملاقات کو غنیمت سمجھتے تھے اور ان کی دعوت فرماتے۔ رخصت کے وقت نذر پیش کرتے ضرورت مند و متعلقین کی مدد فرماتے، اگر کوئی نذر پیش کرتا تو قبول فرماتے۔ زیادہ وقت خانقاہ میں ہی گزارتے، نماز باجماعت پڑھتے تھے، پند ونصائح، وعظ وارشاد، تعلیم وتلقین خانقاہ میں ہی فرماتے۔ آپ کو بہت سے مشائخ کبار سے نسبت حاصل تھی۔ حضور غوث پاک سے بے پناہ عشق تھا، آپ سے خصوصی فیض حاصل تھا، آپ پر قادری نسبت کا غلبہ تھا۔ اکثر طالبین کو اسی سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا۔ 'تذکار مطیب' میں حضرت علامہ مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی تحریر کرتے ہیں کہ:

''آپ پابند شریعت اور کشف وکرامت والے بزرگ ہوئے ہیں۔ ابدال

شیخ الارشاد کے مقام پر فائز تھے۔کئی بزرگوں نے چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ ذکر میں مریدین سے ذکر کرا رہے ہیں کہ یک بیک غائب ہو گئے، پھر تھوڑی دیر بعد دیکھا گیا کہ اپنی جگہ پر رونق افروز ہیں۔رشد وہدایت کے لئے مختلف مقام پر خلفاء کو بھیجا اور خود پیدل چل کر رشد وہدایت فرمائی۔ شمالی بہار مظفر پور، مدھوبنی، دربھنگہ، سہرسہ، مونگیر میں جا کر احکام اسلام کی تبلیغ کی اور ارشاد وہدایت کے چشمے جاری کئے۔آپ کی خدمت میں ہندو عیسائی سب حاضر ہوتے تھے۔مزاج میں سادگی تھی۔عادت، خصلت، چال ڈھال میں سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فیض اویسی کی نسبت حاصل تھی۔فنافی اللہ کے بلند مقام سے وابستہ تھے۔احقر غفرلہ نے آپ کے جس مرید کی زیارت کی وہ پابند شرع، ذاکر متواضع اور بااخلاق پایا۔مریدوں کی استقامت آپ کی کھلی کرامت ہے۔ (تذکار مطیب)

کرامات

آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے ہیں۔چند کرامتیں تحریر کی جاتی ہیں:

(۱) مولوی فضل حق مونگیری (وکیل) فرماتے ہیں کہ ایک بار احباب کی دعوت کی وجہ سے مجھے صبح اٹھنے میں دیر ہوئی، دیکھا کہ خواب میں حضرت تشریف لائے اور زور سے کہا کہ اٹھو، میں اٹھا اور فجر کی نماز ادا کی۔دوسری شب بھی اٹھنے میں دیر ہوئی، آپ تشریف لائے اور زور سے کہا اٹھو، تیسری شب بھی جب اٹھنے میں دیر ہوئی تو آپ نے غصہ سے غلّہ کی کٹھیا توڑ کر چارپائی پر گرا دیا، جس سے میری آنکھ کھل گئی۔

(۲) حکیم تیغ علی شاہ نے بیان کیا کہ میرے چہرے پر جذام کے آثار نمایاں ہوئے، جس سے چہرہ بدنما ہو گیا۔ایک دن دوا تیار کر رہا تھا کہ حضرت تشریف لائے پوچھا، تیغ علی کیا بنا رہے ہو، عرض کیا جذام کی دوا تیار کر رہا ہوں، فرمایا چھوڑو میرے پاس آؤ، میں نزدیک گیا،

آپ نے اپنا لعاب میرے چہرے پر لگا دیا، خدا کے فضل سے میں اچھا ہو گیا۔

(۳) مولوی فضل حق وکیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار دریائے گنگا میں طغیانی کے سبب سے ہماری بستی کٹنے لگی۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ ہمارا مکان بھی کٹ جائے گا۔ میں نے حضرت کو بذریعہ خط مطلع کیا، اگلے شب خواب میں دیکھا کہ فرشتہ حضرت کے حکم سے دریا کو ہمارا مکان کاٹنے سے روک رہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ہمارا مکان محفوظ رہا۔

(۴) مولوی عبدالحق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب تک کوئی ایسا درویش نہ ملے گا جو چشم زدن میں اعلیٰ مدارج پر پہنچا دے میں مرید نہ ہوں گا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں بھی یہی عرض کیا۔ ایک دن میں کسی ضرورت سے وظیفہ کے کمرے میں گیا، حضرت نے کہا ایک گلاس پانی لاؤ میں نے پانی لا کر سامنے رکھا، آپ نے گلاس کی طرف نظر بھر کر دیکھا گلاس ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ ظرف کی خوبی سے فقیر خالی نہیں ہے ظرف ہونا چاہئے۔

آپ کا وصال

وصال سے قبل آپ کی یہ حالت تھی کہ اکثر اوقات آپ خاموش رہتے اور شب بیداری کرتے، ضرورت کے مطابق کلام کرتے اکثر فرمایا کرتے کہ کبھی آسمان کی طرف نسبت رجوع ہوتی ہے اور کبھی زمین کی طرف اور کبھی آسمان اور زمین ہماری طرف رجوع ہوتے ہیں۔ آپ اکثر اوقات مسجد میں رہتے۔ جب نسبت کا غلبہ زیادہ ہوتا تو جس جگہ آپ کا مزار اقدس ہے اس جگہ ٹہلتے۔ بظاہر آپ کو کوئی بیماری نہ تھی صرف درد شکم اور قبض کی شکایت تھی، کوئی علاج سودمند نہ ہوا۔ 24 محرم کو دوپہر کے وقت تک طبیعت کچھ اچھی رہی، لیکن سہ پہر کے بعد تکلیف بڑھتی چلی گئی اسی حالت میں آپ اکثر فرماتے کہ روح اوراو پر کھینچی جاتی ہے اور یہ وقت ڈوبنے کا ہے، اس کے بعد آپ نے دعا کی کہ خدایا ہمارے مریدین واحباب کو خوش رکھنا، ہم سب سے خوش ہیں۔ 24 محرم کی رات میں نو بجے آپ کی روح پرواز کر گئی۔ 25 محرم کو جنازہ جامع مسجد لایا گیا، مجمع اس قدر کثیر تھا کہ پیر رکھنے کی جگہ نہ تھی، اسی وقت تین نئے فقیر مجذوبانہ حالت میں نماز میں شریک ہوئے اور

بعد نماز غائب ہو گئے۔ آپ کا نماز جنازہ مولانا شاہ معین الدین آروی نے پڑھائی۔ جنازہ خانقاہ کے صحن میں لایا گیا، جہاں اکثر اوقات آپ چہل قدمی کرتے تھے۔ جسم اطہر کو آپ کے مرید شاہ ولی اللہ، مولانا شاہ بدرالدین پھلواروی، شیخ عبدالغفور، شاہ حبیب اللہ نقشبندی اترولی، حافظ عبدالصمد و غلام اولیاء مریدین حضرات نے قبر میں اتارا۔ شاہ ولی اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کے چہرے کی زیارت کراتا رہا، سینہ مبارک سے کلمہ طیبہ جاری تھا، جس کو سن کر میں بیخود ہوا جاتا تھا، مجھ کو اکثر بزرگوں کی تجہیز و تکفین کا موقع ملا لیکن ایسا پُرنور چہرہ اور ایسی کیفیت جو مجھ پر طاری تھی کبھی نہیں ہوئی، آپ کو خانقاہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک خانقاہ فریدیہ محلہ میر گنج آرہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مولانا شاہ مصلح الدین آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

قطعۂ تاریخ وصال 1324ھ از مولانا محبوب احمد بہاری:

کیا کہوں حالت دل غمگین — چھپ گیا آج آفتاب دین
قطب دوراں و عارف کامل — ہادی و غوث شہ فریدالدین
بست وپنجم کی شب محرم میں — ہوئے رونق فزا بخلد بریں
چار شنبہ کے روز وقت ظہر — ہم سے جاکر چھپے وہ زیر زمیں
احمد اے سر طریق وسلوک — حق سے واصل ہوئے فریدالدین

6 9

15+1309=1324ھ

(تذکرۂ آبادانیہ از محمد انور علی فریدی، ص ۲۱۱)

☆☆☆

حضرت شاہ محمد مصلح الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : مصلح الدین

لقب : شاہ

وطن : غازی پور

وفات : 1348 ہجری بمطابق 1929ء

مدفن : محلہ بھلوئی پور، آرہ، ضلع بھوجپور

پیرومرشد : والد حضرت شاہ محمد فرید الدین قادری آروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

حالات زندگی

آپ حضرت حافظ شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ ہیں۔ 25 رمضان المبارک 1288ھ میں غازی پور میں پیدا ہوئے۔ حضرت میاں صاحب نے محمد مصلح الدین نام رکھا۔ ابتدائی تعلیم غازی پور میں حاصل کی۔ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی اور پٹنہ سے بی اے کیا۔ شروع میں مدرسی پھر محکمہ نہر میں افسر ہو گئے اور ترقی کر کے ڈپٹی کلکٹر ہو گئے اسی نسبت سے آپ کو ڈپٹی شاہ مصلح الدین اور حضرت ڈپٹی صاحب کے نام سے لوگ یاد کرتے تھے۔

بیعت وخلافت

23 شعبان 1318ھ بتقریب عرس حضرت میاں صاحب غازی پوری نے حضرت حافظ شاہ محمد فرید الدین سے بیعت لی۔ حلقہ ذکر میں برابر شریک ہوتے رہے۔ حضرت شاہ فرید الدین قادری نے کمال ہمت سے توجہ فرمائی، آپ نے بہت جلد سلوک کی منازل طے کیں

اور سیر لطائف صحو وسکر سے آشنا ہو کر منزل شہود پر پہنچے۔ حضرت سلطان المشائخ نے سلاسل مجددیہ نبوریہ کی اجازت وخلافت کے ساتھ سلسلہ نقشبندیہ مظہریہ گلزاریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ والد حضرت کے وصال کے بعد تمام برادران طریقت نے متفقہ طور سے آپ کو سجادہ نشین بنایا اور آپ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔

آپ کی خصوصیت

آپ سبھی سے بلا تکلف ملتے اس کی مدد فرماتے۔ دوران ملازمت کبھی آپ نے ناجائز پیسے کی طرف نہیں دیکھا اور نہ ہی ناحق سفارش منظور کی۔ اجلاس کے دوران شیروانی عمامہ اور کاندھے پر سیاہ رومال رہتا۔ نماز باجماعت پڑھتے، اکثر خود ہی امامت فرماتے۔ نماز کے دوران واردات بکثرت ہوتیں، جس سے مقتدی بھی فیضیاب ہوتے۔ ایک مرتبہ آرہ خانقاہ کی مسجد میں امامت فرما رہے تھے کہ کیفیت طاری ہوئی جس کا اثر مقتدی غلام جیلانی صاحب پر اس قدر ہوا کہ وہ عالم جذب میں آ گئے۔ اجلاس کے دوران وقفہ میں کمرے میں نماز جماعت سے ادا فرماتے، اکثر ریل کا سفر سیکنڈ کلاس میں کرتے اور پورا کمرہ ریزرو کرواتے، جس سے نماز واوراد میں فرق نہ آئے۔

عدالت میں مراقبہ

آپ نے قبل از وقت ملازمت سے سبکدوشی اختیار کی اور رشد وہدایت میں مشغول ہوئے۔ آپ پر کشف بہت ہوتا تھا۔ اکثر مراقبہ سے مقدمہ کی کیفیت معلوم کر کے حق فیصلہ فرماتے، جسٹس سید انوار صاحب نے بیان کیا کہ حضرت کی ملازمت سے سبکدوشی حاصل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت مراقبہ فرماتے تو مقدمہ کی کیفیت کچھ اور ظاہر ہوتی اور گواہوں کے بیان سے کچھ اور بات ثابت ہوتی تھی۔

علم تصوف

آپ احکام شریعت کی اتباع بہت کرتے اگر کسی مسئلہ میں شک ہوتا تو مفتی وقت یا

مستند عالم دین سے مسئلہ دریافت فرماتے ، یا کتب فقہ کا مطالعہ فرما کر شک دور کرتے۔ اکثر تصوّف کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے ، مگر مریدین کو ان کتابوں کے مطالعہ سے منع فرماتے ، خواہ تصنیفات امام غزالی ہوں یا مثنوی شریف۔ طالب صادق کو ہدایت کرتے تھے کہ تصوّف نام، عمل کا ہے۔ تصوّف ذکر باطنی اور توجہ شیخ سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ کتب بینی اور اعمال کی زکوٰۃ ادا کرنے سے۔ تصوّف کی جان ادب واخلاص ہے، صوفی کی عبادت محض رضائے الٰہی کے لئے ہوتی ہے، تحصیل جنت کے لئے نہیں۔ تصوّف میں اپنی خواہش فنا کر دینی پڑتی ہے، اور راضی بہ رضا ہونا پڑتا ہے۔ بغض وکینہ کو دور کر کے اَلْحبُّ للہ و البغضُ للہ پر کاربند ہونا پڑتا ہے۔ تصوّف میں اطاعت شیخ کو اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنا چاہئے۔ (تذکرۃ السعدین)

جب طالب صادق میں مذاق صحیح اور ادراک درست ہوجاتا ہے، تو کتب تصوّف کے مطالعہ کی اجازت ہوتی ہے، مگر مسائل وحدت وجود وشہود کی کرید سے روکا جاتا ہے۔ اس باب میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ان مسائل کا تعلق علم توحید سے ہے، سالک کو ظرف واستعداد کے اعتبار سے توحید کا علم ظاہر ہوتا ہے۔ جب طالب کو یہ مقام نصیب ہو تو شیخ کی طرف پوری توجہ کرنی چاہئے۔ (تذکرۃ السعدین)

غریبوں کی مدد

آپ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ غرباء ومساکین پر خرچ کرتے، کئی بیواؤں کا ماہانہ رقم مقرر فرما دیا تھا، کئی نادار لڑکیوں کی شادی کی۔ دینی مدارس کی اعانت فرماتے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے سالک تھے۔ حاجی عبدالرؤف صاحب سربیلہ نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت آرہ میں تانگہ پر جارہے تھے۔ آرہ میں ایک مجذوب تھے، جو برہنہ رہتے تھے اور کسی سے کلام نہ کرتے تھے، جب آپ کی سواری اس طرف سے گزری تو آپ کو دیکھ کر مجذوب صاحب نے اپنا جسم ڈھک لیا، آپ نے سلام کیا مجذوب صاحب نے جواب دیا اور کہا آپ شاہ فریدالدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

غوث پاک کی زیارت

آپ پر قادری نسبت کا غلبہ تھا اکثر طالبین کو اسی سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے نسبت اویسی حاصل تھی اور بے حد قرب تھا۔ کئی صاحبان آپ کی

ہمت اور توجہ سے حضرت غوث اعظم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار بغداد کی زیارت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے اُسی شب میں سرکار بغداد کی اس طرح زیارت کرائی کہ خود بھی اُن کے حضوری میں جلوہ گر ہیں اور زبان مبارک سے منم غوث الاعظم، منم غوث الاعظم جاری ہے، اس سے آپ کا فنافی الغوث اور حضرت سے کمال قرب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کی وفات

وصال سے چند ماہ قبل آپ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا رہے۔ وصال سے چار دن قبل اپنی قبر کھودنے کا حکم دیا، جب قبر تیار ہوئی تو خادم نے مطلع کیا، آپ نے فرمایا اس ٹھنڈے میں جانے کا ارادہ ہے۔ کئی دن سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، جس سے بارش ہو جایا کرتی تھی اور گرمی میں کمی آجاتی تھی۔ 9 ذی الحجہ مطابق 9 مئی 1930ء شب جمعہ 2 بج کر 25 منٹ پر ذکر کرتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مزار شریف محلہ بھلوئی پور، درگاہ مولانا شاہ معین الدین میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

قطعہ تاریخ وصال از قاضی خلیل الدین نوشہ عباسی بدایونی:

رونق بخانقاہ فریدی کجا کہ رفت — مولانا شاہ مصلح الدین زیب بارگاہ
نوشہ بسال نقل خیال است گرترا — گو آہ از جہاں بشد پیر خانقاہ

1348ھ

مادہ ہائے تاریخ وصال برائے لوح مزار حضرت مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی نور اللہ مرقدہٗ:

(۱) مرقد معلّٰی جناب شاہ محمد مصلح الدین قبلہ 1348ھ
(۲) مرقد قبلہ اہل یقیں شاہ محمد مصلح الدین 1348ھ
(۳) آرام گاہ حبیب زمانہ جناب شاہ محمد مصلح الدین قبلہ 1348ھ
(۴) قدوہ اہل صفا محمد مصلح الدین نور اللہ مرقدہٗ 1348ھ

آپ کا عرس

آپ نے وصال سے چھ ماہ پیشتر فرمایا کہ خانقاہ میں صرف والد صاحب قبلہ کا عرس ہوگا، اس فرمان کے بعد دوسرا عرس خانقاہ میں منعقد کرنا خلاف حکم تھا، اس لئے آپ کے عرس کو سربیلہ خانقاہ میں منتقل کر دیا گیا، جہاں مولانا غلام حسین قادری پابندی سے 9 ذی الحجہ کو عرس کراتے تھے۔

آپ کے مرید وخلیفہ

آپ کے مریدین کی تعداد اچھی خاصی تھی۔آپ نے چند برادران طریقت جن کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی ان کی تعلیم مکمل کر کے اجازت وخلافت بخشی، جن میں خان بہادر محامد علی خاں ساکن توپ خانہ مونگیر، شاہ رفیق الدین۔شاہ رحیم داد اخاں بیلن بازار مونگیر، شاہ ارشاد علی خاں شہید ساکن موضع گرہو مونگیر ہیں۔آپ نے فضیلت مآب حضرت نثار احمد ساکن ہریوا ضلع سہرسا کو جن کی تعلیم وتربیت حضرت سلطان المشائخ کے زیر نگرانی ہوئی اور حضرت نے اپنے آخری سفر میں کھگڑیا میں قیام کے دوران ان کو زبانی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی۔تحریری خلافت نامہ حضرت سلطان المشائخ کی جانب سے لکھ کر دیا گیا۔آپ نے اپنے مریدین میں اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ معین الدین، حضرت شاہ عبدالواحد، مولانا حافظ شاہ محمد، حضرت عبدالوہاب اور سید مولانا محمد ابراہیم آروی کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

(تذکرۂ آبادانیہ از محمد انور علی، ص ۲۱۸)

☆☆☆

عاشق رسول شاہ معین الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : معین الدین

لقب : عاشق رسول

وطن : آرہ

ولادت : 1305 ہجری

وفات : 1338 ہجری بمطابق 1919ء

مدفن : محلہ بھلوئی پور، آرہ، ضلع بھوجپور

پیرومرشد : والد حضرت محمد مصلح الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

حالات زندگی

آپ قدوۃ المشائخ مولانا ڈپٹی شاہ مصلح الدین کے اکلوتے صاحبزادہ تھے۔محلہ میر گنج آرہ میں 5 صفر 1305ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد اور دادا محترم صوبہ بہار کے مشہور اہل کمال ولی وصاحب علم وفضل بزرگ ہوئے ہیں۔اردو عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم خوش نویسی وطغراکشی اپنے خاندان کے اکابرین سے سیکھی۔خوش نویسی کی تکمیل مشہور خطاط منشی محمد ظہور آروی سے کی۔درس نظامی کی تعلیم اپنے زمانہ کے نامور علماء وفقہا سے حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی رحیم بخش آروی، مولانا حکیم عبدالوہاب آروی اور مولانا مولوی ماجد علی جونپوری، مولانا عبدالحق خیرآبادی کے نام سرفہرست ہیں۔

آرہ میں مدرسہ کا قیام

اسی زمانہ میں آپ کے جد محترم حضرت شاہ فرید الدین نے ایک عربی مدرسہ قائم کیا، جو آج مدرسہ فیض الغرباء کے نام سے مشہور ہے۔ جس سے سینکڑوں عالم وحافظ بن کر نکلے۔ آپ کی دستار بندی مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی نے کی۔ اس جلسہ میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ مفتی اعظم ہند بھی تشریف لائے تھے، اعلیٰ حضرت نے آپ کے علم کی تعریف کی۔ مفتی اعظم ہند آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ مفتی اعظم اور آپ میں دوستانہ مراسم تھے۔ رخصت کے وقت آپ نے مفتی اعظم کو چند طغرے دیئے جو فنِ خطاطی وطغراکشی کا نمونہ تھے۔ آپ کے جوانی کے عالم میں انتقال سے مفتی اعظم ہند افسردہ ہوئے۔

طب کی تعلیم

درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کو طب پڑھنے کا شوق ہوا۔ ابتدائی کتب مقامی اطباء سے پڑھیں پھر دہلی آئے اور شفاء الملک حکیم رضی الدین خاں کی خدمت میں دوسال رہ کر تکمیل طب کی سند حاصل کر کے اپنے وطن آرہ آئے۔

تصوف سے دلچسپی

آپ کا مزاج بچپن سے ہی تصوفانہ وعارفانہ تھا اور کیوں نہ ہوتا، علماء ومشائخ کا مقولہ ہے کہ اَلصُّحبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ اور صحبت بھی ایسے بزرگ کی جو اپنے زمانہ کے بایزید وشبلی تھے، جن کے پاک نفس کی برکت اور توجہ سے سینکڑوں عارف بنے۔ آپ کی تعلیم وتربیت حضرت شاہ فرید الدین نے خصوصیت سے کی۔ آپ حضرت کے چہیتے تھے، بچپن سے تاوصال تک اُن کے صحبت میں رہے۔ بحکم شاہ فرید الدین 1324ھ میں اپنے والد حضرت سے بیعت ہوکر اجازت وخلافت حاصل کی، والد صاحب نے آپ کو نائب سجادہ نشین اور منتظم خانقاہ مقرر کیا۔ آئینہ مبارک میں تحریر ہے کہ آپ کو حضرت شاہ فرید الدین بے حد مانتے تھے، بچپن سے تاوصال تک آپ کی صحبت میں رہے۔ تربیت وتعلیم میں اپنی روح پھونک دی۔ فارسی عربی میں قابلیت حاصل کر کے

انٹرنس تک پڑھا، اس کے بعد علم عربی کی طرف کوشاں ہوئے۔ ماہ صفر 1324ھ میں اپنے والد سے بیعت ہوکر قائم مقام سجادہ نشین ہوئے۔ اہتمام خانقاہ آپ کے سپرد ہوا۔ بہت خلیق کریم النفس بامذاق وصاحب حال تھے۔ آپ کا وعظ نہایت پُرتاثیر اور خوش الحانی کا ہوتا تھا۔ شادی آپ کی مولوی عبداللطیف صاحب ماسٹر انجینئرنگ کالج بانکپور کی صاحبزادی سے ہوئی، جو باشندہ موضع پرساضلع غازی پور کے تھے۔ (آئینہ مبارک)

خدمت خلق

آرہ آنے کے بعد درس وتدریس اور خدمت خلق میں مشغول ہوئے، کئی سال کے بعد احباب کے اصرار پر مدرسہ اہل سنت فیض رسول، آسنسول کی صدر مدرسی قبول فرمائی۔ چند ماہ بعد آسنسول کو خیرباد کہہ کر وطن آئے اور خدمت خلق میں مشغول ہوئے۔ اہل ہنود میں تبلیغ کیلئے انگریزی تعلیم کا ذوق ہوا۔ انٹرس پاس کیا ابھی اور تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے کہ برزخ کی منزل پر پہنچے۔

تقریر کا شوق

آپ کو طالب علمی کے زمانہ سے وعظ گوئی وتقریر کا شوق تھا، آپ تقریر خوب کرتے تھے۔ تذکرۃ السعدین میں لکھا ہے کہ ''آپ کا اسلوب بیان اس انداز ودلچسپی کا ہوتا ہے کہ سارے مجمع پر چھا جاتے تھے، درمیان میں مثنوی شریف کی چاشنی بھی ہوتی تھی۔ میلاد شریف پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو مثل بلبل کے چہکتے اور شاخ گل کی طرح لچکتے خود بھی روتے اوروں کو بھی رلاتے تھے۔ مولانا محمد سلیمان پھلواروی وحضرت احمد اشرف صاحب کچھوچھوی نے بارہا آپ کے انداز بیان کی تعریف کی۔ (تذکرۃ السعدین)

آپ خوش کلام شاعر تھے۔ معینؔ آپ کا تخلص تھا۔ آپ کا نعتیہ کلام، عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا، جس کا نمونہ میلاد تحفۃ الرسول ہے، اس کا تاریخی نام ''معین الاذکار المیلاد النبوی'' ہے۔ عاشق رسول آپ کا لقب ہے۔ آپ کا وصال کم عمر یعنی 32 سال کی عمر 1338ھ میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کم عمر میں آپ کو بہت سی نعمتیں عطا کیں تھیں۔ بچپن میں آقائے دوعالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی جس کا اشارہ آپ نے اس شعر میں کیا ہے۔

مر کر بھی یہ مستی نہ معینؔ جائے گی سر سے بچپن سے ہے دل مست تو لائے محمد

کرامات

آپ عالم باعمل، فقیہ العصر، کامیاب مقرر، حکیم حاذق، واعظ خوش بیان، عارف کامل وصاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے ہیں۔آپ کی دو کرامت تحریر کی جاتی ہیں:

(۱) مئی جون کا مہینہ تھا گرمی شدت کی تھی، آپ سربیلہ خانقاہ میں رونق افروز تھے، مخلوق گرمی کی شدت سے پریشان تھے، حاجی جمال الدین مرحوم نے بارش کے لئے عرض کیا، آپ نے دعاء کے واسطے ہاتھ اٹھائے، ابھی دعاء پوری نہ ہوئی تھی کہ بارش ہونے لگی اور خوب بارش ہوئی، اس طرح بارش کا دوسرا واقعہ موضع روپولی ضلع بیگوسرائے میں بھی ہوا۔

(۲) ایک مرتبہ آپ قصبہ راٹن مہیش کھوٹ اسٹیشن تشریف لائے، ایک میل کے فاصلہ پر تھے کہ ریل نے سیٹی دی، گارڈ نے جھنڈی دکھائی، لوگوں نے کہا مولانا اب نہ جایئے ریل نہیں ملے گی، آپ نے فرمایا چلے چلو، آپ اطمینان سے اسٹیشن پر پہنچے، راستہ خراب ہونے کی وجہ سے ایک میل کے مسافت طئے کرنے میں کافی وقت لگا۔ڈرائیور نے بہت کوشش کی مگر ریل ٹس سے مس نہ ہوئی۔آپ آئے اور اطمینان سے سکنڈ کلاس میں بیٹھ گئے، آپ کے بیٹھتے ہی ریل چلنے لگی۔

وصال

11 جمادی الاوّل 1338ھ بروز ہفتہ، تین ماہ دس دن بیمار رہ کر، اپنے والد کی حیات میں رحلت فرمائی۔وصال کے وقت زبان سے ذکر جاری تھا۔زندوں کی طرح بعد وفات بھی جسم میں حرارت تھی۔حکیم ضمیر الحسن صاحب نبض پر ہاتھ رکھ کر حیرت کرنے لگے۔نماز جنازہ آپ کے استاد حضرت مولانا رحیم بخش آروی نے پڑھائی۔ (تذکرۃ السعدین)

محلہ بھلوئی پور آرہ میں دفن کئے گئے، یہ جگہ درگاہ مولانا معین الدین آروی کہلاتی ہے، مزار شریف پر کتبہ لگا ہوا ہے جس پر حضرت انجم صاحب کا قطعہ تاریخ وصال کندہ ہے۔ آپ کا عرس قصبہ راٹن مہیش کھوٹ اسٹیشن ضلع کھگڑیا میں پابندی سے ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ وصال از حضرت مولانا مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی رحمۃ اللہ علیہ

قطب دیں شاہ معین الدین نام — شیخ دوراں عارف مرد خدا
افضل الاشغال شغلش کار طب — بر مریضاں دست او دست شفا
بود مرشد زادہ لیکن یا فتیم — حاضر و غائب ہمہ لطف و عطا
با خدا پیوست و خود را وگذاشت — قصر جنت بہر او شد متکا
گفت ابراہیمؔ سال رحلتش — وارثِ دین رسول دوسرا

1338ھ

آپ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے آپ کی نسل آگے نہ چل سکی۔ آپ کے مریدین کی تعداد اچھی خاصی تھی، آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ (تذکرۂ آبادانیہ، ص ۲۲۲)

☆☆☆

حافظ شاہ عبدالصمد آروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : عبدالصمد

لقب : شاہ

وطن : آرہ

وفات : 1332 ہجری بمطابق 1919ء

مدفن : محلہ میر گنج، قبرستان حسن بانو، آرہ

پیرومرشد : حضرت حافظ شاہ محمد فریدالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

حالات زندگی

آپ آرہ کے رہنے والے تھے۔ بیس سال کی عمر میں حضرت شاہ فریدالدین قادری سے بیعت ہوئے اور آپ سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ سلوک طے ہونے کے بعد حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ آپ حضرت کے سنیئر اور چہیتے مرید تھے، آپ عاشق پیر تھے۔ سلسلہ آبادانیہ کی آپ نے بہت خدمت کی اور اس کی توسیع واشاعت میں خوب حصہ لیا۔ اکثر مقامات پر پیدل جا کر تبلیغ دین کی اور سینکڑوں لوگوں کو داخل اسلام کیا۔ بہت سے اشخاص کو طریقت کی تعلیم دے کر اپنے شیخ سے مرید کرایا، کئی برادران طریقت کو راہِ سلوک طے کرایا۔ آپ کے پیر نے اپنی حیات میں کئی برادران کی تعلیم وتربیت آپ کے سپرد کی۔

آپ کی بزرگی

آپ بہت بڑے عارف باللہ صاحب نسبت وصاحب کشف وکرامت بزرگ ہوئے

ہیں۔آپ کے مریدین کی تعداد کثیر تھی۔آپ کے مزاج میں سادگی تھی۔ایک بار آپ حضرت شاہ ارشاد علی خاں کے یہاں رونق افروز تھے،شام کے وقت آپ نے فرمایا کہ چراغ روشن کرنے کا وقت ہوگیا،بوتل سے تیل بھر کر چراغ روشن کرو،خادم نے حکم کی تعمیل کی اور چراغ روشن کیا گیا، جو صبح تک جلتا رہا،بعد میں معلوم ہوا کہ بوتل میں تیل کی جگہ سرکا تھا۔

ایک مرید کا واقعہ

آپ کے ایک مرید میاں عبداللہ پولیس میں کانسٹبل تھے کسی جرم میں نوکری سے برخواست ہوگئے۔وہ حضرت کے آستانہ پر آکر حسب عادت خدمت کرنے لگے۔ایک دن حضرت نے فرمایا میاں عبداللہ تمہاری وردی نیلام ہورہی ہے اور تم یہاں ہو،جاؤ۔میاں عبداللہ گئے،دیکھا وردی نیلام ہورہی ہے۔اتنے میں افسر نے پوچھا یہ کس کی وردی ہے۔میاں عبداللہ نے کہا حضور میری ہے۔افسر نے کہا جاؤ تم کو بحال کیا۔

آپ کی وفات اور خلفاء

آپ کا انتقال 1332ھ میں آرہ میں ہوا محلہ میر گنج،قبرستان حسن بانو میں آپ کا مزار ہے۔آپ نے کلیم شاہ،عبدالوحید شاہ،عبدالکریم ملک،امجد علی شاہ،اکبر علی شاہ،گوہر علی،شیخ محمد یعقوب، شیخ محمد ابراہیم،جناب وزیر علی خاں،جناب سکندر شاہ،فضل میاں،شیخ محمود بخش،میاں لیاقت حسین صاحبان کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔اِس وقت آپ کے دو خلفاء سے سلسلہ جاری ہے۔

(۱) شیخ محمود بخش عرف مولوی فودن جن کی خانقاہ جوگیا اسٹیشن بکری کھگریا میں ہے۔

(۲) جناب شیخ ظہور الحق صاحب ساکن موضع ہلدی ضلع مونگیر سے بھی سلسلہ جاری ہے۔

(مکتوبات عالیہ)

آپ کا سالانہ فاتحہ و چادر پوشی 25 محرم کی شب میں ہوتی ہے۔

(تذکرۂ آبادانیہ از محمد انور علی فریدی،ص ۲۲۸)

☆☆☆

حضرت مولانا تصدق حسین آروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : تصدق حسین

وطن : آرہ

ولادت : 1853ء

وفات : 1912ء

مدفن : محلہ روضہ، آرہ، ضلع بھوجپور

پیر و مرشد : حضرت حافظ شاہ فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادرہ

حالات زندگی

آپ رجب 1853ھ میں آرہ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل کرنے کے بعد حضرت شاہ فرید الدین قادری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور آپ سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ سلوک طے ہونے کے بعد 1305ھ میں ایک جلسہ میں حافظ عبدالصمد و حافظ عبدالکریم اور آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی گئی۔ آپ جید عالم دین، مشہور واعظ، صاحب حال و قال اور اہل نسبت بزرگ تھے، آپ نے سینکڑوں اشخاص کو داخل اسلام کیا۔ ہزاروں اشخاص کو داخل سلسلہ فرما کر طریقت کی تعلیم دی۔ بہت سے اشخاص کو طریقت کی تعلیم دے کر اپنے شیخ سے مرید کرایا۔ آپ سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں۔

آپ کی وفات اور آپ کے مرید

آپ کا انتقال 1912ھ میں آرہ میں ہوا محلہ روضہ میں دفن کئے گئے۔ حضرت مولوی جعفر علی فریدی قطب سہرسہ ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

برادر طریقت حضرت مولوی تصدق حسین آروی علیہ الرحمہ صاحب دل، خوش بیان واعظ تھے جو میرے محسن تھے۔ مولوی صاحب مرحوم ہی مجھے گورکھ پور سے آرہ لائے اور پیر و مرشد حضرت شاہ فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست پاک میں میرا ہاتھ دیا۔ آپ کا مزار شہر آرہ محلہ روضہ قبرستان میں ہے۔ جناب ڈاکٹر سید عبدالعظیم صاحب باروی مقیم بجھوتہ آپ ہی کے مرید ہیں۔ آپ کے ورد میں زیادہ دور باعیاں رہتی تھیں، جن کو اکثر سنایا کرتے تھے فرماتے تھے کہ ان دور باعیوں میں تصوف کی تعلیم ہے ان کو یاد کرلو۔

(۱) خواہی کہ شود دل چو آئینہ — دہ چیز برون کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت — بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

(۲) خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم — نبض خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم یقیں — تفویض و توکل و رضا و تسلیم

اور فرمایا کرتے تھے کہ تہجد پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر سوچو کہ آج فلاں فلاں کار خیر کرنا ہے، پھر دن بھر ان سوچے ہوئے کاموں کی نگہداشت کر، اور سونے کے وقت فکر کرو کہ آج کون کون سے عمل خیر ہوئے، اور کون کون بد عمل۔ خیر ہونے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور عمل بد ہونے پر نفس کو ملامت کرو، اور استغفار پڑھو۔ سوتے وقت کاموں کی فکر دراصل اپنے دن بھر کے کاموں کا حساب لینا ہے، اس کو تصوف کی اصطلاع میں محاسبہ، اور کاموں کی نگہداشت کو مراقبہ، اور کاموں کے سوچنے کو مشارطہ کہتے ہیں۔ حضرت مولوی تصدق حسین صاحب عاشق پیر اور شیدائی تھے۔ آپ ہی کے صاحبزادے مولانا عبدالسلام آروی ہیں۔ آپ اچھے واعظ اور صاحب ذکر و مراقبہ والے بزرگ تھے۔ (مکتوبات عالیہ)

آپ کے خلفاء

آئینہ مبارک میں آپ کے دو خلفاء کے نام تحریر ہیں:

۱۔ فیض الدین کلکتہ محلہ سوا بازار

۲۔ کریم اللہ نئی بازار، بکسر، ضلع بکسر

آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالسلام قادری کو بھی اجازت عطا فرمائی جن کو حضرت سلطان المشائخ سے بھی بیعت حاصل تھی۔ (تذکرۂ آبادانیہ، ص ۲۳۰)

☆☆☆

حضرت شاہ آبانی عرف دھنوشاہ رحمۃ اللہ علیہ

نام : عبدالغفور

وطن : آرہ

وفات : 1932ء

مدفن : محلہ میر گنج، قبرستان حسن بانو، آرہ

پیرومرشد : حضرت شاہ محمد فریدالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

حالات زندگی

آپ آرہ کے مشہور پہلوان تھے، جب حضرت شاہ فریدالدین قادری رشد وہدایت کے سلسلہ میں آرہ تشریف لائے تو آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کی صحبت سے آپ کو راہ ہدایت حاصل ہوئی اور مرید ہوئے۔ مرید ہونے کے بعد آپ نے پہلوانی چھوڑ دی اور خیاطی کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ باہمت شخص تھے۔ ریاضت ومجاہدے خوب کرتے تھے۔ دادا حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ ذکر کرتے تو ذکر کی گرمی سے کبھی کبھی چٹائی میں آگ لگ جاتی تھی۔ سلوک طے ہونے کے بعد حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت بخشی۔

اوّل مرید

آپ کا شمار حضرت کے اوّل مریدین میں ہوتا ہے، آپ حضرت کے سب سے پہلے

خلیفہ ہیں۔حضرت کے وصال کے بعد خانقاہ کے سجادے صاحب نے آپ کو خانقاہ ومزار شریف کی حفاظت کے لئے خانقاہ میں رکھا اور دعا وتعویذ کی خدمت آپ کے سپرد کی، جس کو آپ نے تاحیات بحسن وخوبی انجام دی۔

آپ کی وفات

آپ کا انتقال 1932ء میں خانقاہ میں ہوا۔احاطہ خانقاہ میں دفن کئے گئے۔

(تذکرۂ آبادانیہ، ص ۲۲۸)

☆☆☆

حضرت حافظ شاہ محمد عبدالکریم فریدی رحمۃ اللہ علیہ

نام : عبدالکریم

وفات : 1312 ہجری بمطابق 1898ء

مدفن : جج صاحب کے تالات کے پاس مسجد کے سامنے، آرہ، ضلع بھوجپور

پیرومرشد : حضرت حافظ شاہ محمد فریدالدین قادری آروی

سلسلہ : قادریہ

آپ حضرت حافظ شاہ محمد فریدالدین قادری آروی سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی آپ آرہ چھوڑ کر پورنیہ علاقہ میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔اور مرید بنائے ،لیکن خلافت کسی کو نہ دی۔آپ آرہ کے رہنے والے تھے۔اپنے پیرومرشد کی حیات میں 14 شعبان 1312 ہجری کو آرہ میں ہی وفات ہوئی، اور جج صاحب کے تالاب کے پاس آرہ میں دفن ہوئے۔

(تذکرۂ آبادانیہ)

☆☆☆

حضرت کالے پیر مراد رحمۃ اللہ علیہ

نام : مراد

لقب : کالے شاہ

مدفن : نزد: ڈی ایم آواس، کلب روڈ، آرہ

آپ کے سلسلہ سے کتابوں میں کہیں ذکر نہیں ملتا ہے۔آپ کب کے بزرگ ہیں، کہاں سے آئے، کس سلسلہ سے آپ کی نسبت ہے؟ یہ کسی کو پتہ نہیں ہے۔

آپ کی درگاہ ڈی ایم آواس کے قریب ہے، درگاہ پر گنبد نہیں بنا ہے بلکہ چھت ہے، اندر ٹائلس لگا ہے، لیکن کتبہ نہیں لگا ہے، یہ بہت پرانی درگاہ ہے لیکن آپ کے سلسلے میں معلومات کسی کو نہیں۔جمعرات، جمعہ اور سوموار کو خاص طور پر یہاں عقیدت مندوں کی بھیڑ رہتی ہے، آپ کا ہر سال عرس ہوتا ہے۔

□□□

حضرت بخشو شہید رحمۃ اللہ علیہ

نام : بخشو

لقب : شہید

مدفن : سبزی منڈی گولا، آرہ، ضلع بھوجپور

آپ کی درگاہ سبزی منڈی کے پاس واقع ہے، آپ کے حالات سے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ آپ کب شہید ہوئے۔ آپ کے سات ساتھیوں کا مزار آرہ میں ہے جو آپ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ سید سالار مسعود غازی 1198ء کی فوج میں مقامی راجہ کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی شہید ہوئے جن کا مزار آرہ کے مختلف حصہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

آپ کی درگاہ پر گنبد تعمیر کیا گیا ہے اور 25 فٹ اونچا مینار بھی تعمیر کیا گیا ہے، اندر فرش پر سنگ مرمر لگا ہے۔ اندر کتبہ نہیں لگا ہے، عقیدت مندوں کی یہاں بھیڑ ہوتی ہے، ہندو مسلمان سبھی آپ کی درگاہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی درگاہ ایک چھوٹی سی چہار دیواری کے اندر ہے۔

□□□

حضرت انجان شہید رحمۃ اللہ علیہ

نام : نامعلوم

مرتبہ : شہید

مدفن : رمنا میدان، ضلع اسکول کے سامنے، آرہ، بھوجپور

آپ کا مزار رمنا میدان میں ضلع اسکول کے سامنے واقع ہے۔آپ آرہ کے ان سات شہیدوں میں سے ہیں جو غالباً سید سالار مسعود غازی کی فوج میں شامل تھے اور مقامی راجہ کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے تھے آپ کے مزار کی زمین کافی تھی لیکن لوگوں نے قبضہ کرلیا، آپ کا مزار ایک چہار دیواری کے اندر ہے۔آپ کے مزار پر عقیدت مندوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ آرہ شہر کا بارہ ربیع الاوّل کا جلوس آپ کے ہی مزار شریف پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

□□□

حضرت صادق شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

نام : صادق

لقب : شہید

مدفن : نزد وحیدیہ مدرسہ، تری محلہ، آرہ، بھوجپور

آپ کا مزار آرہ کے تری محلہ میں وحیدیہ مدرسہ کے قریب واقع ہے، جو ایک قبرستان کے اندر چھوٹے سے چہار دیواری کے اندر ہے۔ آپ بھی غالباً سید سالار مسعود غازی کے فوجی شہدا میں تھے جو آرہ کے مختلف علاقہ میں دفن ہیں۔ آپ کی درگاہ یعنی مزار شریف پر لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ آپ کا عرس بھی ہوتا ہے۔

□□□

حصہ ہفتم

تذکرۂ

صوفیاء نیا بھوجپور اور بکسر

ضلع بکسر

حضرت قاضی شمس الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

نام : شمس الدین
عہد : قاضی (چوسہ کا قاضی)
وطن : دمشق
وفات : 784 ہجری بمطابق 1382ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)
مدفن : چوسہ (ضلع بکسر)
پیرومرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

حالات

حضرت قاضی شمس الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ چوسہ (بہار) کے قاضی تھے۔ اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے مرید محبوب تھے۔ ملازمت کی مشغولیت کے سبب مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے تھے، اس لئے ان کی تعلیم مکتوبات کے ذریعہ ہوئی۔ مخدوم جہاں نے آپ کو ایک سو مکتوبات ارسال فرمائے تھے۔ ان ہی مکتوبات کا مجموعہ ''مکتوبات صدی'' ہے۔ ان مکتوبات کے ذریعہ نہ صرف قاضی صاحب کی تعلیم ہوئی بلکہ دوسرے نہ جانے کتنے طالبوں نے فیض اٹھایا اور اب تک مستفید ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت زین بدر عربی ''مکتوبات صدی'' کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''امابعد! حمد و درود می گوید بندۂ ضعیف زین بدر عربی کہ چوں قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ کہ یکے از مریدان است عرائض می کرد و غرض اصلی و

مقصود اصلی در آں ایں بود کہ ایں بیچارہ از سبب موانع روزگار از حضور مجلس مخدومی دور افتادہ است واز ملازمت خدمت شیخ کہ سبب موجب حصول علم دینی ودنیوی است باز ماندہ وایں عجز بدیں التماس مقرون گزرانیدہ کہ در ہر بابے از علم سلوک بر قدر فہم ایں بندہ اگر چیزے در قلم آید حظے ونصیبے ازاں برگیرد۔'' (مکتوبات صدی)

ترجمہ: حمد ودرود کے بعد بندہ ضعیف زین بدر عربی عرض کرتا ہے کہ جب قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ نے جو آپ کے مریدوں میں ہیں، آپ نے مسلسل گزارش کی، جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہ بے چارہ ملازمت اور معذوری اوقات کے سبب اپنے مخدوم کے حضور مجلس سے دور پڑا ہے۔ شیخ کی محفل سے جو دینی اور دنیوی علوم حصول ہوتا ہے اس سے محروم ہے۔ اُس سے عاجزی سے یہ التماس کرتا ہے کہ علم سلوک کے ہر باب اس غلام کی سمجھ کے موافق اگر کچھ احوال قلم بند کیا جائے تو اس سے ذوق اور فائدہ حاصل کرے۔

مخدوم جہاں اپنے اس مرید مخلص پر جو شفقت رکھتے تھے اس کی ایک جھلک ''وفات نامہ مخدوم جہاں'' میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تحریر ہے کہ:

''مولانا شہاب الدین اور عتیق نے عرض کیا کہ قاضی شمس الدین کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا قاضی شمس الدین کو کیا کہوں۔ قاضی شمس الدین میرا فرزند ہے۔ مکتوبات میں کتنی جگہ اس کو فرزند لکھا ہے اور کہیں برادر۔ میرے علم درویشی کے ظاہر ہونے کا باعث وہی ہے۔ اسی کے واسطے اتنا کہنا اور لکھنا پڑا ہے، نہیں تو کون لکھتا۔''

''گنج ارشدی'' میں قاضی شمس الدین کے مرید ہونے کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار قاضی صاحب دو چار شاگردوں کے ساتھ مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا۔ مخدوم جہاں عالم استغراق میں تھے، جواب نہ دے پائے۔ قاضی صاحب نے اپنے عزیزوں سے کہا کہ گواہ رہنا میں نے شعار اسلام کا اظہار کیا اور انہوں نے ترک شعار کیا۔ اس کے بعد کچھ دوسری باتیں ہوئیں۔ مخدوم جہاں کی زبان سے اس کیفیت خاص میں کچھ ایسی

باتیں نکل گئیں جو علمائے شرع کے نقطہ نظر کے موافق نہ تھیں۔ قاضی صاحب نے لوگوں کو اس پر گواہ بنایا اور واپس ہو گئے۔ مخدوم جہاں نے جب عالم استغراق سے رجعت فرمائی تو شیخ چولھائی، خادم خاص نے تمام واقعات مخدوم سے بتائے۔ حضرت نے شیخ چولھائی سے کہا کہ میرے ہاتھ کو رسّی سے اتنا سخت باندھو کہ خون نکل آئے اور اسی حال میں قاضی کے پاس لے چلو۔ شیخ چولھائی نے حکم کی تعمیل کی۔ جب قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم اس حال میں تشریف لائے ہیں، فوراً گھر سے باہر آئے اور رسی کھولی اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

وفات

''وفات نامہ مخدوم جہاں'' میں آپ کا ذکر جس طرح آیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اس وقت حیات سے تھے۔ لہٰذا آپ کی وفات 782ھ کے بعد ہوئی ہے۔

(تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۲۳۱)

☆☆☆

حضرت مخدوم ابراہیم سلطان بلخی فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

نام : ابراہیم
لقب : سلطان
وفات : 914ہجری بمطابق 1508ء
مدفن : محلہ گنج رواں، نیا بھوجپور، ضلع بکسر
پیرومرشد : والد حضرت مخدوم احمد لنگر دریائی رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

آپ کی حالات زندگی کی تلاش میں تقریباً دس سال سے کرتا رہا۔ کئی بار خدا بخش لائبریری، پٹنہ، میں جا کر آپ کی تاریخ کو تلاشا، لیکن نہیں مل پایا۔ دسمبر 2018ء میں جب میں خدا بخش لائبریری، پٹنہ، پہنچا تو چند کتابیں بہار کے صوفیاء سے متعلق دیکھنا شروع کیا تو پہلی کتاب تاریخِ سلسلۂ فردوسیہ پر میری ہاتھ گئی اور جب اس کتاب کو کھولا تو کھولتے ہی حضرت مخدوم ابراہیم سلطان بلخی فردوسی کا نام آیا۔ ان کے تعلق سے بہت مختصر چند سطر میں ان کی حالات بیان کی گئی تھی۔ لکھا تھا کہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی گزرے ہیں۔

بیعت وخلافت

آپ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ اور بیعت وخلافت بھی اپنے والد مخدوم احمد لنگر دریائی سے حاصل کی۔

آپ کی وفات

آپ کی وفات 914ہجری بمطابق 1508ء میں ہوئی۔ آپ کے قطعہ وفات اس

طرح ہیں:

به سال رحلت مخدوم شیخ ابراہیم — که بود فقر وفنارا از وشعار شرف
به صبح صدق صدا خیر شد نسیم نفس — که موج باد به بوئے گل بہار شرف

آپ دفن کہاں ہوئے اس سلسلہ میں اس کتاب میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

آپ کے والد حضرت مخدوم احمد لنگر دریائی ایک بڑے ہی بلند پائے کے ولی تھے۔ جنہیں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین بن یحییٰ منیری بہار شریف کی خانقاہ کی گدی نشینی حاصل ہوئی تھی۔

جب وہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو بیچ سمندر میں حاجیوں کا جہاز ڈوبنے لگا جہاز میں پانی آنا شروع ہوگیا افراتفری مچ گئی ایسے وقت میں حضرت مخدوم احمد لنگر دریائی سمندر میں اُترے اور جہاز کو اوپر اٹھایا اور جہاز اپنی صحیح صورت حال میں آ گیا۔ لوگ آپ کو تلاش رہے تھے، تو دیکھا کہ آپ سمندر سے جہاز میں داخل ہو رہے ہیں اور سر سے پاؤں تک بھیگے ہوئے ہیں۔ جب لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے کہا جہاز کو بچانے کے لئے سمندر میں گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد آپ مخدوم لنگر دریائی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

حضرت مخدوم ابراہیم بلخی فردوسی کی درگاہ نیا بھوجپور ضلع بکسر کے محلہ گنج رواں میں ویران حالت میں قائم ہے۔ یہاں ایک خانقاہ اور اس کے ساتھ ایک مسجد اور پختہ کنواں تعمیر تھا جو اب نہیں ہے۔ آپ کی درگاہ کی مرمت کے لئے یہاں کے ایم ایل اے اجیت سنگھ نے ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سن 2010ء میں دیا تھا جس کے استعمال سے درگاہ کی گنبد کی مرمت کرائی گئی اور درگاہ کے چاروں طرف چہار دیواری کا کام کرایا گیا۔ آپ کی درگاہ میں پتھر کا کتبہ لگا تھا۔ درگاہ کی مرمت میں باہر نکالا گیا لیکن دوبارہ نصب نہیں ہو سکا۔ آپ کی درگاہ کے چراغاں کے لئے 81 بیگھہ زمین مغل بادشاہ شاہ عالم نے عطا کیا تھا۔ محلہ گنج رواں آپ کے خادموں کی آبادی ہے جنہوں نے اپنے ہی بزرگ کو بھلا ڈالا۔ درود و فاتحہ اور مزار پر چراغاں کے کام بند کر دیئے اور ایک ولی کے سایہ سے خود کو دور کر لیا۔

☆☆☆

حضرت شیخ محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ

نام : راجہ پرمل سنگھ
اسلامی نام: بختیاور
وطن : ڈمراؤں مہاراجہ کے خاندان
ولادت : 1610ء
وفات : 1672ء (عہد مغل بادشاہ اورنگ زیب)
مدفن : محلہ گنج رواں، قصبہ نیا بھوجپور، ضلع بکسر
خانقاہ : نیا بھوجپور، نزد نورتن قلعہ، ضلع بکسر
سلسلہ : قادریہ، فردوسیہ

خاندانی نسبت

اس قصبہ کے محلہ گنج راواں میں ڈمراؤں مہاراجہ کمل سنگھ کے خاندان کے راجہ جن کا نام راجہ پرمل سنگھ تھا، مغل بادشاہ اورنگ زیب (1656-1707ء) کی عہد میں اسلام قبول کیا اور آپ کا نام محمد بختیاور رکھا گیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ تصوّف کی طرف مائل ہو گئے اور بزرگی حاصل کی۔

آپ کی خانقاہ

تواریخ اجینیہ، حصہ دوم کے صفحہ نمبر 100 پر لکھا ہے کہ آپ کی خانقاہ نورتن کے قریب تعمیر کرائی گئی جہاں سہسرام، منیر اور بہار شریف کے بزرگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ آپ اپنے وقت کے پایہ کے بزرگ تھے۔

وفات اور مدفن

آپ کی پیدائش 1610ء میں اور وفات جمعہ کے دن 27 ذی الحجہ 1672ء میں ہوئی، آپ کے مزار پر ایک خوبصورت مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ ہر سال یہاں عرس منایا جاتا تھا، جس میں مہاراجہ خاندان کے سبھی افراد اور بہار کے بڑے برے صوفیائے کرام تشریف لاتے تھے۔ لیکن یہ سلسلہ اب بند ہو چکا ہے۔

آپ کے مقبرہ کی موجودہ حالت اور مہاراجہ خاندان کی غلط فہمی

آپ کا مقبرہ خستہ حالت میں ہے۔ ڈمراؤں مہاراجہ کمل سنگھ نے 2005ء میں ایک کتبہ لگوایا جس میں ان کی پیدائش و وفات کی تاریخ اور اسلام قبول کرنے کے بعد پرمل شاہ سے محمد بختیاور نام رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن ڈمراؤں مہاراجہ کو سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے وہ مقبرہ کے باہر ایک مزار کو پرمل سنگھ عرف محمد بختیاور کا مزار سمجھ بیٹھے، لیکن تاریخ اجینیہ کے حصہ دوم، صفحہ نمبر 100 پر لکھا ہے کہ ان کا مزار ایک مقبرے کے اندر ہے اور ہر سال 27 ذی الحجہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ عرس ہوتا ہے جس میں مہاراجہ خاندان کے سبھی افراد اور بہار کے بڑے بڑے صوفیائے کرام شامل ہوتے ہیں اور بھوجپور کے مسلمان اس کی پاکیزگی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ تاریخ اجینیہ میں لکھنے کے مطابق آپ کا مزار مقبرے کے اندر ہے۔

مؤلف کا مشاہدہ

جب میں یعنی مؤلف نے مقبرے کے اندر جا کر مشاہدہ کیا تو یہ اندازہ ہوا کہ پرمل شاہ عرف محمد بختیاور کا مزار مقبرے کے اندر ہی ہے لیکن مقبرے کے اندر تقریباً تین فٹ مٹی بھر جانے کے وجہ سے مزار ڈھک گیا ہے، اگر اس مٹی کو نکالی جائے تو ان کا مزار نمایاں ہو سکتا ہے۔ یہ مقبرہ محلہ گنج رواں میں قائم ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ لاکھوری اینٹ کا بنا یہ خوبصورت مقبرہ اگر پرمل شاہ عرف حضرت محمد بختیاور کا مقبرہ نہیں ہے تو آخر یہ کس کا مقبرہ ہے، یقیناً یہ پرمل شاہ عرف حضرت محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ کا ہی مقبرہ ہے۔

آپ کے خلیفہ

آپ شیخ وقت تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مرید تھے۔ آپ کی بزرگی کا عالم یہ تھا کہ بہار کے مختلف خانقاہوں کے بزرگ آپ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ حضرت سید جلال الدین شاہ آپ کے خلیفہ اور آپ کی خانقاہ کے سجادنشیں ہوئے۔

(تاریخ اجینیہ، حصہ دوم، ص ۱۰۰)

☆☆☆

حضرت سید جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نام : جلال الدین

لقب : شاہ

وفات : 1710ء (عہد مغل بادشاہ بہادر شاہ)

مدفن : نزد نورتن قلعہ، قصبہ نیا بھوجپور، ضلع بکسر

خانقاہ : قادریہ، فردوسیہ نزد نورتن قلعہ، نیا بھوجپور

پیر و مرشد : حضرت شیخ محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ، قادریہ، فردوسیہ

آپ کے پیر مرشد کا واقعہ

راجہ پرمل سنگھ مغل بادشاہ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں اسلام قبول کئے اور گوالیر کے جیل میں رہ کر بڑے بڑے عالموں اور صوفیاء کرام سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنی زندگی کو تصوف کے راستے پر گامزن کر دیا اور ان کا نام راجہ پرمل سنگ سے صوفی محمد بختیاور رکھا گیا۔

جب یہ گوالیر کے جیل سے نکل کر اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے اپنے راجہ بننے کا فرمان حاصل کیا اور نیا بھوجپور اپنے محل نورتن لوٹ آئے تو بھوجپور آتے ہی ان کی تاج پوشی کی تیاری شروع ہوگئی تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ مجھے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب مجھے دنیاوی تاج نہیں بلکہ اللہ نے ولایت کا تاج ہمیں بخشا ہے۔ اب میرے لئے ایک خانقاہ کی تعمیر کرائی جائے جہاں سے میں اسلام کے تعلیم کی نشر و اشاعت کر سکوں۔ ان کے اس حکم پر نورتن قلعہ کے سامنے ایک بہت بڑی خانقاہ تعمیر کرائی گئی۔ جس پر

موجودہ وقت میں ہندی مڈل اسکول اور اے پی شرما اسکول چل رہا ہے۔ان کی خانقاہ کے حجرے آج بھی قائم ہے۔جو دو منزلہ تھا اوپر ہندی مڈل اسکول کی کلاسیں چلتی تھیں اور نیچے کا حصہ ویران تھا۔

آپ کے پیر و مرشد کی وفات اور آپ کو گدی نشینی

حضرت شیخ محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اپنے وقت کی بہار کی سب سے بڑی خانقاہ تھی۔آپ کی خانقاہ میں منیر شریف بہار شریف اور سہسرام کے صوفیاء کرام کا جمگھٹ لگا رہتا تھا اور آپ کی خانقاہ بہار کی تمام خانقاہوں پر فوقیت حاصل کر گئی۔حضرت شیخ محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ بہت کم عرصے تک حیات میں رہے۔ان کی وفات 1672ء میں ہوئی۔اور حضرت سید جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی خانقاہ کا گدی نشین بنایا گیا آپ کے نگہبانی میں یہ خانقاہ چلتی رہی اور آپ کی وفات 1710ء میں ہوئی۔اس کے بعد اس خانقاہ کے کئی سجادہ ہوئے۔1857ء کے بعد مہاراجہ خاندان نے اس خانقاہ کی مدد معاش کو بند کر دیا اور یہ خانقاہ بند ہو گئی۔حضرت سید جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کو خانقاہ کے آنگن میں ہی دفنایا گیا۔جہاں پر آپ کا مزار ہے۔آپ اپنے وقت کے اعلیٰ مقام کے بزرگ تھے۔آپ کے مزار سے آج بھی لوگوں کو فیض حاصل ہوتا ہے اور لوگ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے ہیں۔

خانقاہ کا واقعہ اور موجودہ صورت حال

سن 2016ء میں ہندی مڈل اسکول کی تعمیراتی کام کے لئے بنیاد کھودی جا رہی تھی اُسی دوران ایک سرنگ یعنی تہ خانہ وجود میں آیا جس میں کئی کمرے تھے،جس میں تالا بند تھا۔نہایت صاف ستھرے صحیح حالت میں کمرے دکھائی دے رہے تھے۔جس میں سات دھاتو کی بنی زنجیر لٹک رہی تھی جسے کچھ لوگ نکال لئے۔اِس تہہ خانہ کی خبر پورے بہار میں پھیل گئی اور یہاں کلکٹر، ایم پی اشونی کمار چوبے، ایم ایل اے، ڈمراؤں، مہاراجہ کمل سنگھ اور آرکلوجیکل سروے آف انڈیا کے صوبہ بہار کے ڈائریکٹر حاضر ہوئے اور اس کا معائنہ کیا اور کہا کہ یہ تہہ خانہ بہت وسیع ہے اس کی صفائی کرائی جائے گی لیکن کوئی کام نہیں کیا گیا۔

دراصل کھدائی میں نکلا تہہ خانہ حضرت شیخ محمد بختیاور رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تھی جو وسیع

دائرہ میں دو منزلہ بنائی گئی تھی۔ جس کی اوپری منزل کی عمارت گر گئی اور بچی ہوئی کچھ عمارت میں ہندی مڈل اسکول چل رہا ہے۔ خانقاہ کا نچلا حصہ تہہ خانہ میں آج بھی محفوظ ہے، جو بہت وسیع دائرے میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی خانقاہ بہار کی سب سے بڑی خانقاہ تھی۔ ڈمراؤں مہاراجہ کے کنبہ کے ذریعہ خانقاہ چلانے کے لئے مالی مدد جو صدیوں تک حاصل ہوتی رہی جس سے خانقاہ چلتا رہا۔ حضرت شیخ بختیاور رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت سے حاصل ہونے والی امداد جب مہاراجہ خاندان نے بند کر دیا تو یہ خانقاہ بند ہو گئی۔

□□□

حضرت سید سالار مسعود غازی کے شہداء کے مزار

نام : نامعلوم

وفات : 1178ء

مدفن : محلہ سالار پور، قصبہ نیا بھوجپور، ضلع بکسر

دوسرے شہید مدفن پیپر میل، آرہ بکسر روڈ، نیا بھوجپور، ضلع بکسر

''قرآن میں اللہ فرماتا ہے شہید کبھی مرتے نہیں، میں انہیں غدا فراہم کرتا ہوں لیکن تم اسے نہیں سمجھ پاؤ گے'' قرآن کی یہ بات نمایاں طور سے دیکھائی دیتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول اور اس کے مذہب اسلام کی خاطر جان دینے والے کو شہید کہتے ہیں۔ ہندوستان کے ہر خطہ میں اس طرح کے شہداء لیٹے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے محمود غزنوی اور سید سالار مسعود غازی کے اسلامی سپاہی جو شہید ہوئے اسی مقام پر دفن کئے گئے۔

سید سالار مسعود غازی سن 1178ء میں اپنے اسلامی سپاہیوں کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئے اور یہاں کے مختلف علاقے کے ظالم راجاؤں سے جنگ کی۔ اور انہیں شکست دیا اسی طرح اتر پردیش اور بہار کے مختلف مقامات کے ہندو راجاؤں سے جنگ لڑی اور فتح یاب ہوئے۔ اُس جنگ کے دوران آپ کے سپاہی جہاں شہید ہوئے وہیں دفن کئے گئے جنہیں شہید سالار مسعود غازی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی طرح قصبہ نیا بھوجپور میں بھی سید سالار مسعود غازی کے سپاہی شہید ہوئے اور دفنائے گئے۔

سالار پور میں مدفن شہید کا واقعہ

آپ کا مزار نیا بھوجپور کے سالار پور میں واقع ہے۔ جو بیر کے درخت کے نیچے

جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہے۔ لوگ ان سے ناواقف ہیں۔ آپ کا مزار ایک ہندو یادو کے کھیت میں واقع ہے۔ جس کا نام سومارو سنگھ ہے۔ سومارو سنگھ نے ایک بار ان کی قبر کو اکھاڑ کر پھنکنے کی کوشش کی نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر بجلی کا تار گرا اور وہ اس تار کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور اس کا ہاتھ جل گیا اور وہ ایک ہاتھ سے اپاہج ہو گیا۔ آپ کی نمایاں کرامات دیکھنے کو یہاں ملا۔

پیپر میل میں مدفن شہید کا واقعہ

نیا بھوجپور کے عیدگاہ کے قریب آرہ بکسر روڈ پر پیپر میل ہے جس میں ایک شہید لیٹے ہوئے ہیں ان کی بھی یہی کیفیت ہے کہ آپ کے مقام کو چھیڑ چھاڑ کرنے والے کو نمایاں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جس کی نمایاں مثال یہ ہے کہ عربوں روپیہ بہار سرکار نے پیپر میل اور گلیز ٹائلس کے کارخانے کھولنے کے لئے خرچ کئے لیکن اس کے منصوبے پورے نہیں ہوئے۔ آج بھی عربوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد یہ مقام ویران پڑا ہوا ہے۔ اس کارخانے کی تعمیر میں عجیب واقعہ نمایاں ہوتا تھا دن میں عمارت بنائے جاتے تھے اور رات میں ساری چنائی کی گئی دیواریں گر جاتی تھی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک بنگالی مسلمان ٹھیکے دار نے آپ کے مزار کی صفائی کی اور قرآن خوانی کرایا اس کے بعد کام شروع کیا تو تعمیر کردہ دیواریں گرنی بند ہو گئیں۔ اور روزانہ فاتحہ کے بعد ہی وہ اپنا کام شروع کرتا تھا۔ جس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح وہ اپنے ٹھیکے کا کام 1984ء میں مکمل کر کے چلا گیا۔ اس کے بعد کارخانہ اپنی چلنے کی حالت تک پہنچ کر چھ ماہ تک بند رہا، جس دوران چوروں نے اس کے سارے مشین کھول لئے۔ یہاں تک کہ چہار دیواری کے اندر اس کی چھت کے شیڈ کو بھی اتار لئے۔ وہاں کے دربان کو اس بات کا اندازہ نہیں لگ پایا جب کارخانہ چالو کرنے کے لئے ٹیم پہنچی تو دیکھا اندر کی ساری مشینیں غائب ہو چکی ہیں، اس طرح سرکار کا یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا اور آج بھی ویران پڑا ہوا ہے۔

مدرسہ جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوجپور کے مہتمم مولانا اسرائیل صاحب جو ایک بزرگ ہستی تھے جناتوں کے استاد بھی تھے۔ وہ اکثر آدھی رات میں ان شہید بزرگوں کو سفید لباس میں ایک دوسرے کے مقام پر ملنے کی غرض سے آتے جاتے دیکھا کرتے تھے۔

گنج شہداء روضہ کا واقعہ

قصبہ نیا بھوجپور کے پچھم جانب میں ایک گنج شہدا ہے جسے روضہ کے نام سے جانا جاتا ہے جو تقریباً 20 بگھہ کے دائرے میں ہے۔ یہاں دس سے زیادہ پکّی نامعلوم شہدا کی قبریں ہیں۔ جو بہت ہی پرانے زمانے کی ہیں۔ یہاں ایک دیوار مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کی طرز تعمیر سے لگتا ہے کہ یہ عہد تغلق میں تعمیر کی گئی ہے۔ جس کے صحن میں چھ پکی قبریں ہیں۔

اس روضہ پر دو طرح کے مزار ہیں ایک سید سالا مسعود غازی کے شہداء کے مزار ہیں جن کی قبر سلطان فیروز شاہ تغلق نے بنوائی تھی۔ دوسری مغل بادشاہ شاہجہاں کے عہد میں۔ اس کے سپہ سالار مہابت خاں کا بنگال فتح کرنے کے لئے ادھر سے گزر ہوا تو اس نے یہاں قیام فرمایا اور ایک مسجد اور ایک امام باڑے کی تعمیر کرائی جس مسجد سے لگے چار پکّی قبریں ہیں جو شاید اس مسجد کی اماموں کی ہیں۔

☆☆☆

حضرت حافظ عبدالغفور آروی رحمۃ اللہ علیہ

نام : غفور

وطن : دھرہرا، آرہ

وفات : 1354 ہجری 1936ء (عہد برطانیہ حکومت)

مدفن : جامع مسجد بکسر

پیرومرشد : حضرت شاہ فریدالدین قادری آروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

آپ کا وطن آرہ تھا۔ شاہ فریدالدین قادری آروی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ آرہ شہر چھوڑ کر بکسر چلے گئے اور وہاں جا کر بکسر کی جامع مسجد میں امامت کا کام شروع کیا اور اللہ کے بندوں کو ہدایت کی راہ دیکھاتے رہے۔ بزرگی میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ بھٹکے ہوئے دلوں کو یہاں قرار مل جاتا تھا۔ 1354 ہجری میں انتقال ہوا اور بکسر کی جامع مسجد میں دفن ہوئے۔ (تذکرہ آبادانیہ از محمد انور علی فریدی، ص ۲۴۲)

☆☆☆

حضرت دریا شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

نام : معلوم نہیں

لقب : شہید

مدفن : نزد بکسر قلعہ، ضلع بکسر

وفات : 1539ء (عہد مغل بادشاہ ہمایوں)

آپ کی درگاہ بکسر کی سب سے بڑی درگاہ ہے، جو نہایت ہی خوبصورت انداز میں بنائی گئی ہے۔ درگاہ کے چاروں طرف زمین بھی کافی ہے۔ آپ کی زیارت کے لئے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے اور آپ سے لوگوں کو فیض حاصل ہوتا ہے۔ فقیروں کا بھی آنا جانا لگا رہتا ہے۔ پہلے یہاں لنگر چلتا تھا لیکن اب بند ہو چکا ہے۔ آپ کا عرس بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ ہزاروں لوگ یہاں لنگر کا کھانا کھاتے ہیں۔ یہاں زائرین کو بھی رہنے کی جگہ ملتی ہے۔ آپ کے حالات زندگی کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کہاں کے تھے۔ آپ کا نام کیا تھا اور کس جنگ میں شہید ہوئے۔ بکسر میں تین عہد کے شہداء پائے جاتے ہیں۔ پہلا سید سالار مسعود غازی 1176ء کے شہداء دوسری چوسہ کی جنگ 1539ء میں جو ہمایوں اور شیر شاہ کے بیچ ہوئی۔ تیسری جنگ 1764ء میں بکسر کی جنگ ہوئی جس میں بھی بہت لوگ شہید ہوئے۔ یہ واضح نہیں ہو سکا کہ آپ کس جنگ میں شہید ہوئے لیکن عام طور سے سید سالار غازی کے شہداء ہی نمایاں طور سے اپنی کمالات ظاہر کرتے رہے ہیں جس کی مثال نیا بھوجپور کے شہداء میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپ دریا شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ہمایوں بادشاہ کی زیادہ تر فوج جو چوسہ کی لڑائی کے لئے جمع ہوئی تھی جن پر شیر شاہ نے آدھی رات میں دھوکہ سے حملہ کر دیا اور زیادہ تر فوج ڈوب کر مر گئی۔ اس دریا میں ڈوبے ہوئے شہداء کو دریا شہید کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یقیناً آپ کی شہادت 1539ء میں اسی جنگ کے دوران ہوئی۔

□□□

حصہ ہشتم

بہار کے مختلف علاقہ میں
مقیم و مدفون صوفیاء کرام کے
تذکرے

حضرت شیخ سلیمان لنگر زمین رحمۃ اللہ علیہ

(کاکو، ضلع جہان آباد)

نام : سلیمان

لقب : لنگر زمین

وطن : منیر شریف

وفات : 692 ہجری، بمطابق 1292ء (عہد سلطان جلال الدین خلجی)

مدفن : کاکو، جہان آباد

پیر و مرشد : قاضی شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : سہروردیہ

آپ کا سلسلہ نسب

آپ حضرت عبدالعزیز بن امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ امام تاج فقیہ سے آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔

ہدایت رسانی

آپ حضرت جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھائی تھے۔ خاندانی روایات کے مطابق تاحیات بنی نوع انسان کی ہدایت کا سامان بہم پہنچاتے رہے۔ کفر و شرک میں ملوث نہ جانے کتنے ہی لوگ آپ کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اللہ کے بندے اللہ کو پہچانیں اس کی تڑپ نے انھیں وطن میں آرام سے رہنے نہ دیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی کمال نے

بھی آپ کا ساتھ دیا۔ اور آپ قصبہ کاکو میں آبسے۔ یہاں 'کوکا' نام کے جادوگر نے لوگوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی باکمال اہلیہ حضرت بی بی کمال نے عالم غیض میں بہ تصرف باطنی اس بستی کو الٹ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس تصرف میں اتنی شدت تھی کہ اس علاقہ کی تمام زمین ہی تہہ وبالا ہوجاتی لیکن حضرت سلیمان کی موجودگی کے سبب ایسا نہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب لنگر زمین پڑا۔ اور اس بستی کا نام کاکو پڑ گیا۔ جو 'کوکا' کی الٹی ہوئی شکل ہے۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی حضرت قاضی شیخ شہاب الدین پیر جگجوت رحمۃ اللہ علیہ کی سنجھلی صاحبزادی بی بی ہدیہ عرف بی بی کمال سے ہوئی، جن سے ایک بیٹا حضرت عطاء اللہ اور ایک بیٹی بی بی دولت ہوئیں۔ جلیل القدر سہروردی بزرگ حضرت حسین دھکڑ پوش رحمۃ اللہ علیہ حضرت بی بی دولت کے بیٹے تھے۔

آپ کی وفات اور مدفن

آپ کی وفات کاکو میں ہوئی اور یہیں آپ کا مزار ہے۔ اور مرجع خلائق ہے۔

(تذکرۂ مشائخ بہار، ص ۱۶۰)

□□□

حضرت سید وحید الدین چلّہ کش رحمۃ اللہ علیہ

(موضع سنیرا، ضلع ارول)

نام : وحید الدین

لقب : چلّہ کش

وطن : دہلی

وفات : 776 ہجری بمطابق 1374ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : بدر آباد، نزد موضع سنیرا، ضلع ارول

پیر و مرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

آپ کا سلسلہ نسب

سید وحید الدین بن سید علاء الدین بن سید سلطان سعید بن سید حسن بن سید عباس بن سید موسیٰ بن امام عسکری بن امام نقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن فاطمۃ الزہرا بنت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

والدین

حضرت سید وحید الدین کے والدین کا ذکر مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے ملفوظ ''**خوان پر نعمت**'' میں اس طرح ہے:

''مخدوم جہاں کی مجلس میں سید وحید الدین کا تذکرہ آ گیا۔ مخدوم جہاں سے دریافت کیا گیا کہ جو حضور والا میں تشریف لاتے ہیں وہ کون بزرگ ہیں؟ مخدوم جہاں نے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد کے بھانجے اور شیخ علاء

الدین کے لڑکے ہیں۔ سید علاء الدین ایک ایسے بزرگ تھے جو تمام علوم پر حاوی صاحب سجادہ اور نسبت میں عالی رتبہ تھے۔ ہمارے شیخ نے تفسیر وحدیث دونوں علم ان ہی سے حاصل کیا ہے۔ آپ نے پورے ہفتہ کو تقسیم کرلیا تھا۔ ایک دن فقہ، ایک دن نحو و منطق، ایک دن اصول و کلام، ایک دن حدیث و تفسیر، غرض اسی طرح ایک علم کا روزانہ درس دیا کرتے تھے۔ دہلی کے علماء اور مشائخ بادشاہ کے یہاں جایا کرتے تھے۔ مگر سید علاء الدین کبھی نہ گئے۔ بعض وقت بادشاہ نے منادی کرادی کہ جتنے بزرگان اس شہر میں ہیں ہمارے دربار میں آئیں۔ مگر سید علاء الدین نے ادھر نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت زین بدر عربی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ سید وحید الدین کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ میری والدہ اور شیخ کبیر خواجہ نجیب الدین فردوسی ایک ماں سے اور شیخ رکن الدین اور نظام الدین ایک ماں سے۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ بالکل سچ ہے۔"

(تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۴۱)

حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضری

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ نے جب رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا تو آپ کا شہرہ ہر چہار طرف ہوا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ حضرت وحید الدین چلہ کش بھی حاضر خدمت ہوئے اور کسب فیض میں مشغول ہوئے۔ حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں آپ کی حاضری کے سلسلے میں "**خوان پر نعمت**" کی مجلس ۳۱ میں مذکور ہے کہ:

"مخدوم شیخ کبیر نجیب الدین کے بھانجے سید اوحد الدین نے عرض کیا کہ کچھ لوگ نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سننے پر آنکھ پر انگلی رکھتے ہیں۔ اس کی حدیث ہے یا نہیں۔ مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ ان احادیث میں جو جو اس دیار میں معتبر اور معروف ہیں یہ حدیث میں نے کہیں نہیں پائی۔ اس سبب سے میرے علاقے کے علمائے کرام بھی نہیں کرتے۔ اور اگر کسی کو دیکھتے ہیں کہ کرتا ہے تو اسے منع بھی نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کسی کو اس سلسلے میں کہیں صحیح حدیث نظر آئی ہو یا سنی ہو۔"

الغرض حضرت وحیدالدین چلہ کش 749ھ تا 751ھ کے درمیان دہلی سے مخدوم جہاں کی خدمت میں بہار شریف تشریف لائے۔ تعین سن کی بنیاد بھی ''**خوان پر نعمت**'' ہے کیونکہ اس میں سنین مذکورہ کے درمیان کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے آپ کا نام کہیں وحیدالدین لکھا ہے اور کہیں اوحدالدین۔

چلہ کشی

مخدوم جہاں سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ ریاضت ومجاہدہ کے مرحلہ میں داخل ہوئے اور ایک زمانے تک علاقہ ارول کی ایک غیر آباد جگہ میں چلہ کش رہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب چلہ کش پڑا۔ آپ اسی علاقہ کے ایک موضع سنیرا میں مع اہل وعیال سکونت پذیر ہو گئے۔ بادشاہ وقت نے موضع سنیرا اور اِس کے اطراف کا علاقہ خرچ خانقاہ وغیرہ کے لئے بطور نذر پیش کیا۔ اور غیر آباد علاقہ رفتہ رفتہ آباد ہو گیا۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی حضرت بی بی بارکہ رحمۃ اللہ علیہا بنت حضرت ذکی الدین بن مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ سے ہوئی تھی۔ جن سے آپ کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ عرف سجاد اکبر اور ایک صاحبزادی بی بی فاطمہ زہرا تھیں۔ آپ کے پوتے سید ابو محمد عرف محمد بہاری کے چار صاحبزادگان تھے۔ دو کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ بڑے صاحبزادے حضرت سید امام الدین کی اولاد اسی علاقہ میں آباد رہی اور چھوٹے صاحبزادے حضرت علیم الدین عرف بھیک شاہ بہار شریف چلے آئے اور مخدوم جہاں کی خانقاہ کی سجادگی پر بیٹھے۔ ان کی اولاد بہار شریف میں رہی اور آج بھی ہے۔

آپ کی وفات

آپ کا سن وفات 776 ہجری ہے آپ کا مزار موضع سنیرا سے کئی میل کے فاصلے پر موضع بدر آباد میں ہے۔ ہر سال 11 ذی الحجہ کو عرس ہوتا ہے اور ارد گرد کے علاقے سے لوگ آ کر عرس میں شریک ہوتے ہیں۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۴۳)

□□□

حضرت مولانا شیخ آموں رحمۃ اللہ علیہ

(موضع ابراہیم پور چروایاں، ضلع شیخپورہ)

نام : آموں

وفات : 784 ہجری بمطابق 1382ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : موضع ابراہیم پور چروایاں، ضلع شیخپورہ

پیرومرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت مولانا آموں علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب 'تحقیقات المعانی' میں اس طرح درج ہے:

'' حضرت مولانا آموں بن مولانا شاہ ابراہیم بن شیخ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز بن اسرائیل بن عبداللہ چوسوی بن عبدالواحد حقانی بن ابوالقاسم بن ابومسعود اصفہانی بن ابونجیب بن امام ابوسعید بن امام ابوالویس بن امام ابواللیث بن امام ابوالاسحٰق بن امام ابوزید بن امام عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ابوالہاشم۔'' (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۱۳)

حالات زندگی

حضرت نے اپنے خاندانی اور اپنی حالات خود ایک مجلس میں بیان فرمائے ہیں جو اختصار کے ساتھ ''تحقیقات المعانی'' میں اس طرح مذکور ہے۔

آپ ۶ ررجب المرجب نماز فجر کے بعد حاضرین مجلس کے پاس آئے۔ چند لوگوں کے سوال اور دریافت کرنے پر کہ ان کے بزرگوں نے کس کس طرح نقل مکانی کیا اسے وضاحت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے بزرگوں کا مولد و مسکن اصفہان تھا۔ خاندان کے ایک بزرگ شیخ عبداللہ چوسوی نے چوسہ آکر اقامت اختیار کرلی۔ آپ اسی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت ابراہیم مع اہل وعیال موضع چرواياں آکر مقیم ہوگئے۔ بعد میں اس موضع کا نام اسی مناسبت سے ابراہیم پور چرواياں پڑا۔ حضرت ابراہیم مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اسی وجہ سے حضرت مخدوم جہاں اکثر اسی راستے سے اپنے چچازاد بھائی اور مرید حضرت شاہ شعیب اور حضرت شاہ معز مغربی سے ملنے جاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن سرِ راہ حضرت مخدوم جہاں سے میری ملاقات ہوگئی۔ آپ نے شفقت فرمائی اور کھانے کے لئے کچھ طلب فرمایا۔ اسی کھانے میں سے ایک لقمہ کا کچھ حصہ چبا کر اپنے دست مبارک سے میرے منہ میں ڈال دیا جس سے میرے دل میں ایک نورانی کیفیت پیدا ہوئی۔ تمام دنیاوی وابستگی سے دل پھر گیا۔ اس وقت سے مخدوم کی صحبت اختیار کی اور ہمیشہ سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہا۔ اسی اثناء میں اکتساب علوم ظاہری سے بھی فراغت پائی اور حضرت کے دست حق پر بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ حضرت نے ایک جگہ اپنے دست مبارک سے گلچکاں کا درخت نصب فرماتے ہوئے تاکید کی کہ یہاں پر ایک باغ لگاؤ اور زبان مبارک سے یہ فرمایا: **ھذا الارض مکان و مقام و مسکن اولادک۔**

(تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۱۴)

ارادت وخلافت

حضرت مولانا آموں کی ارادت وخلافت حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ سے تھی۔

اولاد امجاد

تذکروں میں آپ کے صرف ایک ہی صاحبزادے حضرت ارزانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ملتا ہے۔ جو آپ کے مرید اور خلیفہ وجانشین بھی تھے۔

ملفوظ مبارک

اس ملفوظ کا دوسرا نام ''تحقیقات المعانی'' بھی ہے۔ یہ حضرت مولانا آموں کے ملفوظ کا مجموعہ ہے۔ اس کے جمع کرنے والے حضرت کے صاحبزادے حضرت ارزانی علیہ الرحمہ ہیں۔ اس میں دو باب ہیں۔ اور ہر باب میں تین مجلسیں ہیں۔ اس میں نسب نامہ حضرت مخدوم جہاں اور مولانا آموں کے کچھ حالات ہیں۔ یہ رسالہ ۷۸۴ھ میں جمع کیا گیا ہے۔

آپ کی وفات

حضرت مولانا آموں علیہ الرحمہ کا انتقال ۴ر شعبان ۷۸۴ھ دوپہر کے وقت ہوا۔ جس کی تفصیل تحقیقات المعانی میں اس طرح ہے۔

> ''۲۵ر روز حجرہ نشینی کے بعد سجادگی پر بیٹھے۔ اور تمام مریدوں اور طالبوں کو طلب فرمایا۔ چنانچہ تمام مریدین وطالبین دوزانو ہوکر آپ کے گرد بیٹھے۔ پھر آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ آج میرا سفر آخرت ہے۔ اگر میری آبرو رہے گی تو کسی کو نہ چھوڑوں گا۔ لیکن میری وصیت تمام دوستوں اور عزیزوں کو یہ ہے کہ یاد مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ یہ کلام سن کر ہر ایک کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ لوگوں نے افسوس اور صدمہ کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ ہم لوگوں کو دُکھ ہے کہ ایسی ذات بابرکات سے جس سے تمام مریدین وطالبان فیضیاب ہوتے

تھے، اب محروم ہو رہے ہیں۔ جب مرنا ناگزیر ہے تو پھر **رضینا بالقضا۔ اللہ تعالیٰ**۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ہم لوگوں کو راضی ہونا چاہئے۔ پھر تمام حاضرین کو علیٰحدہ علیٰحدہ رخصت کیا۔ پھر خود حجرہ مبارک میں خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ جمعہ کے دن ۴ر شعبان المعظم ۷۸۴ھ نماز چاشت کے وقت انتقال فرمایا اور ظہر کے وقت مدفون ہوئے۔

آپ کا مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک موضع چرداياں میں ایک چہار دیواری کے احاطے کے اندر ہے اور مرجع خلائق ہے۔ حضرت صوفی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت کی قطعہ تاریخ کہی ہے۔

مخدوم شاہ آموں از بہر نذر جاناں
رخشندہ گوہر جاں چوں از صدف برآورد
زد غوطہ با مبارک در بحر فکر سالش
تاریخ انتقالش در شرف بر آورد

۷۸۴ھ

(تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۱۷)

□□□

حضرت مخدوم ذکی الدین رحمۃ اللہ علیہ

(سکرڈیہہ، مخدوم نگر، ضلع بردوان، مغربی بنگال)

نام : ذکی الدین

وطن : منیر شریف

پیدائش : سنارگاؤں (نانا علامہ شرف الدین ابوتوامہ کے گھر پیدا ہوئے)

وفات : 717 ہجری بمطابق 1355ء (عہد سلطان فیروز شاہ تغلق)

مدفن : سکرڈیہہ، مخدوم نگر، (ضلع بردوان)، بنگال

پیرومرشد : والد حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

سال ولادت

آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین قدس سرہٗ تعلیم سے فراغت کے بعد 690 ہجری میں سنارگاؤں سے منیر آئے۔ ان کے ساتھ آپ بھی تھے۔ اس وقت آپ کی عمر تین یا چار سال کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ 686ھ یا 687ھ میں پیدا ہوئے۔

حالات زندگی

آپ کے والد نے سنارگاؤں سے لوٹنے کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے حوالے کیا اور خدا طلبی میں نکل کھڑے ہوئے۔ بیعت کے بعد تیس برسوں تک دشت نوردی میں گزارا۔ بعدازاں بہار میں قیام اختیار کیا۔ اس طویل مدت میں حضرت ذکی الدین علیہ الرحمہ نے اپنی

دادی کے زیر سایہ پرورش پائی۔ اور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوئے۔ آپ کے دل میں جب خدا طلبی کا جذبہ بیدار ہوا تو اپنے بزرگوں کی اجازت سے طلب حق میں نکلے۔ آپ کے چھوٹے چچا حضرت حبیب الدین کو آپ سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ اور سفر و حضر میں برابر آپ کے ساتھ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اثنائے راہ ایک بزرگ سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ ان سے مرید ہو گئے۔ بالآخر آپ نے شہر کوڑہ کلاں (کورکہہ) کا رُخ کیا۔ یہاں کا بادشاہ سید حسن آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ اور اپنی صاحبزادی کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ بعد ازاں آپ موضع سکر ڈیہہ من مضافات سیوڑھی، ضلع بیر بھوم (جواب مخدوم نگر سکر ڈیہہ ضلع بردوان کہلاتا ہے) میں مقیم ہو گئے۔

اولاد

آپ کی ایک ہی صاحبزادی بی بی بارکہ ہوئیں۔ جو ایام شیر خوارگی میں والدین کے انتقال کے بعد بہار لائی گئیں۔ اور اپنے دادا مخدوم جہاں اور پردادی کے زیر سایہ پلی بڑھیں۔ ان کا نکاح حضرت وحید الدین چلہ کش خواہر زادہ حضرت نجیب الدین فردوسی سے ہوا۔ اور آپ کی اولاد مخدوم آباد علاقہ ارول میں آباد رہی۔

آپ کی وفات اور مدفن

مخدوم ذکی الدین کا انتقال عین عالم شباب میں 717 ہجری میں ہوا۔ آپ کا اور آپ کی اہلیہ کا مزار موضع شکر ڈیہہ (مخدوم نگر) میں ہے۔ آپ کے چھوٹے چچا حضرت حبیب الدین بھی سکر ڈیہہ میں ہی مدفون ہوئے۔ (تذکرہ مشائخ بہار، ص ۲۰۷)

□□□

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمّن چشتی ارولی رحمۃ اللہ علیہ

(ارول، ضلع ارول

نام : شمس الدین

لقب : سمن چشتی

وفات : 1405ء (عہد سلطان نصیر الدین محمود)

مدفن : ارول

پیرومرشد : حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ

خاندانی نسبت

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن چشتی سادات کنتور سے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ نیشاپور کے ہمعصر علماء و مشائخ میں قابل احترام، وقت کے سردار اور امام تھے۔ ہلاکو خان نے 657ھ میں جب بغداد کو فتح کیا اور بلاد و امصار کو تباہ کرنے لگا تو حضرت سید اشرف ابی طالبؒ نے مع اہل و عیال ہجرت فرمائی۔ اور نیشاپور سے ہندوستان تشریف لائے۔ قصبہ کنتور ضلع بارہ بنکی میں قیام فرمایا۔ آپ نے آبادی سے تھوڑا ہٹ کر مکان تعمیر کیا۔ یہ مقام اب رسول پور کے نام سے مشہور ہے۔ سیر و تاریخ کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مخدوم سمن ارولی قدس سرہٗ کے مورث اعلیٰ حضرت سید اشرف ابو طالب علیہ الرحمۃ نیشاپور سے تشریف لائے اور قصبہ کنتور میں اقامت پذیر ہوئے۔ وہ صحیح النسب سادات کاظمی تھے۔ کئی صدیوں کے بعد حضرت سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک شاخ دیوئی شریف میں آباد ہوئی۔ سب سے پہلے جو بزرگ دیوئی شریف تشریف لائے وہ حضرت سید

عبدالاحد علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ 1127ھ میں کنتور سے دیوئی شریف آکر مقیم ہوئے۔ حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہؒ چھٹی پشت میں حضرت سید عبدالاحد علیہ رحمۃ ساکن دیوئی شریف کے پوتے ہیں۔

حالات زندگی

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن اروئیؒ کنتور سے صوبہ بہار میں بغرض طلب حق تشریف لائے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری فردوسی قدس سرہٗ کے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز چشتی قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اکتساب طریقت کے بعد خرقہ خلافت واجازت سے مشرف ہوکر رشد وہدایت خلق پر مامور ہوئے۔ آپ نے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے روضۂ اقدس منیر شریف پر چلہ کشی کی۔ جس زمانہ میں آپ منیر شریف میں چلہ کش تھے۔ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا دوران سفر بنگال، منیر شریف سے گزر ہوا اور دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت اشرف جہانگیرؒ حضرت مخدوم سمن چشتی اروئی قدس سرہٗ کے مہمان ہوئے۔ حضرت مخدوم نے قصبہ اروئل کو پسند فرمایا۔ آپنے خانقاہ چشتیہ کی بنیاد ڈالی اور رشد وہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ چونکہ حضرت کی کوئی صلبی اولاد نہ تھی اس لئے آپ کی سجادگی آپ کے بھائی حضرت مخدوم خلیل الدین قدس سرہٗ کی اولادوں میں منتقل ہوئی اور حضرت کی اولاد قصبہ اروئل میں آباد ہوئی۔ موضع کھیرا، سہار، لبنہ، پلاسی، دیورہ، مخدوم پور کنڈوہ، منیر، لگاواں اور پپلاواں آدم پور کے لوگوں کو بھی آپ کی جزئیت پہنچی ہے آپ کی اولاد میں ایک بزرگ حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو قدس سرہٗ تھے۔ تفصیل بسلسلہ موئے مبارکؐ، حضرت مخدوم سمن اروئی اور موضع سہار وغیرہ ''اعیان وطن'' مصنفہ حکیم شاہ شعیب پھلواروئیؒ میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم کے ورثاء کا مکمل نسب نامہ کہیں سے دستیاب نہ ہوسکا۔

آپ کا نسب نامہ

حضرت مخدوم کے والد بزرگوار کا نام سید مخدوم علاء الدین تھا اور اعلیٰ بزرگ کے نام

سے مشہور تھے۔ شاہ اصغر حسین صاحب نے حضرت سید مخدوم سمن ارولی قدس سرہٗ کے ایک منجھلے بھائی حضرت سید علاء الدین کے ایک صاحبزادے سید شاہ عبدالاحد کا ذکر کیا ہے۔ جن کے ورثاء میں حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ''جلوہ وارث'' کے مطابق سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کا نسب نامہ اس طرح ہے:

سید مخدوم علاء الدین اعلیٰ بزرگ بن سید عزالدین بن سید اشرف ابی طالب عرف سید شرف الدین بن سید محروق بن سید ابوالقاسم بن سید علی عسکری بن سید ابومحمد بن سید محمد جعفر بن سید مہدی بن سید علی رضا بن سید قاسم حمزہ بن سیدنا امام موسیٰ کاظمؓ۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۲۵۱)

□□□

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

(شیخپورہ، ضلع شیخپورہ)

نام : شعیب
لقب : شاہ
ولادت : 688 ہجری
وفات : 824 ہجری بمطابق 1421ء (عہد سلطان مبارک خاں)
مدفن : شیخپورہ
پیرومرشد : حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : فردوسیہ

خاندانی نسبت

آپ کا تعلق امام محمد تاج فقیہ سے اس طرح ہے: حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی بن شیخ جلال بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ۔ آپ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے چچازاد بھائی اور خلیفہ تھے۔ آپ کے والد شیخ جلالؒ کی شادی خاندان ہی میں بی بی سعیدہ بنت شیخ ابوبکر ساکن موضع کجاواں بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسمٰعیل بن حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہٗ سے ہوئی تھی۔ حضرت مخدوم شعیب قدس سرہٗ پیدائشی ولی تھے، جس کے آثار مادر شکم میں وجود پانے کے بعد ہی سے نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ایک دن دوران تلاوت کلام پاک آپ کی والدہ بی بی سعیدہ پر غنودگی طاری ہوگئی اور آپ محوخواب ہو گئیں۔ جب آپ کے والد حضرت شیخ جلال کمرہ میں داخل ہوئے تو اہلیہ کو سوتا پایا لیکن تلاوت کلام پاک کی آواز صاف سنائی دی۔ غور کرنے سے منکشف ہوا کہ یہ آواز مادر شکم سے آرہی ہے۔

حضرت شیخ جلال منیریؒ کو یقین ہو گیا کہ عالم وجود میں آنے والا بچہ اپنے زمانہ کا ولی کامل ہوگا۔ آپ نے فوراً وضو کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ (شرفاء کی نگری، ص ۱۰۵)

حالات زندگی

حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ کی پیدائش اپنے نانیہال موضع کجاواں میں 688ھ کو ہوئی۔ آپ کا بچپن بھی حیران کن واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو والد بزرگوار کا وصال ہو گیا اور آپ کی پرورش آپ کے نانا شیخ ابوبکرؒ کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ کا بچپن موضع کجاواں میں نانا جان کے زیر سایہ گزرا۔ نوجوانی کے حدود میں داخل ہوئے تو نانا کی انتہائی شفقت اور عیش و آرام کے باوجود آپ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت خاموش رہتے اور دن بہ دن لاغر اور زرد ہوتے گئے۔ اطباء اور وید علاج میں ناکام ہو گئے۔ آخر ایک دن حضرت شیخ ابوبکرؒ نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور بڑی شفقت و محبت سے ان کے حالات دریافت کئے۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا بستی کے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے جب قبرستان کی طرف جاتا ہوں تو وہاں مُردوں کو عذاب قبر میں مبتلا پاتا ہوں اور ان کی تکلیف سے مجھے سخت غم ہوتا ہے اور کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بچپن میں حضرت شیخ ابوبکرؒ نے آپ کی رسم بسم اللہ ادا کی اور کتاب شروع کرائی۔ تقریب بسم اللہ خوانی جاری ہی تھی کہ ایک اجنبی بزرگ تشریف لائے اور حضرت شیخ سے فرمایا، یہ بچہ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے، اس کی تعلیم میں پوری توجہ فرمائیں اور پھر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ ایک مرتبہ آپ مدرسہ میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ استاد لڑکوں سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور سب کو سزا دینی چاہی۔ تمام لڑکے سزا کے ڈر سے بھاگ گئے۔ آپ سزا سے بچنے کے لئے ایک شکستہ دیوار پر چڑھ گئے۔ جب استاد دیوار کی طرف بڑھے تو آپ نے دیوار کو ایڑ لگائی، دیوار زمین چیرتی ہوئی آگے چلنا شروع ہوئی۔ استاد صاحب یہ ماجرہ دیکھ کر متحیر ہوئے اور آپ کے نانا سے جا کر واقعہ بیان فرمایا۔

گوشہ نشینی

حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ عالم شباب میں موضع کجاواں کے قریب داناپور

میں جو اُس وقت ایک بڑا جنگل تھا اور اب ایک فوجی چھاؤنی ہے، گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اکثر وقت نکال کر موضع کجاواں میں اپنی والدہ سے ملنے آجایا کرتے تھے۔ آپ کچھ دنوں حضرت مخدوم جہاں فردوسی قدس سرہٗ کے ساتھ راجگیر کے جنگل میں بھی چلہ کش رہے۔ آپ کے اندر عشق الٰہی کا جذبہ دن بہ دن شدید تر ہوتا گیا اور آپ نے طویل عبادت و ریاضت اور گوشہ نشینی کے خیال سے ضلع مونگیر کے اکرانواں اور امہرہ کے خطرناک جنگل کو منتخب فرمایا۔ ایک مدت دراز تک آپ اس جنگل میں مقیم رہے اور روحانیت کے مدارج طے کرتے رہے۔ جنگل سے نکل کر آپ کبھی کبھی آبادی اور جنگل کے درمیان ایک درخت کے نیچے بیٹھا کرتے جہاں چند گوالے اور چرواہے آپ کو دیکھ کر آپ سے مانوس ہو گئے اور آپ کی خدمت کرنے لگے۔ اس زمانہ میں آپ کی والدہ بہار شریف میں مخدوم جہاں کے ساتھ مقیم تھیں اور آپ کی طویل جدائی سے بہت پریشان تھیں۔ آپ کو والدہ کی بے چینی اور پریشانی کا علم ہوا تو ان سے ملنے بہار شریف تشریف لائے اور واپسی پر انہیں اپنے ساتھ مونگیر لیتے گئے۔ موجودہ موضع شیخپورہ کے قریب موضع تورا میں والدہ کی رہائش کا انتظام کیا۔ خود قریب ہی دامن کوہ میں جہاں اب موضع شیخپورہ اور یحییٰ پور آباد ہے اُس وقت ایک بڑا گھنا جنگل تھا، آپ نے ایک پہاڑی کو اپنا مسکن بنالیا۔ ہر شب جمعہ کو پہاڑی سے اتر کر موضع تورا میں والدہ کی خدمت میں حاضری دیتے اور آپ کی خدمت کرتے۔ بعد میں اسی موضع تورا میں آپ کی والدہ کا وصال ہوا اور یہیں ان کا مزار اقدس ہے۔ موضع تورا سے متصل ایک آباد گاؤں کماسی تھا اس گاؤں میں ایک عالم دین حضرت شیخ شمس الدین مقیم تھے۔ گاؤں والوں نے شیخ شمس الدین کو بتایا کہ ایک حسین و جمیل بزرگ ہر جمعرات کی شام جنگل کی پہاڑی سے موضع تورا میں تشریف لاتے ہیں۔ مولانا شمس الدین نے دوسری جمعرات کو ہی موضع تورا کے راستہ پر حضرت مخدوم سے ملاقات کی اور موضع کماسی میں قیام کرنے کی درخواست کی۔ حضرت مخدوم نے کہا کہ گاؤں والے چاہیں تو پہاڑی کے دامن میں میرے حجرہ کے قریب آباد ہو جائیں تو میں بھی مستقل یہیں قیام پذیر ہو جاؤں گا۔ اس طرح موضع کماسی کی پوری آبادی مع مولانا شمس الدینؒ حضرت

مخدوم کے حجرہ کے قریب جہاں اس وقت ''صحت کنواں'' ہے منتقل ہوگئی۔ اس نئی آبادی سے شیخپورہ کی بنیاد پڑی۔ (شرفاء کی نگری، ص ۱۰۶)

مخدوم جہاں کے تبرکات

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہٗ نے اپنے وصال سے کچھ دنوں قبل اپنا پیراہن، دستار اور مقراض حضرت مظفر شمس بلخی فردوسیؒ کے سپرد کر کے وصیت فرمائی کہ ''برادرم شعیب ان دنوں پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت الٰہی اور چلہ کشی میں مشغول ہیں۔ ان کے آبادی میں آجانے کی خبر ملے تو یہ چیزیں میری طرف سے ان کے حوالے کر دینا۔'' جب مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہٗ نے موضع شیخپورہ میں مستقل قیام فرمایا تو اس وقت حضرت مولانا مظفر بلخی فردوسی قدس سرہٗ کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ خانقاہ مخدوم جہاں کی مسند سجادگی پر بہار شریف میں رونق افروز تھے۔ حضرت حسین نوشہ توحید بلخی نے اپنے صاحبزادے حضرت مخدوم حسن دائم بلخیؒ کو ان تبرکات کے ساتھ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی شیخپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ اُدھر حضرت شاہ شعیب علیہ رحمۃ کو بھی نور باطن سے اس بات سے آگاہی ہوئی اور آپ شیخپورہ سے حضرت حسن بلخیؒ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ موضع چروانواں میں مخدوم بڑ (ایک مشہور درخت) کے نیچے دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ مصافحہ کے بعد دونوں اسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ حسن بلخیؒ نے تمام تبرکات کا بصد احترام حضرت شاہ شعیبؒ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت شاہ شعیبؒ نے کھڑے ہو کر قبول فرمایا اور سر پر رکھا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ حسن بلخیؒ سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ حضرت شیخ حسنؒ حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہچکچائے لیکن حضرت شاہ شعیبؒ کے اصرار پر آپ نے بیعت لی اور اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

درس و تدریس

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہٗ نے تاحیات موضع شیخپورہ ضلع مونگیر میں قیام فرمایا اور پوری زندگی رشد و ہدایت خلق میں گزار دی۔ صوبہ بہار کے اس علاقہ میں اسلام کی

ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔ بعد میں سادات زیدی الواسطی جاجنیری کے بزرگوں نے بھی اس علاقے میں تبلیغ دین اسلام کے لئے انتھک کاوشیں کیں جس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ اور ان کے ورثاء کے ہاتھوں شیخ پورہ میں ایک بہت بڑے مدرسے کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ پروفیسر مجیب الرحمٰن کلکتہ یونیورسٹی کے بیان کے مطابق خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں ایک کتاب دیکھی گئی ہے۔ اس میں مدرسے کی پوری روداد موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مدرسہ میں ایک بڑا دارالاقامہ بھی تھا جہاں بہار اور برصغیر پاک وہند کے علاوہ دوسرے ممالک سے طلباء کی بہت بڑی جماعت قیام پذیر ہوکر تعلیم دین حاصل کرتی تھی۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ شیخپورہ کے اس دینی درسگاہ کے زوال کے بعد یہیں کے فارغ التحصیل عالم دین نے اسی نوعیت کا ایک مدرسہ مظفر پور میں قائم کیا تھا۔

تصنیف

حضرت مخدوم شاہ شعیب نے فارسی زبان میں ایک کتاب ''مناقب الاصفیاء'' تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب میں احوال ومناقب مشائخ فردوسیہ تفصیل سے درج ہیں۔ یہ کتاب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ تک کے احوال کا سب سے قدیم مآخذ ہے۔ ''مناقب الاصفیاء'' فارسی، مرتبہ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہٗ کا اردو ترجمہ بنام ''تذکرہ مصابیح رشاد'' محترم جناب الحاج مولانا ابوصالح محمد یونس شعیبی فردوسی مدظلہ نے کیا ہے جو مطبوعہ ہے۔

حضرت سید جان رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا واقعہ

سادات جاجنیر کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سید احمد زیدی الواسطی جاجنیریؒ اکساری مونگیر تشریف لائے تھے۔ جن کے صاحبزادے حضرت سید جان تھے جو موضع اورین میں مقیم تھے۔ حضرت سید جان علیہ رحمۃ کو حضرت مخدوم سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ جب آپ اورین ملاقات کے کی غرض سے روانہ ہوئے تو حضرت مخدوم اس وقت اپنے احباب ومعتقدین کے درمیان بیٹھے تھے، اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا سینہ مبارک ملنے لگے۔ دریافت کرنے پر

فرمایا، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں۔ سید صاحب علیہ رحمۃ تشریف لائے حضرت مخدوم نے ان کا استقبال کیا اور تین دنوں مہمان نوازی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت سید جانؒ آپ سے متاثر ہوکر آپ سے مرید ہوئے۔ سادات بارہ گاواں، ضلع مونگیر حضرت سید جانؒ کی اولاد میں ہیں جن کی تفصیل سید عبدالقیوم صاحب چواردی کی مرتب کردہ کتاب ''سادات جاجنیری'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

شادی واولاد

حضرت مخدوم شعیب فردوسی شیخپوری قدس سرہٗ کی شادی موضع بلوری نزد لکھی سرائے، ضلع مونگیر کے فاروقی خاندان میں ہوئی تھی۔ حضرت مخدوم اور مولانا شمس الدین شیخپوری علیہ رحمہ کی نسل آج تک موجود ہے اور دونوں خاندان کے مراسم ہنوز بڑے خوشگوار چلے آتے ہیں۔ حضرت مخدوم کے چار صاحبزادے اور دو لڑکیاں تھیں۔ اوّل مخدوم شاہ بہاء الدین، دوم حضرت مخدوم شاہ منصور، سوم مخدوم شاہ مظفر، چہارم مخدوم شاہ شمس الدین عرف شاہ سمن۔

آپ کی وفات

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ کا وصال 136 سال کی عمر میں 12 ربیع الثانی بروز پیر 824ھ کو شیخپورہ میں ہوا۔ آپ کی خانقاہ میں ہر سال 11 ربیع الثانی کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور 12 ربیع الثانی کو حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی کا عرس منعقد ہوتا ہے۔

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۰۷)

□□□

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی

(بیتھو شریف، ضلع گیا)

وطن : کچھوچھہ شریف

وفات : 902 ہجری مطابق 1496ء (عہد سلطان سکندر لودی)

مدفن : بیتھو شریف، ضلع گیا

پیرومرشد : والد حضرت سید شاہ مبارک اشرف بُلبُلہ رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : چشتیہ

خاندانی نسبت

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہٗ نویں صدی ہجری میں صوبہ بہار کے مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے والد سید شاہ مبارک اشرف بُلبُلہ کا تعلق حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کچھوچھوی قدس سرہٗ کے پسر معنوی و سجادہ نشیں حضرت سید شاہ عبدالرزاق نورالعینؒ کے خانوادہ سے ہے۔ حضرت سید شاہ مبارک اشرف بُلبُلہؒ کا مولد و مسکن آبائی کچھوچھہ شریف تھا۔ آپ نے کچھوچھہ شریف میں اپنے بزرگوں سے علم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے چلہ گاہ پر چلہ کش رہے اور برسوں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اپنے خاندانی سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دوسرے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت سید شاہ مبارک اشرف بلبلہؒ کی شادی بی بی خاص بنت شاہ برہان اللہ جونپوری سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے تین فرزند ہوئے۔ فرزند اول حضرت سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہٗ فرزند دوم حضرت سید مظہر اشرف لاولد اور فرزند

سوم حضرت سید شاہ بوڈھن اشرف لاولد، حضرت شاہ مبارک علیہ رحمۃ اپنے فرزند حضرت سید شاہ درویش قدس سرہ اور اہلیہ کے ساتھ بہار تشریف لائے اور موضع شیخ پورہ پنجورہ میں مقیم ہوئے۔

حالات زندگی

حضرت مخدوم سید شاہ درویش قدس سرہ ابتدائے جوانی سے سیر و تفریح کے بڑے شوقین تھے۔ آپ کو فن کشتی اور پہلوانی سے خاص شغف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بڑی جانباز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ فوج میں بھی مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن ایک خاص واقعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس واقعہ کو جناب مُنیر قمر مُنیر بیتھوی نے اپنی کتابچہ ''نقش درویش'' میں اس طرح نقل کیا ہے:

> ''لیکن جب ایک دن نصیب نے رہبری فرمائی اور آپ کے قدم مبارک راہ حق میں بڑھنے کے لئے مچل پڑے تو آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا ہمارے وظیفہ کا بستہ اٹھالاؤ۔ حضرت مخدوم شاہ درویش نے حکم کے تحت وظیفہ کا بستہ اٹھانے کی بے حد کوششیں کیں لیکن خدا جانے آج کیا ہو گیا تھا کہ تمام تر کوشش اور زور آزمائی کے باوجود بستہ اس مقام سے ہل نہ سکا۔ اس کے درمیان آپ کے والد بزرگوار متعدد بار حکم فرماتے رہے۔ حضرت مخدوم شاہ درویش بے حد پریشان ہوئے۔ آپ کی جبین نیاز باعث شرمندگی خم ہو گئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا اتنا چھوٹا سا بستہ تم نہ اٹھا سکے اور تمہاری قوت جواب دے گئی جبکہ تم نے بڑے بڑے پہلوانوں کو اکھاڑے میں مغلوب کر دیا ہے۔ آپ کے لبوں کو جنبش ہوئی اور اقرار کیا کہ میں اس علم کے اکھاڑے کا پہلوان نہیں ہوں۔ مجھے اس کی تعلیم سے نوازیں۔ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آخر کار ایک شب جمعہ کو آپ کے والد بزرگوار نے دو بیڑہ پان آپ کو عنایت فرمایا اور کہا کہ صبح کی نماز کے قبل دریا کے کنارے جاؤ ایک مجذوب ملیں گے ان کو سلام کہنا وہ جواب

دیں تو انہیں یہ شئے پیش کر دینا۔ وہ بزرگ کھائیں یا جو تم کو عطا کریں اس سے ہرگز انکار نہ کرنا۔ اپنے والد بزرگوار کے مطابق آپ نے دریا کی جانب رخ کیا۔ مجذوب سے سامنا ہوا۔ علیک سلیک ہوئی۔ آپ نے پان مجذوب کی طرف بڑھایا جو بغیر کسی پس وپیش کے مجذوب نے قبول کر لیا۔ مجذوب نے پان خود کھایا اور فرمایا منہ کھولو اور جب انہوں نے منہ کھولا تو مجذوب نے کوئی شئے ان کے منہ میں بھر دیا۔ حضرت مخدوم شاہ درویش فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ میرے منہ میں نہ جانے کون سی شئے انہوں نے ڈال دی۔ اس کے بعد مجذوب نے کہا اپنے والد سے میرا سلام کہنا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ مخدوم شاہ درویش اس قدر مدہوش ہوئے کہ کئی دن تک کھانے پینے کا خیال جاتا رہا۔ آپ پر ایک سرور کی کیفیت طاری ہو گئی۔ چند دنوں کے بعد جب آپ معمول پر آئے تو زندگی کا مقصد ہی بدل چکا تھا۔ آپ نے ایک دوسری دنیا اختیار کر لی۔''

بیعت وخلافت

حضرت مخدوم شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہٗ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ آپ اپنے والد سے علم ظاہری وباطنی کے حصول میں ایسے منہمک ہوئے کہ مختصر مدت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ حضرت شاہ مبارک اشرف بلبلہؒ نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا اور تبلیغ واشاعت دین محمدی اور رشد وہدایت خلق کے سلسلہ میں موضع شیخ پورہ پنجورہ سے جنوب سمت سفر کرنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہٗ تن وتنہا خالی ہاتھ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور شہر گیا پہنچے جو صوبہ بہار کا ایک ضلع بھی ہے اور صوبہ کا دوسرا بڑا شہر بھی۔ قدامت کے ساتھ ساتھ اس کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال قبل اسی شہر گیا میں گوتم بدھ کو گیان یعنی روشنی ملی تھی۔ اور یہ مقام بدھ مت کے ماننے والوں کے لئے مرکزی مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ جب برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد

شروع ہوئی تو صوبہ بہار کا یہ ضلع گیا بھی اللہ جل شانہ کا کلمہ پڑھنے والوں سے آباد ہوا۔ شہر گیا کے قرب وجوار کے بکثرت دیہاتوں، قصبوں، بستیوں اور مواضعات میں آج بھی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے۔ اس سرزمین پر حضرت مخدوم منجھن قتال بخاریؒ، حضرت سید محمد درون حصاری فردوسیؒ، حضرت مخدوم جلال الدین ہلسویؒ، حضرت بی بی کمال کا کوئی، حضرت مخدوم سمن ارولیؒ، حضرت خواجہ سید داؤد چشتیؒ، حضرت سید محمد بغدادی اجھریؒ اور حضرت مخدوم سید شاہ درویش بیتھویؒ جیسے صاحب ولایت بزرگان دین اور مشائخ کرام آسودہ خاک ہیں۔

آمد گیا

حضرت مخدوم شاہ درویش علیہ رحمۃ ویرانے کی تلاش میں شہر گیا سے تقریباً تین میل شمال موضع بیتھو شریف پہنچے اور ایک بزرگ حضرت بازید شہیدؒ کے مزار کے قریب قیام فرمایا۔ آپ کو یہ مقام بے حد پسند آیا اور اپنی عبادت و ریاضت کے لئے منتخب فرمایا۔ اس وقت یہ جگہ ایک ویرانہ تھا۔ یہاں اونچے نیچے بکثرت گڈھے تھے۔ اس مقام کے اطراف وجوانب میں کولہہ اور سیوتار قوم آباد تھی۔ جن کا مذہب بت پرستی تھا۔ دریائے پھلگو کے ساحل پر یہ موضع بتھر کے نام سے جانا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مخدوم کے تشریف لانے کے بعد بیتھو شریف کے نام سے مشہور ہوا۔ پانچ سو سال قبل آپ کی آمد سے بیتھو شریف کی تاریخ کی ابتداء ہوتی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی آمد کی خبر پورے علاقے میں پھیل گئی۔ عقیدتمندوں، حاجتمندوں، حق کے متلاشی اور علم کے طلب گاروں کا مجمع امنڈ پڑا۔ ہزاروں بت پرستوں نے آپ کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا، لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، بکثرت علم کے پیاسے آپ سے سیراب ہوئے اور بندگان خدا کی ایک بڑی تعداد نے سلوک کے منازل طے کئے۔ مختصر یہ کہ جو آتا اپنی جھولی بھر لے جاتا۔ (شرفاء کی نگری، صفحہ ۲۰۰)

آپ کی قائم کردہ خانقاہ

آج موضع بیتھو شریف میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہٗ کی قائم کردہ ایک عظیم خانقاہ ہے۔ یہاں تین مسجدیں ہیں جن میں سب سے بڑی اور جامع مسجد بیس فٹ کی

بلندی پر آپ ہی کی تعمیر کردہ ہے۔ آپ کا مزار اقدس آبادی سے کچھ فاصلہ پر برلب دریائے پھلکو واقع ہے۔ جو درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ درگاہ کے احاطہ کے اندر آپ کے اہل خانہ اور سجادگان کے مزارات، ایک مسجد، ایک پختہ لنگر خانہ اور کشادہ سماع خانہ ہے۔ درگاہ شریف سے چند فرلانگ پر آپ کا حجرہ اور چلہ گاہ ہے اور اس کے قرب وجوار میں بڑے بڑے پختہ مسافر خانے بنے ہوئے ہیں۔

شادی واولاد

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی، اشرفی قدس سرہٗ کی شادی بی بی جان ملکہ بنت شاہ سلطان علی عرف شاہ بقاء منیری سے ہوئی تھی جن سے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ فرزند اول حضرت سید شاہ محمد اشرف لاولد اور فرزند سوئم سید شاہ چاند اشرفؒ۔ حضرت سید شاہ محمد اشرف علیہ رحمۃ آپ کے بعد خلیفہ اور سجادہ نشیں ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد اشرفؒ کی شادی بی بی حمزہ بنت سید شاہ سلیمان ساکن مہولی سے ہوئی جن کی اولاد بیتھو شریف میں رہی۔ حضرت سید شاہ چاند اشرفؒ کی شادی بی بی حسینہ بنت شاہ محمد عاقل ساکن بازپور سے ہوئی جن کی اولاد بازپور اور بیتھو شریف دونوں جگہ آباد ہوئی۔

آپ کا سلسلہ نسب

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہٗ حسنی سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے:

> ''حضرت سید شاہ درویش بن سید شاہ مبارک بن سید ابوسعید جعفر عرف لاڈگنہ نواز بن سید حسین قتال چشتی بن سید شاہ عبدالرزاق نورالعین بن سید حسن جیلی عبدالغفور بن سید حسین شریف دوم بن سید موسیٰ شریف بن سید ابوعلی شریف بن سید محمد شریف بن سید حسین شریف بن سید احمد شریف بن سید ابی نصیر محی الدین بن سید ابی صالح نصر بن سید عبدالرزاق جیلانی

بن حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح جیلانی بن سید موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ بن سید محمد مورث بن سید داؤد بن سید یحییٰ زاہد بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن سید ابو موسیٰ الجون سبز رنگ بن سید عبداللہ محض بن امام حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

آپ کی وفات

حضرت مخدوم سید شاہ درویش قدس سرہٗ کا وصال ۱۰ رشعبان المعظم ۹۰۲ھ کو ہوا۔ آپ بیتھو شریف میں برلبِ دریائے **پھلگو** آسودہ خاک ہیں جو شہر گیا سے تین میل شمال میں واقع ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۰ تا ۱۲ شعبان المعظم کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں قل شریف، چادر پوشی، محفل سماع اور تقسیم لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عرس شریف کے موقع پر حضرت شاہ درویش قدس سرہٗ کے تبرکات کلاہ، عمامہ، بدھی خرقہ اور تسبیح حضرت علی مرتضیٰ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ (شرفا کی نگری، حصہ اول، صفحہ ۱۹۹)

□□□

حضرت سید ابراہیم زندہ دل کاکوی رحمۃ اللہ علیہ

(کاکو، ضلع اورنگ آباد)

نام : ابراہیم
لقب : زندہ دل
وفات : 905ہجری بمطابق 1499ء (عہد سلطان سکندر لودی)
مدفن : کاکو، ضلع اورنگ آباد
سلسلہ : چشتی نظامی

حالات زندگی

حضرت سید ابراہیم زندہ دل کاکوی جعفری الحسینی نسباً حسینی اور بیعتاً چشتی نظامی تھے، صوبہ بہار کی مشہور بستی کاکو میں بڑے جلالی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ بارہہ شریف سے بہار تشریف لائے اور موضع کاکو، ضلع گیا میں اقامت گزیں ہوئے۔ جس زمانہ میں آپ یہاں پہنچے اس وقت حاجی الحرمین شیخ بدرالدین و شیخ صدرالدین برادران اس بستی میں رہائش پذیر تھے۔ حضرت حاجی الحرمین شیخ بدرالدین علیہ الرحمۃ کاکوی جامع مسجد شیر شاہی کے امام و خطیب تھے۔ حضرت سید ابراہیم زندہ دل کاکوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ بدرالدین کی ہمشیرہ مسماۃ خدیجہ سے نکاح کیا۔ شاہ غفور الرحمان حمدؔ کاکوی مرحوم اپنی کتاب ''آثار کاکو'' میں لکھتے ہیں کہ ''کچھ جاگیر شیر شاہ سوری نے حضرت ابراہیمؒ کو عطا کی تھی وہ جاگیر آج تک ''چک خدیجہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ آپ کے فرزند محمد عمر کے نام سے ''چک عمر'' مشہور ہے۔'' جناب سید حسن سجاد جعفری محلہ محل، بہار شریف کے نوشتہ نسب نامہ میں آپ کے کسی فرزند محمد عمر کا نام نہیں بلکہ آپ کے ایک پر پوتے سید عمر کا نام موجود ہے۔ ممکن ہے چک عمران ہی بزرگ کے

نام سے مشہور ہو۔

شادی واولاد

حضرت سید ابراہیم زندہ دل کاکویؒ کی اہلیہ ثانی موضع بر بگھہ علاقہ تلہاڑا کی رہنے والی تھیں جن کے بطن سے تین بیٹے تھے۔ اہلیہ اولیٰ مسماۃ بی بی خدیجہ سے صرف ایک صاحبزادے سید محمد عبدالباقی جعفری تھے جن کی اولاد میں شہر بہار شریف کے محلہ محل پر کے جعفری افراد ہیں۔ جناب حمد کاکوی مرحوم نے ''آثار کاکو'' میں لکھا ہے کہ سید محمد یونس اور ڈاکٹر سید عبدالشکور برادران ولد حاجی میر تبارک حسین کاکوی بھی حضرت سید ابراہیم زندہ دل کاکویؒ کی اولاد سے ہیں۔ لیکن میر تبارک حسین مرحوم کو کوئی مکمل نسب نامہ اب تک حاصل نہ ہو سکا ہے۔

آپ کی خانقاہ

''آثار کاکو'' کے مطابق آپ نے کاکو میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو اس وقت اِس بستی میں قدیم ترین مسجد مانی جاتی ہے۔ آپ نے یہاں ایک خانقاہ کی بھی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن آپ کی اولاد کے سجادہ نشینان جب شہر پٹنہ کو اپنا تبلیغی مرکز بنا کر آباد ہوئے تو موضع کاکو میں آپ کی خانقاہ کی عمارت مسمار ہو گئی اور اس وقت اس کے کھنڈرات کے صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ جناب شاہ غفور الرحمان حمد کاکوی مرحوم نے ''آثار کاکو'' میں حضرت سید ابراہیم زندہ دل کاکوی رحمۃ اللہ علیہ کو جلالی بزرگ لکھا ہے۔ اور اس سلسلے میں چند واقعات تحریر کئے ہیں۔

جلالی بزرگ

''آپ کے ایک فرزند جب کبھی سفر کے لئے باہر جاتے تو ادباً گھر سے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے بلکہ کچھ دور جا کر سوار ہوتے۔ اسی طرح جب واپس آتے تو گھر سے دور ہی گھوڑے سے اتر جاتے اور پاپیادہ گھر تک آتے۔ ایک دن حسب معمول سفر پر گئے۔ واپس آرہے تھے کہ والد ماجد مسجد کے سامنے ایک پتھر پر بیٹھے تھے۔ چند لوگ اور بھی موجود تھے۔ دور سے دیکھا کہ کوئی گھوڑے پر آرہا ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ دیکھو کون آرہا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا، آپ کے فرزند آرہے ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ سوار کا سر نظر آرہا ہے۔ آپ کی

زبان سے یہ کلمہ نکلا اور صاحبزادے کا سر جسم سے جدا ہو گیا اور گھوڑا بے سر جسم لئے گھر پہنچا۔ حضرت نے فرمایا جب سوار نہیں تو گھوڑا کیا ہوگا۔ فوراً گھوڑا بھی گر کر دم توڑ گیا۔''

''ایک دن آپ اپنی دستار اور تسبیح جائے نماز پر رکھ کر کسی ضرورت سے باہر گئے۔ اتنے میں آپ کی اہلیہ بی بی خدیجہ آئیں پگڑی اپنے سر پر اور تسبیح اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کے مصلے پر بیٹھ گئیں (غالباً بی بی صاحبہ نے مذاق میں ایسا کیا ہوگا)۔ آپ جب واپس آئے تو غضبناک نظروں سے اپنی اہلیہ کو دیکھا جس سے ان کے بدن میں آگ لگ گئی۔''

جناب حمدؔ کاکوی مرحوم اپنا ایک چشم دید واقعہ تحریر فرماتے ہیں: ''میر یوسف حسین عرف بیتھو آپ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے داماد محمود میاں ساکن موضع فیروزی آپ کے (حضرت سید صاحب کے) مزار اقدس سے متصل مکان بنوانے گئے۔ بنیاد مزدور کے ساتھ کھود رہا تھا۔ دو چار دنوں کے بعد اچانک دونوں کے دونوں مرض جذام میں مبتلا ہو گئے۔ مزدور نے تو رو دھو کر اور دست بہ دعا ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور وہ تندرست ہو گیا مگر محمود میاں نے اپنی بدنصیبی کے باعث عذر خواہی نہ کی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مرض بڑھتا گیا اور وہ اسی مرض میں جاں بحق ہو گئے۔ خود رمجو مستری نے راقم (حمدؔ کاکوی) سے بیان کیا کہ ہم دینی باغ کے بزرگوں کے مزارات کی ہر سال مرمت اور سفیدی کیا کرتے تھے۔ یہ سوچ کر کہ شاید کوئی بے ادبی وہاں ہوئی ہے جس کی سزا ملی۔ وہاں جا کر خوب روئے اور معافی چاہی۔ خواب میں یہ ارشاد ہوا کہ تم نے سید ابراہیم کی جناب میں بے ادبی کی ہے، یہ اسی کی سزا ہے۔ جاؤ وہیں معافی مانگو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور خدا کے فضل سے شفا ہوئی۔''

آپ کی وفات

حضرت مخدوم سید ابراہیم زندہ دل کاکویؒ کا سال وفات 905 ہجری ہے۔ خاندانی نوشتوں میں صرف تاریخ ۳؍رمضان المبارک تحریر ہے۔ آپ قصبہ کاکو میں اپنی بنا کردہ مسجد سے متصل آرام فرما ہیں۔ آپ کی تعمیر کردہ قناتی مسجد اور آپ کا مزار پختہ چہار دیواری کے اندر اب تک موجود ہے۔ آپ کے مزار اقدس اور اس کی چہار دیواری کو سید محمد یونس صاحب مرحوم نے اپنی ذاتی خرچ سے ۱۳۱۳ھ میں نئے سرے سے تعمیر کرایا تھا۔ (شرفاء کی نگری، جلد اوّل، ص ۱۰۲)

□□□

حضرت مخدوم منجھن قتّال بخاری سہروردی

(موضع میران بیگہہ، ضلع گیا)

نام : حامد

نام نامی : منہاج الدین

لقب : منجھن قتال

وطن : ملتان

وفات : 927ہجری بمطابق 1520ء (عہد سلطان بہلول لودی)

مدفن : میران بیگہہ (ٹہٹہ ریلوے اسٹیشن) ضلع گیا

سلسلہ : سہروردیہ

آپ کی درگاہ

صوبہ بہار کے دارالخلافہ پٹنہ کو شہر گیا سے ملانے والی ریلوے لائن پی جی ریلوے لائن کہلاتی ہے۔ اس ریلوے لائن کے دونوں جانب بکثرت مسلم بستیاں آباد ہیں۔ پٹنہ سے جاتے ہوئے شہر گیا کے قریب اور ضلع گیا کے حدود میں ٹہٹہ اسٹیشن ہے۔ اسٹیشن پر اترتے ہی قریب میں کئی مسلم بستیاں ہیں جن میں مخدوم پور، ریلوے لائن کی دائیں جانب میران بیگہہ ایک مشہور بستی ہے۔ میران بیگہہ کا اصل نام سَلم پور حجرہ عرف میران بیگہہ ہے۔ اس گاؤں میں چشتیہ سہروردیہ سلسلہ کے ایک مشہور صوفی بزرگ حضرت مخدوم منجھن قتال بخاری قدس سرہٗ کا مقبرہ مرجع خلائق ہے۔ آپ کا مزار اقدس پختہ بڑے سے چبوترے پر ایک کھلے میدان میں ہے۔ جہاں ہر سال آپ کے عرس میں صوبہ بہار اور صوبہ کے باہر سے زائرین کی ایک کثیر تعداد حاضری دیتی ہے۔

اس موقع پر ہر مذہب وملت کے لوگ جمع ہوتے ہیں، ایک بڑا میلہ لگتا ہے، فاتحہ خوانی، چادر پوشی ہوتی ہے اور محفل سماع کی مجلس سجتی ہے۔ اب اس بستی میں نہ تو کوئی خانقاہ ہے اور نہ ہی آپ کی اولادوں میں سلسلہ سجادگی کا رواج ہے۔ آپ کے ورثاء میں صرف چند نفوس میران بیگہہ میں باقی رہ گئے ہیں، جن کی چادر عرس کے موقع پر سب سے پہلے چڑھائی جاتی ہے۔ میران بیگہہ کے قرب وجوار میں بکثرت بستیاں ملک برادری کی ہیں۔ جنہیں حضرت مخدوم منجھن قتال سے انتہائی عقیدت ومحبت ہے اور تقریباً ہر بستی سے چادر لاکر مزار اقدس پر چڑھائی جاتی ہے۔ حکومت صوبہ بہار کی طرف سے بھی ایک چادر آتی ہے۔

حالات زندگی

حضرت مخدوم منجھن قتال بخاری سہروردی قدس سرہٗ کا اصل نام سید حامد ہے۔ لیکن بہار میں آپ سید شاہ منہاج الدین عرف مخدوم منجن قتال کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا آبائی وطن اور مولد موضع تسلیم پور حجرہ، اوچ شریف علاقہ ملتان ہے۔ آپ ۹۲۵ھ مطابق ۱۵۱۸ء میں مغل بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کے دور حکومت میں ملتان سے بہار تشریف لائے اور موضع میران بیگہہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ آپ نے اپنے سابقہ وطن کی یاد کو تازہ رکھنے کے خیال سے اس بستی کا نام بھی سَلِم پور حجرہ رکھا۔ آپ جب بہار تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک ننانوے سال تھی۔ آپ نے دو سال تک یہاں تبلیغی کام سرانجام دیئے۔ اور ایک سو ایک سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید حافظ مقبول بخاری چشتی سہروردی علیہ الرحمہ مسند رشد وہدایت خلق پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت حکیم سید محمد شعیب پھلواروی اپنی کتاب ''تجلیات انوار''، قلمی مملوکہ خانقاہ مجیبی پھلواری شریف میں حضرت مخدوم قتال بخاری قدس سرہٗ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

> ''حضرت مخدوم قتال بخاری حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کی اولاد امجاد سے ہیں۔ بڑے عارف کامل اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ صاحب تصرف وکرامات، مدتوں تک ملتان میں مسند افاضہ واستفاضہ پر رونق افروز

رہے۔ ۹۲۵ھ مطابق ۱۵۱۸ء میں ملتان سے بعمر ۹۹ سال ہندوستان کے صوبہ بہار تشریف لائے اور رشد وہدایت جاری فرمایا۔ اور ضلع گیا میران بیگھہ جس کا پرانا نام حجرہ سلیم پور تھا، آباد ہوئے۔ دو سال زندگی کے مبارک لمحات ہدایت میں صرف کر کے ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۰ء میں رحلت فرمائی اور اسی موضع کے ایک میدان میں مدفون ہوئے۔ مزار مبارک ٹھٹہ اسٹیشن کے قریب واقع ہے۔ مزار چہار دیواری کے اندر ہے جواب باقی نہیں ہے۔''

(شرفاء کی نگری، ص ۷۷)

آپ کا نسب نامہ

جناب خواجہ سید عبدالماجد صاحب مرحوم ساکن محلہ بارہ دری، بہار شریف کی بیاض کی فوٹو کاپی ان کے صاحبزادے خواجہ اظہر صاحب نے راقم کو لا کر دیا ہے۔ جس میں حضرت مخدوم منجھن قتال قدس سرہٗ کو حضرت صدرالدین راجو قتال کی اولاد لکھا ہے۔ جبکہ حضرت حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواروی نے اپنی کتاب ''تجلیات انوار'' قلمی میں اور محترم جناب سید عبدالودود صاحب مرحوم شاہو بگھوی کے تیار کردہ شجرے میں حضرت مخدوم کو حضرت جہانیان گشت کی اولاد بتایا ہے۔ نسب نامہ درج ذیل ہے:

مخدوم منجھن قتال بن سید ذکی الدین ثانی بن سید نظام الدین بن سید ذکی الدین بزرگ بن سید ناصرالدین محمود (عرف ناصر شاہ) بن سید جلال الدین جہانیان جہاں گشت بخاری۔

آپ کی وفات

حضرت مخدوم سید حامد عرف منجھن قتال بخاری بہاری قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید حافظ مقبول بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت سید حافظ مقبول نے مسلسل دس سال یعنی ۹۲۷ھ سے ۹۳۷ھ تک رشد وہدایت خلق کا کام انجام دیا۔ سید عبدالودود صاحب مرحوم کی تحریر کے مطابق حضرت مقبول بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۹۳۷ھ کو وصال فرمایا اور اپنے والد کے پائتیں موضع میر بیگھہ، ضلع

گیا میں آسودۂ خاک ہیں۔ آپ کی نسل صوبہ بہار میں کثرت سے پھیلی۔ اور قرب وجوار کی مختلف بستیوں میں بسلسلہ ازدواج آباد ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت حکیم سید شاہ شعیب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ ''تجلیات انوار'' میں لکھتے ہیں:

''الغرض آپ مخدوم جہانیان جہاں گشت کی اولاد سے ہیں۔ ان کی اولاد صوبہ بہار میں میران بیگھہ اور نگپور، پکورہ، کرائی اور شہباز پور ضلع گیا (و پٹنہ) میں موجود ہے۔ کرائی و شہباز پور تو ۱۹۴۷ء میں غارت ہو گیا۔ بقیہ جگہوں میں ان کی اولاد ہیں۔''

آپ کا نسب نامۂ پدری

حضرت مخدوم منجھن قتال بخاری چشتی سہروردی قدس سرہٗ کا پدری نسب نامہ بہار کے تذکرہ نگاروں کے مطابق اور مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں میں اس طرح ہے:

حضرت مخدوم منجھن قتال بن سید ذکی الدین ثانی بن سید نظام الدین بن سید ذکی الدین بزرگ بن سید ناصر الدین محمود (عرف ناصر شاہ) بن سید جلال الدین جہانیان جہاں گشت بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین بزرگ سرخ بخاری بن سید ابوالمؤید علی سہروردی بن سید جعفر خراسانی بن سید فصیح سیف اللہ بن سید مختار بن سید احمد بزرگ بن سید عبداللہ علی اصغر بن سید علی اکبر بن سید مرتضیٰ جعفر ثانی بن امام ہادی النقی بن امام محمد تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن فاطمۃ الزہراء بنت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شرفاء کی نگری، ص ۷۹)

آپ کی وصیت

برادرم سید ممتاز احمد صاحب ساکن موضع میران بیگھہ، ضلع گیا کا کہنا ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت مخدوم منجھن دادا نے اپنی اولادوں کے لئے یہ نصیحت و وصیت فرمائی تھی کہ میرے ورثاء اپنے مکانوں پر پختہ چھت نہ ڈالیں اور بلند و بالا پرشکوہ عمارتوں میں رہائش اختیار نہ کیا کریں۔ حضرت کی وصیت کے مطابق آج بھی میران بیگھہ میں

حضرت کے کسی ورثا کا مکان پختہ چھتوں کا نہیں ہے۔ اگر کسی نے بھی آپ کی نصیحت کے خلاف اپنے مکان پر پختہ چھت ڈالنے کی کوشش کی تو وہ عتاب کا شکار ضرور ہوا۔

آپ کی کرامات

محترم جناب سید عبدالودود صاحب بخاری شہباز پوری مرحوم کا خاندانی روایت کے حوالے سے بیان ہے کہ حضرت مخدوم منجھن قتال قدس سرہٗ کی ملاقات بہار میں حضرت سید شاہ مبارک پنجوروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور آپ سید صاحب کے بڑے معتقد ہو گئے۔ حضرت مخدوم سید شاہ مبارکؒ موضع پنجورہ ضلع گیا میں رہائش پذیر تھے۔ موضع میران بیگہہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر ہے۔ حضرت مخدوم روزانہ ایک مخصوص وقت پر حضرت سید صاحب سے ملنے موضع پنجورہ ضرور جاتے تھے۔ ان دونوں بستیوں کے درمیان سے چھوٹی جمنا ندی بہتی تھی۔ لیکن حضرت مخدوم ہر موسم میں یہاں تک کہ موسم برسات میں جب ندی پورے شباب پر ہوتی آپ بغیر کشتی دریا پار کر جاتے تھے نہ آپ کا کپڑا گیلا ہوتا اور نہ ہی آپ کی جوتی کومٹی وغیرہ خراب کرتی۔

آپ کا مزار

بقول عبدالودود صاحب مرحوم حضرت مخدوم منجھن قتال کے مزار اقدس کے پائتیں کچھ فاصلہ پر ایک ٹیلا ڈیڑھ دو فٹ اونچا ہے۔ اس ٹیلے میں ایک بل کے اندر ایک سانپ صدیوں سے رہ رہا ہے۔ زائرین تبرکات کی شیرنی اس بل میں رکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے فاتحہ کی شیرینی بل میں رکھنا بھول جاتا ہے اور واپس لوٹتا ہے تو سانپ راستہ میں آکر اپنے حصہ کی یاددہانی کراتا ہے۔ میران بیگہہ کا علاقہ شدید گرم ہے اس لئے اس علاقے میں بچھوؤں کی بہتات ہے لیکن آج تک کسی زائر نے اس بات کی شکایت نہیں کی کہ اس سانپ یا بچھو نے تکلیف پہنچائی ہے۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۷۲)

□□□

حضرت سید محمد القادری البغدادی الامجھری

(امجھر شریف، ضلع اورنگ آباد)

نام : محمد

وطن : بغداد

وفات : 940 ہجری بمطابق 1533ء (عہد مغل بادشاہ ہمایوں)

مدفن : امجھر شریف

پیرومرشد : والد حضرت سید درویش ابومحمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

ولادت

حضرت سید محمد القادری الامجھری قدس سرہٗ کا وطن بغداد تھا جہاں آپ ۸۱۰ھ کو پیدا ہوئے، بہار کے لوگ آپ کو سیدنا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ بیعتاً ونسباً دونوں سلسلوں سے قادری ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب

حضرت سید محمد البغدادی الامجھری بن سید درویش ابومحمد شمس الدین بن سید کلاں عالم ابوالخیر قطب الدین بن سید عبدالرحیم بن سید عبدالفتاح بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالرحمٰن بن سید عبداللطیف بن سید عبدالحئی بن سید عبدالخلیل بن سید عبدالرحیم ابوالقاسم کرم اللہ رزاقی بن تاج

الدین عبدالرزاق القادری البغدادی بن حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادری جیلانی۔

تعلیم وتربیت

حضرت سیدنا سات سال کی عمر میں شیخ خلیل اللہؒ کے مدرسہ میں داخل کئے گئے جہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور قرأت سیکھی۔ اس کے بعد ادب، فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی تعلیم حضرت شیخ ابواسحاق کوفی سے حاصل کی۔ علم مناظرہ اور سماع حدیث کے علاوہ دوسرے علوم حضرت شیخ ابوالمکارم جنیدی، شیخ عبداللہ سعد، شیخ ابوالخیر عبدالرحیم اور شیخ عبدالغفار نجفی وغیرہ نے پڑھائے۔ آپ نے علم تصوف اور تفسیر میں حضرت ابوالفرح جنیدی سے استفادہ کیا۔ ۲۳ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے والد سے علم باطنی کی تکمیل کی۔

تزکیہ نفس

والد بزرگوار کے حکم سے دو سال تک جنگل میں تزکیہ قلب اور اصلاح نفس کے لئے چلہ کش رہے۔ اس دوران آپ کے مرید خاص حضرت طلحہ عرف شیخ حسن آپ کے ساتھ رہے۔ جن کا بیان ہے کہ اس دو سال کی مدت میں آپ اکثر روزے سے رہتے تھے۔ درختوں کی پتیوں کے علاوہ کوئی دوسری غذا استعمال نہیں کیا۔

اپنے بزرگوں کے مزار پر حاضری

امام موسیٰ کاظمؒ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دوسرے اولیائے کبار کے مزارات پر معتکف رہ کر فیوض وبرکات حاصل کئے۔ چھ ماہ تک نجف میں حضرت علی مرتضیٰ کے روضہ اقدس پر قیام کیا۔ اس دوران حج کا زمانہ آیا تو حج کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد حج بیت المقدس میں انبیائے کرام کے مزارات اور کوہ طور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اس طویل سفر کے بعد اور انبیائے کرام واولیائے عظام کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوکر جب والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں بے حد خوشی ہوئی۔

چار سال تک بیابان کی خاک چھانی

والد بزرگوار کے حکم کے مطابق آپ نے دوبارہ چار سال بیابان کی خاک چھانی اور عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر مدینہ منورہ جاکر چھ ماہ مسجد نبوی میں معتکف رہے۔ بحکم وبشارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ۸۳۷ھ میں دعوت حق اور تبلیغ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ منورہ سے اپنے کام کا آغاز فرمایا۔ (شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۹۲)

دعوت حق

سب سے پہلے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرنے اور مرید ہونے والوں میں حضرت طلحہ الملقب بہ شیخ حسن علیہ الرحمۃ تھے۔ حضرت شیخ حسنؒ کو خرقہ خلافت بھی عطا ہوا۔ دوسرے بزرگ حضرت شیخ محمد مجذوب ہیں جنہیں اس نعمت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد سے مدینہ منورہ میں حضرت سیدنا قدس سرہٗ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا۔

مکہ معظّمہ میں آٹھ سال تک دعوت حق کا کام

آپ ابھی مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے کہ حج کا زمانہ آگیا اور آپ دوبارہ حج کی نیت سے مکّہ معظّمہ تشریف لے گئے۔ حج کے بعد آٹھ سال تک آپ مکّہ معظّمہ ہی میں قیام فرمارہے۔ جہاں بکثرت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی جن میں حضرت شیخ کریم الدین مکّی خادم حرم کعبہ اور حضرت علی شیر شیرازی وغیرہم کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ آٹھ سال کے بعد حضرت سید محمد القادری البغدادی قدس سرہٗ مکہ معظّمہ سے والد کی قدم بوسی کے لئے بغداد آئے اس وقت آپ کے والد جیال (جیلان) میں مقیم تھے۔ اس لئے آپ جیلان اپنے والد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چھ ماہ قیام پذیر رہے۔

خواب میں رسول اللہ کی بشارت

خواب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا کہ آپ ہندوستان تشریف لے جائیں اور وہیں مقیم ہوکر دعوتِ حق اور تبلیغ دین میں مشغول رہیں۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ

اس طرح ہے۔ حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد سیدنا قدس سرہٗ کی حالاتِ زندگی تحریر کرتے ہوئے اپنی کتاب ''منقبت محمدیہ'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں (ترجمہ) ''جب سیدنا رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں آٹھ سال گزرے، آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قدم بوسی کا شوق ہوا۔ بغداد آئے ان دنوں آپ کے والد قدوۃ المحققین سید درویش محمد قادری جیلان میں اقامت پذیر تھے۔ کیونکہ آپ دونوں جگہوں میں کبھی یہاں اور کبھی وہاں رہا کرتے تھے۔ اس لئے سیدنا بھی وہیں تشریف لے گئے اور چھ ماہ تک آپ کے ہمراہ رہے۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت سیدنا اپنے والد بزرگوار کے پاس بیٹھے تھے مگر خلاف معمول دونوں حضرات کے چہرہ مبارک پر حزن وملال نمایاں تھے اور آبدیدہ ہوکر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں (علی شیر شیرازی) نے باادب اس افسردگی کی وجہ دریافت کی۔ حضرت سید درویش محمد قادری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نورِ نظر سید محمد کو بارگاہ رسالتؐ سے ہندوستان جانے اور وہیں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ اس لئے کہ ایک مظلوم کی دادرسی ان کے وہاں جانے پر موقوف ہے۔ علاوہ بریں دیار ہند کی اکثر مخلوق ان سے راہ ہدایت حاصل کرے گی۔ چونکہ الھجر اشد من القتل یعنی ہجر وفراق کی کوفت تلوار کی کاٹ سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ ان کی جدائی کا خیال ہے۔ بہ تقاضائے بشریت اس رنج وملال کا باعث ہو رہا ہے۔ میں (علی شیر شیرازی) نے مظلوم اور ظالم کی نسبت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس ستم رسیدہ مظلوم کو تم ابھی دیکھ لوگے شیخ علی ہندی ان کا نام ہے اور بلحاظ علم وفضل علامہ دہر ہیں۔ اس ظالم کو جس کے دست ستم سے تنگ آکر انہیں وطن مالوف کو خیر باد کہنا پڑا تم سرزمین ہند میں جاکر دیکھو گے۔'' حضرت شیخ حسن علیہ رحمۃ کا کہنا ہے کہ ''حضرت سیدنا کی عمر دس سال کی تھی کہ میں نے آپ کی صحبت اختیار کی لیکن میں نے کبھی آپ کو رنج وراحت سے متاثر نہ پایا مگر جس دن شیخ علی ہندی قصبہ جیال میں آئے اس دن سے حضرت کے قیافہ سے بے حد غم والم کا اظہار ہوتا تھا اور جس وقت آپ ہندوستان کو روانہ ہوئے اس وقت سے زیادہ میں نے آپ کو خوش وخرم کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کی وجہ آپ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو بتقاضائے بشریت وطن مالوف کی جدائی اور والد بزرگوار کی مہجوری سے طبیعت کو رنج ہوتا تھا۔ لیکن اب اس امر سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب

ہندوستان جارہا ہوں اپنے دل میں غیر معمولی خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہوں۔"

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۹۳)

ہندوستان کا سفر

آخر پروگرام کے مطابق حضرت سید محمد القادری البغدادی الامجھری قدس سرہ اپنے چالیس خلفاء، مریدوں اور خادموں کے ساتھ ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب آپ کا گزر قندھار سے ہوا تو والیٔ قندھار نے خدمت میں حاضر ہوکر شرف ملاقات حاصل کیا اور بڑی عزت و احترام سے اپنے محل میں لے گیا۔ ایک بزرگ حضرت سید نصیرالدین تبریزی کی ملاقات حضرت سید سے مکہ معظمہ اور ملک روم میں دو مرتبہ ہوچکی تھی اور حضرت سید نصیرالدینؒ نے والیٔ قندھار کو آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کردیا تھا۔ والیٔ قندھار اور بکثرت دوسرے افراد جوق درجوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ یہاں بیعت ہونے والوں میں آپ نے حضرت سید علاء الدین تبریزی بن سید نصیرالدین تبریزی کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت سید علاء الدین اپنے والد کی اجازت سے حضرت سیدنا کے قافلہ میں شامل ہوکر ہندوستان روانہ ہوئے۔ تین دن قیام کے بعد حضرت سیدنا کے قافلہ نے قندھار سے کوچ کیا اور سفر کرتا ہوا ملتان پہنچا۔ آپ نے چند دنوں ملتان میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت مخدوم سید اخی سراج الملت والدین محدث اور ان کے صاحبزادوں سید محمود علی، سید سلیمان اور سید مخدوم مشہدی سے ہوئی۔ حضرت سیدنا ملتان سے کچھوچھہ شریف کے قریب موضع سُرہر پور پہنچے۔ موضع سُرہر پور میں حضرت سید حسن بن سید تاج الدین ابوعبدالرزاق بن سید ابوصالح احمد یکے از اولاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پہلے سے مقیم تھے۔ حضرت سید حسن نے آپ کو اپنے مکان میں مہمان ٹھہرایا اور جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ بھی حضرت غوث کی اولاد میں سے ہیں تو انہوں نے اپنی ہمشیرہ کا آپ سے نکاح کردیا۔ حضرت سیدنا قدس سرہٗ نے پندرہ دنوں تک موضع سُرہر پور میں قیام فرمایا۔

آمد بہار اور یہاں کے راجہ جیون کا ظلم اور آپ کی کرامت

صوبہ بہار کے ضلع گیا ۸۴۶ھ میں پہنچے۔ اور موضع نرہنا میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام

ہے جہاں کے راجہ جیون نے حضرت شیخ علی ہندی پر ظلم وستم ڈھایا تھا۔ اور آپ کے اہل وعیال کو شہید کر دیا تھا۔ موضع نرہنا ایک گھنا جنگل تھا جس کے درمیان میں راجہ کا محل واقع تھا۔ حضرت سید محمد القادری البغدادی قدس سرہٗ حضرت شیخ علی ہندیؒ کو ساتھ لے کر راجہ کے محل میں تشریف لے گئے۔ راجہ کو اس کے ظلم وستم پر لعنت وملامت کی اور فرمایا کہ خیر اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور کفر سے باز آجاؤ۔ راجہ نے آپ کی دعوت حق کو رد کر دیا اور غرور وتکبر کے عالم میں آپ کو محل سے واپس کر دیا۔ آپ اپنی قیام کی جگہ تشریف لائے اور رات کی تاریکی میں اللہ عزوجل کے حضور میں سجدہ ریز ہوکر اور گڑگڑا کر راجہ جیون کی سرکشی اور ظلم کے خلاف انصاف کے خواستگار ہوئے۔ آپ کی دعاء قبول ہوئی، آسمان پر سیاہ بادل نمودار ہوا اور اس قدر تیز بارش ہوئی کہ پورا علاقہ زیر آب ہوگیا۔ راجہ کا محل اس سیلاب میں بہہ گیا اور راجہ اپنے اہل وعیال اور ساتھیوں سمیت اس عذاب الٰہی سے نیست ونابود ہوا۔ نرہنا کے قیام کے دوران ایک ہندو چرواہا آپ کی کرامات سے متاثر ہوکر مسلمان ہوا جس کا نام آپ نے صادق رکھا۔

آپ کی عجیب خصوصیت

حضرت سیدنا کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ کا گزر جس علاقہ سے ہوتا اس علاقہ کے لوگوں سے ان ہی کی زبان میں بلاتکلف گفتگو کیا کرتے تھے۔ صادق سے بھی اس کی مادری زبان ہندی میں روانی سے گفتگو کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں والیٔ بہار دریا خان کے دو ملازم خاص حاجی خان اور جامی خان نے جو آپس میں سگے بھائی تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کیا۔ والیٔ بہار کو جب اپنے آدمیوں سے حضرت کے حالات معلوم ہوئے تو وہ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگیا اور ایک چشمے کے کنارے ایک مکان اور مسجد تعمیر کرادی۔

امجھر شریف میں رہائش

نرہنا کے مقام پر خلائق کے ہجوم سے آپ تنگ آگئے اور اس مقام کو چھوڑ کر موضع امجھر شریف چلے آئے۔ امجھر شریف کو آپ نے اپنے مستقل رہائش کے لئے پسند فرمایا۔ جب یہاں آپ کی رہائش کا انتظام ہوگیا تو آپ اپنے مرید خاص حضرت شیخ حسنؒ کو موضع سُرہر پور روانہ

فرمایا کہ آپ میری اہلیہ کو بہار لے آئیں۔ سُرہر پور پہنچنے کے بعد شیخ حسنؒ علیل ہو گئے اور چند دنوں کی علالت کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تجہیز و تکفین کے بعد حضرت سیدنا کے برادر نسبتی حضرت سید حسن قادریؒ آپ کی اہلیہ کو بہار لے کر آئے۔

شادی و اولاد

حضرت سید محمد القادری البغدادی المجھری قدس سرہٗ کی اہلیہ مسماۃ بی بی فاطمہ عرف پیارن بنت حضرت سید تاج الدین ابوعبدالرزاق محمد بن حضرت سید ابو صالح ساکن موضع سُرہر پور (یوپی) حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے تھیں۔ حضرت بی بی فاطمہ کے بطن سے حضرت سیدنا کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ پسر اوّل سید معین الدین، پسر دوم سید جلال الدین ابدال، پسر سوم سید نظام الدین صوفی مزاج، دختر اوّل زوجہ شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ ضیاء الدین جنڈھوی، دختر دوم زوجہ سید شاہ دولت ساکن موضع ہرلہ اور دختر سوم زوجہ سید شاہ محمد فیروز قادری۔

آپ کی وفات

حضرت سید محمد القادری الامجھری قدس سرہٗ کا وصال امجھر شریف میں یکم ربیع الاوّل ۹۴۰ھ کو ہوا۔ جہاں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔ ربیع الاوّل کے مہینہ میں ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں ملک کے مختلف علاقے سے زائرین شرکت کرتے ہیں۔ (شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۹۵)

آپ کے چند باکمال خلفاء کے مختصر حالات

حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام طلحہ اور لقب حسن تھا۔ حضرت سیدنا کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ آپ نے بچپن کے زمانہ سے ہی حضرت کی صحبت اختیار کی سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہے۔ آپ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت شیخ حسنؒ اپنے وقت کے جید عالم دین اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضرت علی شیر شیرازیؒ کہتے ہیں۔ ”جب شیخ احمد ہانسوی نے آپ کے

(حضرت سیدنا کے) ہاتھ پر توبہ کی تو انہوں نے سیدنا اور آپ کے رفقاء کی دعوت کی اور انہیں ہانسی پور لے گئے۔ وہاں کے مالک کا نام قاذن تھا۔ وہ سیر و شکار سے واپس ہو کر شیخ احمد کی خانقاہ کے قریب سے گزرا تو خلاف معمول ہجوم دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے (یعنی شیخ حسن) جواب دیا کہ ہمارے شیخ اور سردار کے رفیق ہیں۔ اس نے کہا کہ دم تو یہ فقیر کا بھرتے ہیں لیکن کھانے کے لئے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ شیخ حسن نے فرمایا کہ دعوت کا قبول کرنا سنّت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر ایک دن تمہیں کھانا نہ ملے تو اپنے سر کھا جاؤ۔ شیخ حسن کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے کہا تو ہمیں سر کھانے کو کہتا ہے اپنا ہی سر کیوں نہیں کھاتا۔ قاذن معاً گھوڑے سے گرا اور اس کی گردن کے مہرے ٹوٹ گئے اور اس کا سر پیٹ کے قریب آ گیا۔ اس کے لڑکوں نے اسے اٹھا کر فوراً حضرت سیدنا کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ کی دعا سے اس کی گردن درست ہو گئی۔'' حضرت شیخ حسنؒ کا مزار سُرہر پور، یوپی میں ہے۔

حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب ولایت بزرگ تھے۔ آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ ابتدائے جوانی سے خوف خدا سے سرشار اور ریاضت و مجاہدہ سے نفس کشی کے شائق تھے۔ اس سفر روحانی کے لئے آپ کو ایک کامل رہنما کی تلاش تھی۔ آپ اکثر فکر مند رہا کرتے تھے کہ اس سفر کی صعوبتوں کو ہلکا کرنے کے لئے کس کا دامن تھاما جائے۔ ایک دن آپ نے اللہ جل شانہٗ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی بارگاہ سے رہنمائی چاہی۔ آخر ایک رات خواب میں آپ کی حضرت سید محمد القادری الجھری قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے آپ کی بیعت لی، خرقہ عطا کیا اور مکہ معظمہ آنے کا حکم دیا۔ حضرت علی شیر شیرازی اپنی کتاب ''منقبت محمدیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں ''اپنے والد سے اجازت لے کر مکہ معظمہ کا رُخ کیا۔ جس وقت وہاں پہنچا تو حضرت سیدنا ایک مجمع کثیر میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور ارشاد فرمایا کہ شیرازی تم اپنے وعدہ پر آ گئے۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور قدم بوس ہوا۔ آپ نے مجھے بیعت سے مشرف فرمایا۔ آپ اس وقت اسی طرح کا خرقہ پہنے ہوئے تھے۔ جو مجھے بحالت خواب عطا فرمایا

تھا۔ چنانچہ وہی خرقہ اس وقت مرحمت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اے علی شیر ہم نے تمہیں ظاہر و باطن دونوں نعمتیں بخشیں۔''

حضرت علی شیر شیرازیؒ بیعت ہونے کے بعد سے تا زندگی حضرت سیدنا کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور آپ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت سیدنا نے اپنے وصال سے چند دنوں قبل موضع کمٹمبہ، اورنگ آباد اور اس کے قرب و جوار کی ولایت سے سرفراز کیا۔ حضرت علی شیر شیرازی علیہ رحمۃ کا مزار موضع کمٹمبہ ضلع گیا میں ہے۔

حضرت محمد مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ وہ دوسرے بزرگ ہیں جو حضرت شیخ حسنؒ کے بعد مدینہ منورہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

حضرت شیخ کریم الدین حسین مکی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے مکہ مکرمہ اور خدام کعبہ میں سے ہیں۔ حضرت سیدنا کے قیام مکہ کے زمانہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور عارف باللہ ہوئے۔ آپ نے حضرت سیدنا کے مفصل حالاتِ زندگی پر ایک کتاب ''تاریخ حسینی'' لکھی جس میں آپ کے کشف و کرامات کا ذکر موجود ہے۔

حضرت سید علاء الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا وطن تبریز تھا۔ آپ کے والد سید نصیر الدین تبریزی علیہ رحمۃ کو حضرت سید محمد القادری المجھری قدس سرہٗ سے بے حد ارادت و عقیدت تھی۔ حضرت سید نصیر الدین تبریزیؒ کی ملاقات حضرت سیدنا سے تین بار ہوئی پہلی ملاقات مکہ میں دوسری روم میں اور تیسری ملاقات قندھار میں ہوئی جبکہ سیدنا ہندوستان کے سفر پر تھے۔ قندھار ہی میں سید علاء الدین حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنے والد سید نصیر الدین تبریزیؒ کی اجازت سے حضرت سیدنا کے ہمراہ بہار آئے۔ حضرت سیدنا نے حضرت سید علاء الدین تبریزیؒ کو خرقہ خلافت عطا کرتے وقت فرمایا تھا کہ ''اے علاء الدین میرے والد بزرگوار نے مجھے خرقہ خلافت پہنا کر فرمایا

تھا کہ فرزند جب میں نے تجھ کو مردہ صفت پایا تو یہ خرقہ جو بمنزلہ کفن ہے تمہیں عطا کیا۔ اس لئے میں تمہیں بھی کہے دیتا ہوں کہ آج سے تم بھی مردہ صفت ہو جانا۔"

(۶) حضرت حکیم سید منور کٹمبوی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) سید سلیمان مشہدی رحمۃ اللہ علیہ

(شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۱۹۶)

□□□

حضرت مخدوم پیر سرمست تیغ آویزاں رحمۃ اللہ علیہ

(قصبہ تنگول، حاجی پور)

نام : ہدایت اللہ

لقب : پیر سرمست تیغ آویزاں

ولادت : ۸۸۲ ہجری

وفات : 945 ہجری بمطابق 1538ء (عہد مغل بادشاہ ہمایوں)

مدفن : قصبہ تنگول، حاجی پور

پیرومرشد : والد حضرت شیخ محمد قاضن علاء شطاری رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : شطاریہ

نام لقب اور ولادت

حضرت مخدوم ابوفتح ہدایت اللہ پیر سرمست تیغ آویزاں قدس سرہٗ ابن حضرت شیخ محمد قاضن علاء شطاری ۸۸۲ھ کو صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ حضرت فرزند علی صوفی منیری نے اپنی کتاب ''وسیلۂ شرف وذریعہ دولت'' میں آپ کا قطعہ تاریخ پیدائش ''ہادی سرمست محمدی'' لکھا ہے۔ آپ کا نام نامی ہدایت اللہ تھا۔ والد نے ابوفتح کا لقب عطا کیا۔ پیر سرمست سے شہرت پائی۔ آپ چونکہ ہر وقت ہتھیار بند رہا کرتے تھے اس لئے تیغ آویزاں کہے جاتے ہیں۔

سلسلۂ نسب

آپ حضرت امام محمد تاج فقیہ کی اولاد میں سے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت زبیر ابن عبدالمطلب تک منتہی ہے۔

حضرت مخدوم ہدایت اللہ پیر سرمست بن شیخ محمد قاضن شطاری عرف شیخ محمد علاء ترہتی بن شیخ عالم بن شیخ جمال بن شیخ علی بن شیخ سلیمان بن شیخ صلاح الدین بن شیخ محمد اسماعیل منیری ترہتی بن امام محمد تاج فقیہ ''فاتح بہار''۔ حضرت امام سے آگے کی تفصیل اِس کتاب میں دیا گیا ہے۔

آپ کی والدہ

حضرت مخدوم ابوفتح ہدایت اللہ پیر سرمست تیغ آویزاں قدس سرہٗ کی والدہ حضرت سید زاہد کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت سید زاہد چشتی رہنے والے قصبہ سارن صوبہ بہار کے تھے اور مزار اقدس بھی حضرت کا اسی قصبہ میں ہے۔ آپ بڑے عابد وزاہد تھے، ہر لمحہ سر جھکائے مراقبے کی حالت میں رہا کرتے تھے اور آنکھیں گریاں کناں رہا کرتیں تھیں۔ حضرت مخدوم پیر سرمست قدس سرہٗ اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔ منجھلے بھائی حضرت شیخ عبدالرحمان اور چھوٹے شیخ معروف عرف مخدوم شہید تھے۔ ایک بہن حضرت بی بی دولت تھیں جو حضرت میر سید علی عرف منجھن دانشمند راجگیری سے منسوب تھیں۔

تعلیم وتربیت

حضرت مخدوم پیر سرمست تیغ آویزاں قدس سرہٗ نے بارہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری کی تکمیل اپنے والد حضرت مخدوم شیخ قاضن علاء شطاریؒ سے کی۔ والد بزرگوار کے حکم کے مطابق بعد فراغت تعلیم دوسال طلباء کو تعلیم دینے میں مصروف رہے اس کے بعد والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اب مجھے علم باطنی کا شوق ہے اور میرے دل میں شوق الٰہی کا جذبہ مجھے بے چین رکھتا ہے۔ اس لئے علم ظاہری میں مشغولیت ممکن نہیں ہے۔ حضرت مخدوم شیخ قاضن شطاریؒ نے آپ کے جذب وشوق کا اندازہ کرتے ہوئے آپ کو ''طے'' کے روزے رکھنے کا حکم دیا (''طے'' کے روزے میں افطار صرف تین گھونٹ پانی سے کیا جاتا ہے اور اس کے بعد دوسرے دن کے روزے کی نیت کرلی جاتی ہے)۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ نے والد سے

دریافت کیا کہ کتنے دنوں ''طٰہٰ'' کا روزہ رکھوں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: ''اس وقت تمہاری عمر چودہ سال کی ہے اس لئے چودہ دن کی نیت سے شروع کرو''۔ جس زمانے میں آپ روزے رکھ رہے تھے۔ سلطان حسین شاہ شرقی حضرت مخدوم شیخ قاضن شطاریؒ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ حضرت پیر سرمست تیغ آویزاں قدس سرہٗ ایک پایہ سے ٹیک لگائے دنیا سے بے خبر باادب والد بزرگوار کے قریب کھڑے تھے۔ بادشاہ کی نظر آپ پر پڑی۔ آپ کافی نحیف و کمزور اور لاغر ہوگئے تھے۔ بادشاہ نے خادموں سے دریافت کیا کہ یہ لڑکا کون ہے۔ خادموں نے بتایا کہ حضرت شیخ کے صاحبزادے ہیں ''طٰہٰ'' کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور آج گیارہواں روزہ ہے۔ بادشاہ حسین شاہ شرقی بڑا پریشان ہوا اور عرض کیا: ''حضرت! اس کمسنی میں ایسی سخت ریاضت نقصان کا باعث ہوگا''۔ حضرت شیخ قاضنؒ نے جواب دیا کہ یہ ریاضت نقصان نہیں کرتی بلکہ باطنی قوت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ''طٰہٰ'' کے روزے مکمل ہونے کے بعد حضرت پیر سرمست قدس سرہٗ تین دنوں تک حجرہ میں چلہ کش رہے اور اس دوران اپنے والد حضرت مخدوم شیخ محمد قاضنؒ شطاری سے ارشاد و تلقین باطنی پائی۔ تین دنوں کے بعد حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ والد بزرگوار نے کہا تمہارا کام بہت کم مدت میں مکمل ہوگیا۔ اور آپ کو ''ابوفتح'' کا خطاب عطا کیا۔

بیعت و خلافت

حضرت مخدوم ابوفتح ہدایت اللہ پیر سرمست تیغ آویزاں قدس سرہٗ کی عمر جب اٹھارہ سال کی ہوئی تو حضرت شیخ شطاری نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی شمالی بہار کے علاقے میں تبلیغ دین اور رشد و ہدایت خلق کا کام انجام دیا۔ حضرت پیر صاحب کے مشہور خلفاء میں حضرت حاجی حمید الدین حضورؒ اور آپ کے بھتیجے حضرت مخدوم شاہ علی شطاریؒ قدس سرہما کا نام بہت مشہور ہے۔ حضرت سید محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ مرید خاص حضرت حاجی حضورؒ نے بھی حضرت پیر سرمست قدس سرہٗ سے تربیت باطنی حاصل کی۔ اس روحانی تعلق کا نتیجہ تھا کہ حضرت سید محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کو عموماً تمام مشائخ بہار اور خصوصاً

بزرگان سلسلہ فردوسیہ اور شطاریہ ساکن بہار سے بے انتہا عقیدت کا لگاؤ رہا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں فردوسی منیری قدس سرہٗ کے ''مکتوبات'' کے متعلق آپ کا درج ذیل قول مشہور ہے:

''اگر مرشد حاضر نہ باشد مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کنید تا فریب نفس ووسواس خناس درنہ آید''

ہمایوں بادشاہ کی حاضری

۹۴۴ھ میں ہمایوں بادشاہ ہند پٹھانوں پر فتح حاصل کر کے بنگال پر قابض ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ بادشاہ کے ہمراہ آپ قصبہ حاجی پور، علاقہ مظفر پور تشریف لائے اور ہمیشہ کے لئے حاجی پور میں مقیم ہو گئے۔

آپ کی وفات

۹۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا اور حاجی پور کے قریب قصبہ تنکول میں دریا کے کنارے مدفون ہوئے۔ ''محو تجلیات الٰہی'' تاریخ وصال ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کو اپنے پردادا حضرت سید معین الدین قتالؒ کے مزار اقدس جون پور میں بشارت ہوئی اور آپ گوڑ میں حضرت پیر سرمست تیغ آویزاں قدس سرہٗ کے پاس پہنچے اور ان کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم سے فیض یاب ہوئے۔ حاجی پور کے قریب سرمست پور ایک شہر آپ ہی کے نام سے آباد ہے اور کثرت استعمال سے سمستی پور کہا جانے لگا۔ (شرفاء کی نگری، حصہ اوّل، ص ۸۸)

□□□

حضرت شیخ فریدالدین بڈھن دیوان فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

(سہسرام)

نام : فریدالدین

لقب : بڈھن دیوان

وطن : بہار

وفات : 1546ء (عہد اسلام شاہ سوری)

مقام : سہسرام

پیرومرشد : حضرت شاہ ابوالخیر فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فرودسیہ

حالات زندگی

حضرت شیخ فریدالدین عرف مخدوم شاہ بڈھن دیوان فردوسی ابن قاضی شیخ مبارک، حضرت قاضی شیخ بوڑھن شہرگ کی اولاد سے تھے۔ آپ اصل رہنے والے موضع روح علاقہ بہار شریف کے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کا شجرۂ نسب

سابق صدر شعبۂ تاریخ، پٹنہ یونی ورسٹی اور معروف محقق و دانشور پروفیسر ڈاکٹر قیام الدین احمد نے اپنے تیار کردہ شجرہ نسب میں اور شاہ صاحبان سمری، علاقہ سہسرام ضلع شاہ آباد آرہ

کے نوشتہ ''شجرہ نورانیہ'' میں حضرت مخدوم شاہ بڈھن دیوان فردوسیؒ کو عثمانی شیخ لکھا ہے۔ مکمل شجرہ نسب درج ذیل ہے:

شیخ فریدالدین بڈھن دیوان بن قاضی شیخ مبارک بن شیخ ابومحمد بن شیخ محمود بن قاضی شیخ بوڑھن شہرگ بن شیخ بدرالدین بن شیخ صدرالدین بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ سلیمان بن شیخ منصور بن شیخ حاجی ابوکمال بغدادی بن شیخ موسیٰ مجذوب بن شیخ اویس سیلانی بن شیخ شعیب خوبرو بن شیخ اسماعیل بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد اسحاق بن شیخ محمد مہدی بن شیخ زکریا بن شیخ حاجی سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ نوح بن شیخ ادریس بن حضرت عبداللہ الاصغر بن حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ (شرفاء کی نگری، ص ۹۶)

خاندانی حالات

حضرت مخدوم شاہ فریدالدین بڈھن دیوان قدس سرہٗ کا خاندان قصبہ روح میں آباد تھا اور آپ کے اجداد عہدۂ قضاء پر مامور ہوتے چلے آئے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد جب مغلیہ حکومت مائل بہ زوال ہوئی تو ہندوستان میں بغاوت و بدامنی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہندوؤں اور مرہٹوں نے مسلم حکومت کے خاتمہ کے لئے سر توڑ کوششیں شروع کر دیں۔ تمام صوبہ داروں خصوصاً بنگال، اودھ اور دکن کے صوبہ دار مرکز سے دور اور علیٰحدہ ہوتے چلے گئے۔ موضع روح، بہار شریف کے علاقہ کا ہندو راجہ عموماً تمام مسلمانوں اور خصوصاً قاضیان موضع روح سے دشمنی اور عناد رکھتا تھا۔ ایک رات حملہ آور ہوا اور پورے خاندان کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ اس قتل و غارت گری میں حضرت بڈھن دیوان کے چھڑ دادا قاضی شیخ بوڑھن جو اُس وقت کم سن تھے۔ آپ بری طرح زخمی ہوئے۔ چونکہ شہ رگ نہیں کٹی تھی اور آپ زندہ بچ گئے تھے۔ آپ کی دایہ نے آپ کو نیم جاں حالت میں نانیہال پہنچا دیا۔ خاندانی نوادرات اور شاہی فرامین اور دستاویزات بھی آپ کے نانیہال والوں کے سپرد کیں۔ بعد میں جب آپ روبہ صحت ہوئے تو شیخ بوڑھن کے نام سے مشہور ہوئے۔ موضع روح اب ایک غیر آباد علاقہ ہے جہاں اِس خاندان کے ایک بزرگ قاضی شیخ مبارک کا مزار موجود ہے۔

اجازت وخلافت

حضرت مخدوم فرید الدین بڈھن دیوان فردوسی قدس سرہٗ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری کی تکمیل کر کے علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ بڑوں کی اجازت سے اپنے اوقات فقراء اور صوفیاء کی صحبتوں میں گزارنے لگے۔ آپ نے حضرت شاہ ابوالخیر فردوسیؒ سے بیعت کی اور سلسلہ فردوسیہ کی اجازت وخلافت حاصل کی۔ آپ ہی سے سلسلہ فردوسیہ بڈھن شاہی صوبہ بہار میں جاری ہوا۔

حضرت مخدوم شاہ کبیر درویش رحمۃ اللہ علیہ (بانی خانقاہ سہسرام)

ڈاکٹر پروفیسر قیام الدین احمد سابق صدر شعبہ تاریخ پٹنہ یونی ورسٹی، بہار کے مشہور ومعروف مورخ، محقق اور دانشور تھے۔ تاریخ پر بے شمار مضامین، مقالے اور کتابیں آپ نے تحریر کی ہیں۔ آپ کا نسبی تعلق حضرت مخدوم شاہ بڈھن دیوان فردوسی سے ہے۔ آپ کا نوشتہ (انگریزی میں) جو شجرہ نسب ہے اس میں آپ نے حضرت مخدوم شاہ کبیر درویش کو عثمانی النسب اور خانقاہ سہسرام کا بانی لکھا ہے۔ آپ کے الفاظ ہیں:

Hazrat Shah Kabir Darwesh (Founder and Sajjdanashin of Shassarhm Khanqah)

اور حضرت شاہ کبیر درویش کے پر دادا کا نام مخدوم شاہ جمال الدین عثمانی لکھا ہے۔ اس لئے اس میں کوئی شک اور شبہے کی بات نہیں رہی کہ خانقاہ سہسرام کے اصل بانی حضرت مخدوم شاہ کبیر درویش قدس سرہٗ ہیں۔ کئی پشتوں کے بعد بسلسلہ ازدواج خانقاہ کی سجادہ نشینی حضرت مخدوم شاہ بڈھن دیوان فردوسی قدس سرہٗ کے ورثاء میں منتقل ہوئی۔

حضرت مخدوم شاہ کبیر درویش مرید وخلیفہ حضرت شاہ نجم الدین کے تھے اور آپ نے سلسلہ قادریہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اسی سلسلہ کو خانقاہ سہسرام میں جاری رکھا تھا۔ شاہ صاحبان سمری دیو، علاقہ سہسرام ضلع آرہ کے ایک قلمی شجرۂ نسب جو پٹنہ سیٹی میں موجود ہے اس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

''شیخ کبیر درویش عثمانی بودند۔ اصل ایشاں موضع رسول پور ڈہرا علاقہ پرگنہ نوبت پور بلیا ضلع پٹنہ مضافات صوبہ بہار است۔ بزرگان ایشاں دراں موضع بودند وشاہ جمال یکے بزرگان نامی ایشاں درآں موضع آسودہ ہستند۔ شیخ علی پدر شاہ کبیر درویش در عظیم آباد محلہ جھاؤ گنج، کنارہ دریا گدام آسودہ ہستند۔ دریں زمان ہم آستانہ شاں درگدام بزازہ متصل چمنی گھاٹ است۔ صاحب گدام بجناب ایشاں ارادت دارد از ایں معلوم شد کہ راجہ جھاؤ لال عظیم آبادی بجناب ایشاں رجوع داشتہ محلہ جھاؤ گنج نذر ایشاں کردو تا زمانہ شاہ شمس الدین در دخل ایشاں بود۔ شاہ کبیر الدین (بن غلام محمد سجادہ پنجم خانقاہ سہسرام) فروخت نمودند۔''

محترم جناب شاہ محمد شمس الدین پاشا صاحب مرحوم نے ''بصائر'' کراچی میں لکھا ہے کہ مخدوم شاہ کبیر درویش کی شادی شاہ بڈھن دیوان کی بہن سے ہوئی تھی۔

جناب سید ابو ہریرہ ہاشمی مرحوم اپنی کتاب ''سلسلہ اشراف الانساب'' میں حضرت شاہ کبیر درویش قدس سرہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

''کبیر الدین المعروف حضرت کبیر الدین درویش کا شمار اٹھارہویں صدی عیسوی کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے۔ خانقاہ کبیریہ سہسرام اور مدرسۃ الاسلام کبیریہ سہسرام آپ کے نام نامی اسم گرامی سے موسوم ہے۔''

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۹۸)

□□□

حضرت سید شاہ شہباز محمد بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ

(محلہ ملّا چک، بھاگلپور)

نام : محمد

لقب : شہباز

وطن : بخارہ

ولادت : 1546ء، دیورہ بہار

وفات : 1050 ہجری بمطابق 1640ء (عہد مغل بادشاہ شاہ جہاں)

مدفن : محلہ ملّا چک، بھاگلپور

پیر و مرشد : حضرت میر یٰسین سامانی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان اور ولادت

محی السنہ، ماحی البدعہ حضرت مولانا سید شاہ شہباز محمد دیوروی بھاگلپوری قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت سید محمد خطاب بخارا کے رہنے والے تھے۔ آپ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد حج مع اہل و اعیال ۹۵۶ھ کو موضع دیورہ، پرگنہ ارول، ضلع گیا، صوبہ بہار تشریف لائے۔ اور اسی سال ۱۵۴۶ء کو بہ زمانہ ہمایوں بادشاہ حضرت مولانا سید شاہ شہباز محمد قدس سرہٗ موضع دیورہ بہار میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب

حضرت مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ نے اپنی کتاب ''تذکرہ صادقہ'' میں آپ کا جو نسب نامہ تحریر کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

مولانا سید شہباز محمد بن مولانا سید محمد خطاب بن مولانا حاجی سید خیر الدین بن سید علی اصغر بن سید علی اکبر بن سید اسماعیل بن سید اسحاق بن سید سعدی بن سید یعقوب بن سید محمد بن سید محمود بن سید مسعود بن سید احمد لاہوری بن سید خدا بخش بن سید جلال بن سید یوسف بن سید ملا ابراہیم بن سید عبداللہ بن سید کمال الدین کرمانی بن سید احمد بن سید علی بن امام جعفر صادقؒ بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ (شرفاء کی نگری، ص ۱۱۱)

بیعت وخلافت

حضرت سید شہباز بھاگلپوری قدس سرہٗ کا خاندان بخارا سے کرمان اور لاہور ہوتا ہوا بہار پہنچا ہے۔ آپ موضع دیورہ میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم مکمل کی اور زندگی کا ایک بڑا حصہ اسی موضع میں گزارا۔ آپ نے علوم ظاہری حضرت شاہ محمد عباسی دیورویؒ سے حاصل کی اور علوم باطنی میں حضرت میر سید یٰسین سامانیؒ مقیم بہار سے فیض یاب ہوئے۔ بیعت وخلافت بھی آپ کو حضرت میر یٰسین سامانی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے حاصل تھی۔

ولی ہونے کی بشارت

''مرأۃ الکونین'' مصنفہ مولوی غلام نبی فردوسی میں لکھا ہے کہ ''حضرت شہباز کے والد کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت ہوئی کہ تیری صلب میں ایک اولاد ولی کامل ہوگا۔ اور یہ حکم ہوا کہ ہندوستان جاؤ۔ چنانچہ یہاں مع اہل خانہ تشریف لائے۔ چند روز لاہور میں مقیم رہے پھر موضع دیورہ، بہار میں آکر ٹھہرے۔

تعلیم وتربیت

جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو مکتب میں بٹھائے گئے، معلم نے کہا۔ کہو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط، عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔ آپ نے معلم سے پوچھا اللہ کون ہے۔ اور رحمان کیا ہے۔ قرآن کس کو کہتے ہیں۔ معلم نے کہا۔ اے لڑکے تمہیں اس سے کیا مطلب جو میں کہتا ہوں کہو۔ آپ نے کہا۔ پڑھنے سے مراد ادراک ہے۔ جب میں نے سبق اوّل ہی نہ سمجھا تو

پڑھنے سے فائدہ کیا۔ اس بات سے سب کو حیرت ہوئی۔ معلم نے کہا تمہاری عمر ابھی اس کے سمجھنے کی نہیں ہے۔ آپ نے کہا میں نے اس قدر سمجھا ہے کہ اللہ جو سب سے بڑا ہے۔ اور رحمٰن بھی جو اس کی صفت ہے۔ اور قرآن وہ چیز ہے جس سے لڑکوں کو ہر بات سے آگاہی ہو۔ معلم متحیر ہوا اور ساری بات آپ کے والد سے عرض کی۔ انہوں نے (والد نے) کیفیت بشارت بیان فرمائی اور آپ کو بخارا لے گئے کہ اپنے مرشد کے سپرد کر دیں۔ جب آپ قریب بخارا پہنچے تو کوس بھر یا تین کوس کے فاصلہ پر تھے کہ وہ بزرگ کھڑے ہو گئے اور تبسم فرمایا اور حاضرین سے فرمایا ایک شخص آتا ہے۔ جس کے سبب شب کو حضرت رسول کریم ﷺ نے مجھے بشارت دی ہے اور فرمایا کہ جو امور میرے باقی رہ گئے ہیں وہ اسی شخص آنے والے پر موقوف ہیں۔ چنانچہ آپ پیشوائی کر کے لائے سرودست پر آپ کے بوسہ دیا۔ پھر اپنی جگہ پر لے گئے۔ پھر آپ کو پڑھانا شروع کیا۔ ایک سال کے عرصہ میں تحصیل علم سے آپ نے فراغت پائی۔

شادی واولاد

تیس سال کی عمر تک دیورہ میں مقیم رہے۔ حضرت سید شہباز محمد قدس سرہٗ کی شادی، حضرت شاہ محمد عباس دیوریؒ کی پوتی بی بی سلیمہ خاتون بنت عبدالعلی سے دیورہ میں ہوئی۔ جن کے بطن سے سید شاہ عبدالحمید اور حضرت بی بی رابعہ تولد ہوئے۔

بھاگلپور تشریف آوری

تیس سال کی عمر میں آپ دیورہ سے بھاگلپور تشریف لے گئے اور وہیں مستقل قیام فرمایا۔ بھاگلپور میں تاحیات درس وتدریس اور رشد وہدایت خلق میں مشغول رہے۔ جناب اعجاز الحق قدوسی مرحوم اپنی کتاب ''تذکرہ صوفیائے بنگال'' کے صفحہ ۱۷۵۔۱۷۶ کے حاشیہ پر بحوالہ ''نزہۃ الخواطر'' لکھتے ہیں:

> ''وہ ہمیشہ درس وتدریس میں مشغول رہتے۔ درس وتدریس میں انہیں اس قدر انہماک تھا کہ انہوں نے مرض الموت میں بھی درس وتدریس کو نہ

چھوڑا۔ وفات سے کچھ پہلے وہ مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے تھے۔ جیسے ہی درس سے فارغ ہوئے ان کی وفات ہوگئی۔ ''حضرت مولانا عبدالرحیم زبیری الہاشمیؒ'' ''تذکرہ صادقہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''آپ نے مدۃ العمر باتباع سنت نبویہ درس وتدریس علوم ظاہر یہ وبہدایت وارشاد امور باطنیہ بسر کیا۔ صدہا طالب علم آپ کے فیض صحبت سے درجہ اعلیٰ کو پہنچے، اور اولیائے کاملین سے ہوئے۔'' (شرفاء کی نگری، ص ۱۱۲)

پیدائشی ولی

برادرم سید علی مرتضیٰ پرویز مرحوم نے اپنی کتاب ''تاریخ کے گمشدہ اوراق'' میں لکھا ہے کہ ''تذکروں میں تحریر ہے کہ حضرت مولانا شہباز کی ولادت سے قبل حضرت شاہ شرف الدین مخدوم جہاں بہاریؒ اور مخدوم جلال الدین پنڈویؒ میں بھاگلپور کی ولایت کے بارے میں جب بحث ومباحثہ ہوا تو رسول مقبول ﷺ نے عالم مراقبہ میں تشریف لاکر حکم دیا کہ بھاگلپور کی ولایت تو شہباز ولی اللہ کے نام طے ہوچکی ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا آپ پیدائشی ولی تھے۔ جب حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میرے فاتحہ میں شہباز کا نام بھی شامل رکھنا۔ مریدوں نے عرض کیا کہ یہ شہباز کون بزرگ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شہباز ہے جس کی پرواز عرش تک ہوگی ایک طالب علم حضرت شہباز سے ''شفا اور ارشاد'' (جو شیخ بوعلی سینا کی تصانیف میں سے ہے) پڑھتا تھا۔ ایک مشکل مقام پر طالب علم حضرت سے بحث کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں جو کہتا ہوں وہی مصنف کی مراد ہے۔ طالب علم نے کہا کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ اتنے میں ایک اجنبی حضرت کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا ''خیر ان سے پوچھ لو''۔ شاگرد نے اس اجنبی سے پوچھا تو اس نے بھی وہی بتایا جو حضرت شہباز بتا رہے تھے۔ طالب علم نے اجنبی سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام بوعلی سینا ہے اور غائب ہوگیا۔''

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''اولیائے پاک وہند'' از مولانا ولی حسن ٹونکی)

آپ کی خانقاہ کی کرامت

معروف شاعر و ادیب جناب منظر علی خاں منظرؔ نے جو اپنا تبصرہ کیا ہے۔ اس میں حضرت مولانا شہباز محمد قدس سرہٗ کی خانقاہ کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"کچھ اور بڑا ہوا تو حضرت مولانا شہباز کی گدی سے واقفیت ہوئی جو مولانا چک میں جامع مسجد سے متصل تھی حضرت شہباز اور ان کے رفقاء کے مزارات مسجد کے صحن میں واقع ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔ بھاگلپور میں کسی کو بھی خواہ کتنا ہی زہریلا سانپ کاٹ لے زندہ اگر مولانا چک پہنچ جائے اور گدی نشیں صاحب کے ہاتھوں سے پانی پی لے تو وہ مر نہیں سکتا یہ طے ہے۔ ہم نے اپنے ہائیجن کے امتحان میں یہی جواب دیا تھا۔ ویسے جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے وہ بھی لکھ دیا تھا۔ ممتحن پنڈت سری موہن پرشاد تھے۔ انہوں نے مجھے بلا کر شاباشی دی کہ بیٹا صحیح جواب تم نے بتایا۔ مولانا چک ہر مذہب کے لوگ جاتے تھے اور شفایاب ہوتے تھے۔ ان مزارات میں مدفون صوفیائے کرام کا فیض ہے کہ ہندوستان کے کونے کونے میں اذانوں کی صدا گونج رہی ہے"

مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی "تذکرہ علمائے بہار" میں تحریر فرماتے ہیں: "حضرت مولانا نے بنگال اور بہار میں اشاعت اسلام کی بڑی خدمت کی۔ آپ کی خانقاہ سے محبت اور اخوت کی تعلیم ہندوستان کے بیشتر حصوں میں پہنچی۔ سیالکوٹ، ڈھاکہ، میدنی پور، بردوان، تیگھڑہ، پٹنہ اور انبالہ کے قرب و جوار کے علاقے اسلام اور روحانیت سے روشن ہوئے، ڈبلو۔ ڈبلو۔ ہنٹر کی مرتبہ "بنگال منسکر پٹ ریکارڈ" کے صفحہ ۳۷ پر مرقوم ہے کہ سرجان شور کی صدارت میں فورٹ ولیم کو جن پرانے مدارس کا حال مل سکا، ان میں بھاگلپور کا مدرسہ شہبازیہ بھی ہے، جو اس زمانہ میں درس و تدریس کا بڑا دینی مرکز تھا۔"

دوسری شادی اور اولاد

محی السنۃ ماحی البدعہ حضرت مولانا سید شاہ شہباز محمد قدس سرہٗ پہلی بیوی کی وفات کے بعد جب ۹۸۵ھ میں بھاگلپور تشریف لے گئے تو وہاں دوسری شادی کی جن سے آپ کے دو صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالسلام اور حضرت مولانا سید شاہ محمد صفی سیالکوٹی تھے۔ جن کے ورثاء محلہ ملّا چک بھاگلپور میں آباد ہیں اور حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس سرہ کے مشن کی تکمیل میں مشغول ہیں۔ آپ کی اہلیہ اولیٰ کے ورثاء محلہ تمو ہیہ، عظیم آباد میں مقیم رہے اور مسلک اہل حدیث پر گامزن ہوکر خدمت تبلیغ دین کا کام انجام دیتے رہے ہیں۔ محلہ تمو ہیہ کا یہی وہ خاندان ہے جو علمائے صادق پور حضرت مولانا ولایت علی اور حضرت مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ تحریک جہاد سید احمد شہید میں مرکزی کردار ادا کرتا رہا اور جانی و مالی قربانیاں دیتا رہا۔ محلہ تمو ہیہ اور صادق پور، پٹنہ جہاد تحریک کا مرکز تھا۔ جہاں سے صوبہ سرحد اور افغانستان کو مجاہدین کی کھیپ اور سامان حرب کے لئے مالی وسائل بہم پہنچائی جاتی تھی۔ بلاشبہ حضرت مولانا سید شاہ شہباز محمد قدس سرہٗ نے علوم ظاہری و باطنی اور جذبہ شہادت و قربانی فی سبیل اللہ کی جو شمع روشن کی تھی اس کو آپ کے ورثا نے آج تک قائم رکھا ہے اور چراغ سے چراغ روشن ہو رہے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کی وفات

حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس سرہٗ کا وصال، حضرت مولانا عبدالرحیم صادق پوری کے بیان کے مطابق ۱۵ر صفر ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء کو بروز جمعرات ہوا۔ تاریخ وصال (غمی اور ستون دین اُفتاد) سے نکلتا ہے۔ آپ کی قائم کردہ خانقاہ اور آپ کی آخری آرام گاہ صوبہ بہار کے شہر بھاگلپور کے محلہ ملّا چک میں ہے۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۱۳)

□□□

حضرت ملّا محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

(امتھوا شریف، ضلع گیا)

نام : شفیع

وفات : 1705ء (عہد مغل بادشاہ اورنگ زیب)

مدفن : امتھوا شریف، ضلع گیا

پیرومرشد : حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالہادی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں آپ کا حصہ

بادشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تالیف وتدوین کیا تو ملک کے بڑے بڑے علمائے وقت کو دعوت دے کر دہلی طلب کیا۔ یہ ایک بڑا دینی اور تاریخی اہمیت کا حامل کام تھا۔ جس کو اورنگ زیب عالمگیر جیسے اسلام پسند سلطان نے اپنے دور حکمرانی میں مکمل کرایا۔ اس کو ''فتاویٰ عالمگیری'' اور فتاویٰ ہندیہ'' بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب کو برصغیر کے جید علمائے وقت کی ایک کمیٹی نے باہمی مشاورت اور اجتماعی کوششوں سے مرتب کیا۔ اس کام کے لئے صوبہ بہار سے بھی علماء کی ایک بڑی جماعت کو دہلی بلایا گیا۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔	ملا محمد شفیع عثمانی	ساکن موضع امتھوا، ضلع گیا
۲۔	مولانا نظام الدین	ساکن موضع امتھوا، ضلع گیا
۳۔	ملا سید محمد فائق	ساکن موضع امتھوا، ضلع گیا

۴۔ مولانا عنایت اللہ ضلع مونگیر
۵۔ مولانا شیخ رضی الدین ضلع بھاگلپور
۶۔ ملا محمد فصیح الدین جعفری ساکن پھلواری شریف، پٹنہ
۷۔ ملا محمد اکرم بہاری (شرفاء کی نگری، ص ۹۳)

علمی لیاقت اور دربارِ شاہی سے تعلق

مولانا محمد شفیع عثمانی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم دین اور ماہر خوش نویس تھے۔ اسناد سلاطین اور فرامین شاہی میں آپ کو مولوی معنوی جیسے خطابات سے نوازا گیا ہے۔ آپ بحیثیت معلم واتالیق دربار دہلی سے بھی منسلک رہے۔ اور عہدۂ قضاء پر بھی فائز کئے گئے۔ آپ کا مشغلہ درس وتدریس تھا۔ موضع امتھوا کی مسجد سے متصل ایک حجرہ میں طلباء کو عربی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کو بیعت وخلافت حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالہادی مرادآبادی سے سلسلہ قادریہ میں تھی۔ چونکہ شاہان مغلیہ کو مولوی معنوی حضرت مولانا محمد شفیع سے خاص عقیدت تھی اس لئے شاہزادگان آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے عہد حکومت کے گیارہویں سال میں تالیف وتدوین اور جمع فتاویٰ عالمگیری کے لئے علماء کی جو کمیٹی بنائی تھی اس میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت مولانا شفیع علیہ الرحمۃ کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت خواجہ محمود غزنویؒ بغداد سے غزنی آکر آباد ہو گئے تھے۔ بعد میں غزنی سے سرہند اور دہلی ہوتے ہوئے صوبہ بہار تشریف لائے اور موضع جگن بیگہ نزد موضع فیروزی وکا کو متوطن ہوئے۔ آپ حضرت سید محمد گیسودراز قدس سرہٗ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت خواجہ محمود کا مزار موضع بھجکوری میں ہے۔

آپ کا نسب نامہ

حضرت مولانا محمد شفیع علیہ الرحمۃ کا مکمل نسب نامہ کہیں سے حاصل نہ ہوسکا۔ رسالہ ''بصائر'' کراچی میں چند نام درج ہیں وہ اس طرح ہیں:

محمد شفیع بن شریف محمد بن خواجہ تاج الدین بن خواجہ حسن بن خواجہ بڑے صوفی بن خواجہ بایزید بن خواجہ احمد بن خواجہ محمود غزنوی العثمانیؒ۔

آپ کے وارثین

حضرت مولانا محمد شفیع علیہ الرحمۃ کی پر پوتی بی بی رحمانی بنت شیخ محمد اسلم بن قاضی بدیع الزماں کی شادی شیخ محمد صابر سے ہوئی تھی جو شیخ حبیب الحسنین ساکن موضع امتھوا کے والد تھے۔ اس طرح شاہ صاحبان امتھوا وسمری مولانا کی دختری اولاد ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ شاہ محمد شمس الدین پاشا مرحوم، پروفیسر ڈاکٹر شمس الضحیٰ مرحوم اور ڈاکٹر شفیق حیدر ساکنان کراچی، پروفیسر ڈاکٹر کلیم الدین احمد، ڈاکٹر قیام الدین احمد، شاہ محی الدین، شاہ طحہٰ اور شاہ قیام الدین وغیرہ ساکنان پٹنہ شیخ حبیب الحسنین امتھوی کی اولاد سے ہیں۔ (شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۹۴)

□□□

حضرت مولانا شیخ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ

(رائے پور، فتوحہ، پٹنہ)

نام : حسن

لقب : مولانا

وفات : 1215 ہجری بمطابق 1800ء (عہد مغل بادشاہ اکبر ثانی)

مدفن : رائے پور، فتوحہ

پیرومرشد : حضرت شاہ منعم پاک ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : ابوالعلائیہ

حالات زندگی

آپ صحیح النسب سادات میں سے ہیں اور بیعت وخلافت کا شرف بڑے حضرت (حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ) سے رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ کو سجادہ نشینی سے انکار تھا اور کئی بار آپ اس عہدے کو قبول کرنے سے ہٹ جاتے تھے۔ مگر حضرت عشق قدس سرہٗ نے آپ کو رسوم سجادہ نشینی کے ادا کرنے کو مجبور کیا۔ پہلے میر اشرف کے مقبرے میں قیام پذیر تھے اس کے بعد رائے پورہ (فتوحہ) میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ متوکل بزرگ تھے سوائے مریدوں کے کسی حکام وامراء سے نہیں ملتے تھے۔ آپ ولایت کے درجہ کمال پر فائز ہونے کی وجہ سے ظاہری نمود ونمائش سے بے نیاز تھے اور بازار سے خود ہی ضرورت کی چیزیں خرید لاتے تھے۔

شریعت کی پابندی

آپ کے تصرفات میں سے ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ پر ہمیشہ کیفیات کا غلبہ رہتا تھا مگر حالت خودرفتگی و بے خودی میں بھی اتباع شریعت اور تہجد و اشراق وغیرہ، نمازوں کی ادائیگی تلاوت قرآن مجید اور دلائل الخیرات کبھی آپ سے ناغہ و ترک نہیں ہوئے۔

فقیری زندگی

اہل وعیال اور کثرت تعلقات کے باوجود آپ کبھی بھی معاشی معاملات کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آپ دنیا اور اہل دنیا سے نفرت کرتے تھے اور اپنی ہمت و کوشش کو توکل و مجاہدہ اور ریاضت وغیرہ میں لگاتے تھے۔ مقام معرفت کے انوار وجلال آپ کے خوبصورت چہرے پر اس طرح چمکتے تھے کہ بہت سارے لوگ صرف آپ کا دیدار کر کے بے خود ہو جاتے تھے۔ جو کوئی آپ سے ملنے آتا اس کے دل سے اللہ کے علاوہ دنیا اور ہر چیز کا خیال نکل جاتا۔

آپ کی وفات

آپ نے عظیم آباد میں انتقال فرمایا اور آپ کا مزار شریف رائے پورہ (فتوحہ) میں ہے۔ آپ کے انتقال سے تین روز قبل ایک مجذوب شخص عظیم آباد کے چوک پر آیا اور فریاد کرنے لگا کہ اس جگہ کا قطب جاتا ہے۔ جس روز آپ کا انتقال ہوا اس روز وہ مجذوب چیخنے چلانے لگا کہ آج قطب گیا، گیا۔ آپ کی تاریخ وفات کا مادہ ''آفتاب طریقت بود اور وصل المعشوق الی العاشق'' ہے اور ۱۲۱۵ھ میں ۱۸ محرم الحرام تاریخ ہے۔ آپ کے مریدین بڑے صاحب کمال گزرے ہیں۔ (اخبار الاولیاء، ص ۴۳)

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ غلام حسن علیہ الرحمۃ ہیں ان کی تربیت کچھ تو حضرت مولانا حسن رضا رائے پوری قدس سرہ کی حیات ہی میں ہو گئی تھی اور اپنے والد کے وصال کے بعد واقف اسرار خفی اور جلی حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کی خدمت میں

رہ کر حاصل کی اور حضرت شاہ بوالبرکات قدس سرہٗ سے بھی کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔

بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ۲۴ر محرم شریف ۱۲۶۶ھ کو رائے پورہ میں انتقال فرمایا اور حضرت مولانا حسن رضا قدس سرہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کے خلفاء میں حضرت سید شاہ محمد تقی علیہ الرحمہ (بلخی) ہیں جو رشتے میں آپ کے اپنے بھانجے بھی ہیں۔ انہوں نے ایک مدت تک آپ سے تربیت پائی ہے۔ یہ حضرت مولانا مظفر بلخی قدس سرہٗ کی اولاد میں ہیں۔ بچپن میں اپنے خاندان میں بیعت ہو گئے تھے لیکن پھر حضرت مولانا حسن رضا قدس سرہٗ سے اسی سلسلہ فردوسیہ میں تجدید بیعت کیا۔ آپ علم طبابت بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔

آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ عاشوری علیہ الرحمۃ ہیں جو باڑہ (ضلع پٹنہ) میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں کے لوگ آپ سے بیعت ہیں اور بہت سارے لوگ آپ سے فیضیاب ہوتے تھے۔

آپ کے خلفاء میں حضرت سید شاہ شمس الدین حسین قدس سرہٗ ہیں جو داناپور میں تشریف رکھتے تھے۔ اور بہت سے لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے۔ آپ کی تاریخ وفات ۲ر صفر (۱۲۴۹ھ) ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی صوفی (م۔ ۱۲۴۵ھ) نے بھی میر اشرف کے مقبرہ میں آپ سے کچھ استفادہ فرمایا تھا۔ (اخبار الاولیاء، ص ۴۴)

□□□

حضرت مخدوم شاہ حسن دوست رحمۃ اللہ علیہ

(کریم چک، چھپرہ، ضلع سارن)

نام : فرحت اللہ

لقب : مخدوم شاہ حسن دوست

وفات : 1226 ہجری بمطابق 1811ء (عہد مغل بادشاہ اکبر ثانی)

مدفن : کریم چک، چھپرہ، ضلع سارن

پیرومرشد : حضرت مخدوم شاہ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

حالات زندگی

حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ قدس سرہٗ کا نام نامی شاہ فرحت اللہ اور لقب مخدوم شاہ حسن دوست ہے۔ حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری استدعا ہے کہ اگر میرے لئے فقیری کا فیصلہ فرمائیں تو بایزید کی طرح اور بادشاہت بخشیں تو مانند سکندر۔ آپ نے انہیں حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کے سپرد فرمایا۔

بیعت وخلافت

حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ نے ایک توجہ ان پر ایسی ڈالی کہ تین دنوں بعد اس کیفیت سے افاقہ ہوا اور کامیاب وبامراد ہوگئے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ کے مقبول ومنظور نظر تھے اور حسن دوست کا لقب انہیں کا عطا کردہ ہے۔ طریقۂ قادریہ میں بیعت کا

شرف رکھتے تھے لیکن دوسرے سلسلے کو بھی دیگر بزرگوں سے حاصل فرمایا تھا۔ حضرت مولانا وارث رسولنما بنارسی کا سلسہ قادریہ ان کا خاندانی سلسلہ تھا۔

آپ کی وفات

۹ رشعبان ۱۲۲۶ھ کو وصال فرمایا۔ تاریخ وفات ؎

چونکہ امام دین شہ عالی — شاہ حسن دوست عاشق مولا
شد بلقای ربّی واصل — ہمچو کہ برسد قطرہ بدریا
طایر رو حش قفس تن را — بشکست و بسپرید بعلا
سال وصالش را می جستم — گشت ازان حضرت بمن القا
قال امیر المومنین حیدر — فزتُ بربّ الکعبۃ ابدا

۱۲۲۶ھ

آپ کے خلفاء

مزار شریف چھپرہ سے ایک میل کی دوری پر کریم چک میں ہے۔ آپ علم طبابت میں بھی بڑے ماہر تھے۔ اب تک یہ علم ان کے خاندان میں موجود ہے۔ آپ کے خلفاء بڑے صاحب تاثیر ہوئے ہیں۔

شاہ فضل علی مرحوم آپ کے خلفاء میں ایسے تھے کہ ان کے بارے میں آپ فرماتے تھے کہ انہوں نے میری زندگی میں ہی میرے سلسلے کے مطابق اپنی تکمیل کر لی ہے۔ صاحب شعار توحید تھے بلکہ آپ پر توحید کا اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلمہ حق زبان پر آجاتا تھا، جسے سن کر اکثر بیگانے اور لاعلم لوگ آپ پر طعنہ زن ہو جایا کرتے تھے۔

آپ کے خلیفہ بڑے صاحبزادے حضرت قبلہ دارین جناب حکیم شاہ مظہر حسین صاحب بھی تھے۔ انہیں کے لئے رسالہ مظہر اسرار تالیف ہوا۔ انہوں نے سلسلۂ خاندانی اور سلسلۂ ابوالعلائی میں اپنے والد سے ہی تکمیل حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ مرزا مظہر جان جاناں قدس اسرہٗ کے ایک خلیفہ سے سرہند میں سلسلہ (مجددیہ) اور خواجہ میر درد قدس سرہٗ کے ایک خلیفہ

سے طریقہ محمدیہ خالصیہ بھی حاصل کیا ہے۔

اس گروہ (صوفیہ) کی جس قدر کتابیں آپ کے ملاحظہ اور مطالعہ میں رہیں کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی ہوں گی۔ اس گروہ (صوفیہ) کے معاملات پر جیسی تحقیق اور مشق حضرت کو حاصل ہے دوسرے کاملین کو بھی اس درجہ رسائی نہیں ہوئی ہوگی۔ آپ اپنے وقت کے غوث ہیں لیکن کبھی تصرفات و کرامات کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ کرامت حیض الرجال (کرامت مردوں کے حیض کی مانند ہے)۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۱ھ کو انتقال فرمایا اور کریم چک میں مدفون ہوئے۔ مولوی محمد سعید صاحب مدظلہ العالی نے تاریخ وفات میں عربی قطعہ کہا ہے ؎

عارف باللہ فان فی الاحد — الذی کان اسمہ مظہر حسین
بد بعد النقل من دارالفنا — جنۃ الماوٰی بلا ریب و مین
ان ارادت الکشف عن تاریخہ — اسقط الاثنین عن مظہر حسین

۱۲۷۱ھ = ۲ - ۱۲۷۳ھ

فارسی قطعہ تاریخ ؎

شاہ مظہر حسین دین پرور — کز گنہ پاک بود دامن او
چوں مسیحا طبیب روح وجسد — رشک خورشید راہی روشن او
چار شنبہ ز آخرین ربیع — جان پاکش جدا شد از تن او
میدھد از تجلی رحمٰن — جلوہ طور خاک مدفن او
گفت سال وفات او حسرت — جنت خلد باد مسکن او

۱۲۷۱ھ

(اخبارالاولیاء، ص ۵۱)

□□□

حضرت سید شاہ ولایت علی ہمدانی اسلام پوری

(اسلام پور)

نام : ولایت علی

ولادت : ۱۲۱۷ھ

وطن : ہمدان

وفات : 1300 ہجری بمطابق 1882ء (عہد برطانیہ حکومت)

مدفن : اسلام پور

پیرومرشد : نانا حضرت سید شاہ ہدایت علی بلخی، فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : قادریہ

سلسلۂ بیعت

صوبہ بہار میں اسلام پور ایک مشہور اور بڑا قصبہ ہے۔ جہاں مختلف مذاہب کے لوگ کثیر تعداد میں آباد ہیں اس قصبہ میں سلسلہ قادریہ ابوالعلائیہ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سید شاہ ولایت علی ہمدانی قدس سرہٗ العزیز کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ آپ اپنے وقت کے صاحب کشف وکرامت بزرگ اور یگانہ و بے مثل تھے۔ اہل مراقبہ اور محبت وکشش کے مالک تھے۔ صاحب حال اور زاہد ومرتاض تھے۔ آپ نو سال کی عمر میں اپنے نانا حضرت سید شاہ ہدایت علی بلخی فردوسی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کے نانا محترم چونکہ بستر علالت پر تھے اس لئے اسی وقت اجازت وخلافت دے کر حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قادری ابوالعلائی خسروپوریؒ کے پاس تعلیم ظاہری وباطنی کے لئے روانہ کیا۔

تعلیم وتربیت

حضرت سید شاہ ہدایت علی بلخی فردوسی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جب آپ کی عمر گیارہ سال کی ہوئی تو آپ کی تعلیم کا باضابطہ سلسلہ شروع ہوا۔ تمام تذکرہ نگاروں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اکتساب وتکمیل علوم باطنی آپ نے سلسلہ ابوالعلائیہ منعمیہ میں حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قادری ابوالعلائی قدس سرہٗ سے کی۔ آپ کی تعلیم ظاہری سے متعلق تمام تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ اور آپ کے نواسے اور سجادہ حضرت سید شاہ محمد عبدالقادر ابدالی علیہ الرحمۃ بھی اس سلسلہ میں لاعلمی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی تالیف کردہ کتاب ''انوار ولایت'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ بات تحقیق کو نہ پہنچی کہ آپ کس سن میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے اور نہ یہ معلوم ہوا کہ عربی میں آپ کا مبلغ علم کہاں تک تھا۔ لیکن فارسی میں پوری اور کامل استعداد تھی۔''

بیعت وخلافت

آپ نے اپنے نانا حضرت سید شاہ ہدایت علی بلخی فردوسیؒ سے ان کے وصال کے وقت جبکہ آپ کی عمر نو سال کی تھی بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کی تعلیم باطنی کا سلسلہ باضابطہ طور پر حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہٗ نے اس وقت شروع کیا جب آپ گیارہ سال کے ہوئے۔

آپ کے اجداد

حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلائی قدس سرہٗ کے اجداد کا وطن ہمدان تھا اور آپ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کشمیریؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے نسب کے سلسلہ میں برادرم سید شمیم منعمی مدظلہ ماہنامہ ''رفاقت'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''آپ کا نسب پدری حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام محمد دیباج سے ملتا ہے۔ حضرت سید علی ہمدانی کے صرف ایک صاحبزادے اور صاحبزادی کا پتہ چلتا ہے۔ ان ہی صاحبزادے یعنی میر سید محمد ہمدانی کی اولاد ایران اور برصغیر ہندو پاک کے مختلف خطوں میں آباد ہے۔ ہندوستان

میں کشمیر، شری نگر کے علاوہ پنجاب میں بھی ہمدانی سادات کی آبادی ہے۔ مشرقی پنجاب کے مشہور قصبہ بٹالہ میں بھی ہمدانی سید رہتے ہیں اور ان کا محلہ (محلہ ہمدانیہ) کے نام سے مشہور تھا۔ تقسیم کے بعد یہ لوگ لاہور ہجرت کر گئے۔ حضرت میر سید محمد ہمدانی بن میر سید علی ہمدانی کے صاحبزادے حضرت سید علاء الدین ہمدانی کا مزار بہار شریف سے متصل ایک قصبہ لوہانگی میں بتایا جاتا ہے۔ صوبہ بہار میں آباد ہمدانی سادات ان ہی کی اولاد سے ہیں۔"

حضرت سید شاہ عبدالقادر قادری ابوالعلائی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "انوار ولایت" کے صفحہ ۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: "بہار شریف کے متصل ایک گاؤں ہے لوہانگی اس گاؤں میں چھوٹی سی قناتی مسجد کے اندر میر سید علی ہمدانی کے پوتے سید علاء الدین ہمدانی کا مزار ہے اور پختہ بنا ہوا ہے۔ اور آپ کے مزار کے متصل بارہ گزی، تیرہ گزی دو مزار مشہور زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کب اور کیوں کر بہار تشریف لائے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپ اور آپ کی اولاد بہار میں مقیم ہوئی۔ چنانچہ کوشک محلہ ہمدانیوں کے قیام کی جگہ مشہور ہے۔"

سلسلۂ نسب

آپ کے سلسلہ نسب کو صاحب "مخزن الانساب" جناب سید کریم الدین صاحب میر دادی اور "کنز الانساب" میں سید شاہ عطا حسین داناپوری نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لیکن اس خاندان کی اپنی کتاب "انوار ولایت" مصنفہ سید شاہ عبدالقادری ابوالعلائی سجادہ نشیں خانقاہ اسلام پور میں جو نسب نامہ پدری آپ کا تحریر ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلائی جعفری ہمدانی بن سید کریم بخش بن سید میر علی بن سید حسن علی بن سید محمد افضل بن سید رفیع الدین بن سید ولی بن سید اعظم بن سید نصیر الدین بن سید راجی محمد بن سید عبداللہ بن سید اشرف بن سید اسحاق بن سید صدر الدین بن سید بدر الدین بن سید شمس الدین سیہ پوش ہمدانی بن سید علاء الدین ہمدانی بن سید محمد ہمدانی بن سید امام ربانی امیر کبیر میر سید علی ہمدانی بن سید محمود ہمدانی بن سید احمد ہمدانی بن سید امام الدین ہمدانی بن سید نور الدین ہمدانی بن سید نصیر الدین ہمدانی بن سید ظہیر الدین ہمدانی بن سید طاہر ہمدانی بن سید

جلال الدین ہمدانی بن سید جمال الدین ہمدانی بن سید ابو یوسف عرف قاضی القضاۃ ہمدانی بن سید یعقوب ہمدانی بن سید یحییٰ ہمدانی بن سید قیام الدین ہمدانی بن سید قاسم ہمدانی بن سید برہان الدین ہمدانی بن سید امام محدم دیباج بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(شرفاء کی نگری، ص ۱۵۰)

حالات زندگی

حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلائی ہمدانی قدس سرہٗ العزیز اپنے آبائی قصبہ اسلام پور میں اپنے نانا حضرت سید شاہ ہدایت علی بلخی فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا دادیہالی مکان بھی اسی قصبہ میں تھا۔ چونکہ سید ہدایت علی بلخی فردوسی کو کوئی اولاد ذکور نہ تھی اس لئے آپ نے اپنے نواسہ حضرت سید شاہ ولایت علی ہمدانی قدس سرہٗ کو اپنے وصال سے قبل سلسلہ قادریہ، فردوسیہ میں بیعت کر کے تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اپنی سجادگی پر رونق افروز فرمایا۔

شریعت کی پابندی

حضرت سید شاہ ولایت علی ابوالعلائی قدس سرہٗ کو اپنی ساری زندگی اتباع شریعت کا ہمیشہ خیال رہا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہمعصر علماء ومشائخ کا قول ہے کہ آپ کی حالت صحابہ کرام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالتوں سے بہت مشابہ تھی۔ آپ اپنی اولاد، مریدان اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا فرمایا کرتے کہ: ''خدایا ہمیشہ مذہب اسلام پر اہل سنت والجماعت حنفی طریقہ پر قائم دائم رکھ۔'' آپ نے مکہ مکرمہ کا دو سفر کیا۔ پہلے سفر میں دو حج کئے اور ۱۲۹۶ھ میں تیسرا حج کیا۔ آپ نے اپنی زندگی ایک خاص اصول کے تحت گزاری اور وظائف کے لئے اوقات مقرر تھے۔ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ کی اوراد فتحیہ روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ مراقبہ آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ کثرت مراقبہ کی وجہ سے آپ کی گردن مستقل طور پر خم ہوگئی تھی۔ حضرت سید شاہ علی حبیب قادری مجیبی پھلواروی قدس سرہٗ اکثر آپ کی خمیدہ گردن کے متعلق

فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولایت علی صاحب کی تو صورت ہی مراقبہ کی ہوگئی ہے۔'' حافظ احمد رضا خاں صاحب بہادر سکندر نواز جنگ اپنے ایک خط میں جناب سید شاہ عبدالقادر ابوالعلائی اسلام پوری کو لکھتے ہیں:

''میرے پیر و مرشد جناب مولانا حافظ قاری امیر الحسن صاحب قدس سرہٗ العزیز نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ شاہ ولایت علی میرا محبوب ہے۔ حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی چودہ برس خدمت کی ہے۔ بڑا درجہ ہے۔ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ العزیز نے مجھ کو ہدایت فرمائی کہ اسلام پور جا کر حضرت شاہ ولایت علی صاحب سے اوراد فتحیہ کی سند اور اجازت لوں اور اوراد فتحیہ انہیں پڑھ کر سنادوں اور فرمایا کہ حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادوں میں بڑے شخص ہیں۔''

اپنے شیخ سے محبت

حضرت الحاج سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلائی ہمدانی اسلام پوری قدس سرہٗ کو اپنے شیخ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ ی قادری ابوالعلائی زیدی خسرو پوریؒ سے از حد عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے مچھلی کھانا چھوڑ دیا تھا۔ آپ کے اس پرہیز سے آپ کے زمانہ کے اہل سلسلہ ابوالعلائی منعمی نے یہ خیال کرلیا کہ ابوالعلائیوں میں مچھلی کھانے کی ممانعت ہے۔ آپ نے سختی سے اس خیال سے اختلاف کیا اور لوگوں کو صاف طور پر یہ بات واضح کی کہ میں اپنے شیخ کی اور میرے شیخ اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم حسن علی ابوالعلائی منعمی قدس سرہٗ کی محبت کی وجہ سے مچھلی نہیں کھاتے تھے۔ مچھلی کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور حضور اکرم حضرت محمد ﷺ نے مچھلی کھایا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ مچھلی کھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے یا سلسلہ ابوالعلائیہ منعمیہ میں اس کے کھانے کی ممانعت ہے سراسر غلط اور لغو ہے۔

طریقۂ اصلاح

شریعت کی پابندی اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت پر آپ ہمیشہ کاربند رہے اور

دوسروں کو بھی تلقین کرتے رہے۔ ''انوار ولایت'' میں لکھا ہے کہ: ''مولوی معین اظہر صاحب کا بیان ہے کہ پہلے میرے خیالات اچھے نہ تھے اور صوفیوں سے مجھ کو بداعتقادی تھی۔ ایک دفعہ آپ میرے بھائی کی شادی میں تشریف لائے اور میں چند سوالات چن کر بغرض اعتراض حاضر ہوا اور نہایت ہی مودب ہوکر ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے قریب بلا کر پیار کیا اور فرمایا:

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وہ سب اعتراض جو میں نے چنے تھے صرف اسی ایک شعر سے دفع ہوگئے اور میری تشفی ہوگئی اور الحمدللہ کہ اس وقت سے وہ خیالات بھی دفع ہوگئے۔ مولوی محمد رفیق صاحب سے آپ نے فرمایا: ''شریعت پر ثابت قدم رہو اور اپنی اور دوسروں کی واردات کو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے جانچو اگر مطابق ہو تو رحمانی ورنہ شیطانی جانو۔'' ''انوار ولایت'' میں مزید لکھا ہے کہ: ''مولوی عبدالجبار صاحب نے مزامیر کے متعلق سوال کیا کہ حلال ہے یا حرام۔ ارشاد ہوا حرام ہے۔ انہوں نے کہا میں کیا کروں۔ ارشاد ہوا شریک نہ ہو۔ بھائی لطف الرحمان صاحب نے بیعت کے وقت عرض کیا کہ جس طریقہ میں سماع حلال ہو، اسی طریقہ میں بیعت لی جائے۔ ارشاد ہوا جو سماع حلال ہے وہ سب طریقہ میں حلال ہے اور جو سماع حرام ہے وہ بھی سب طریقہ میں حرام ہے۔'' (شرفاء کی نگری، ص ۱۵۲)

محفل سماع سے محبت

حضرت سید شاہ ولایت علی اسلام پوری قدس سرہ پر محفل سماع میں وجدانی کیفیت طاری ہوا کرتی تھی جس کے اثرات حاضرین محفل پر بھی طاری ہوتے تھے۔ حالت وجد میں آپ جس پر توجہ فرماتے وہ بے خود و مدہوش ہوجاتا۔ اور اس کی حالت میں تغیر پیدا ہوجاتا تھا۔ صاحب ''انوار ولایت'' مولوی سید وحید الدین شیخپوری مرحوم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ: ''چھوٹے نوادہ

سے صفی پور اپنے مرشد کے عرس میں آرہے تھے اور میاں جھمن میراثی شہنائی میں یہ بجا رہے تھے۔

ٹونا مت کرو پیا سے ارح میری ماں
پیا سے میرے بس کاری ماں

آپ کو وجد ہوا۔ اور کھٹولی پالکی سے اتر کر خانقاہ میں تشریف لائے۔ اس وجد کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے مرشدزادوں (حضرت سید شاہ محمد واجد و حضرت سید شاہ محمد قاسم رحمہا اللہ) پر نثار ہوتے اور بار بار فرماتے یہی یحییٰ علی۔ یہی یحییٰ علی۔ اور اس وقت آپ کا فیض ایسا جاری تھا کہ اپنا کیا غیر کیا، ہندو کیا مسلمان کیا سب کے سب بے خود و بے قرار اور مضطرب تھے۔''

شادی و اولاد

حضرت سید شاہ ولایت علی ہمدانی قادری ابوالعلائی قدس سرہٗ العزیز والد کی طرف سے ہمدان کے جعفری سید تھے اور آپ کی والدہ بی بی مریم بہار کی سادات بلخیہ سے تھیں۔ آپ کی پہلی شادی ۱۲۳۹ھ میں بہار شریف کے محلہ مرار پور کے بلخی خاندان میں ہوئی۔ اس بیوی سے ایک صاحبزادی بی بی منیرن نے کافی ضعیف ہو کر لاولد وصال فرمایا۔ آپ کی دوسری شادی ۱۲۴۴ھ میں بی بی کبیرن بنت شیخ فرحت اللہ ساکن بڑی نوادہ سے ہوئی۔ دوسری بیوی سے آپ کی پانچ اولادیں ہوئیں۔ سید محمد مہدی، سید محمد کاظم، سید محمد واجد، بی بی قدیرن اور بی بی فاطمہ۔ تینوں بیٹوں اور ایک بیٹی نے لاولد وصال فرمایا۔ صرف ایک صاحبزادی بی بی قدیرن زوجہ سید شاہ فرزند علی ابدالی فردوسیؒ سے نسل چلی جن کے ورثاء میں شاہ صاحبان اسلام پور بڑی خانقاہ ہیں۔ اور اس خاندان کا مکمل اور تفصیلی نسب نامہ ''شرفاء کی نگری'' حصہ اوّل میں حضرت مخدوم سید محمد علیم الدین گیسو دراز نیشاپوریؒ کے تذکرہ میں موجود ہے۔

آپ کی وفات

سید شاہ شمیم منعمی سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ کی تحریر کے مطابق حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلائی منعمی قدس سرہٗ نے ۸۳ سال کی عمر میں ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۰ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ کیا۔ آپ کا وصال شہر بہار شریف میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت

مخدوم جہاںؒ کی خانقاہ متبرک میں آپ کے داماد حضرت سید شاہ فرزند علیؒ نے پڑھائی اور ۱۵ محرم الحرام کی شب کو ۹ بجے اسلام پور میں اپنے نانا اور پیر حضرت سید شاہ ہدایت علی بلخی قدس سرہٗ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت مولانا شاہ محمد سعید قادری حسرت عظیم آبادی علیہ الرحمۃ نے درج ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے:

بمن سال وصالش گفت ہاتف
ولی واصل ذات ودود آہ

□□□

حضرت شاہ قیام الدین اصدق رحمۃ اللہ علیہ
(موضع پیر بیگہہ، ضلع گیا)

نام : قیام الدین
لقب : اصدق
وفات : 1301 ہجری بمطابق 1883ء (عہد برطانیہ حکومت)
مدفن : موضع پیر بیگہہ، ضلع گیا
پیر و مرشد : حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ : چشتیہ، قادریہ

بیعت و خلافت

حضرت شاہ قیام الدین المعروف بہ شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ العزیز تیرہویں صدی ہجری کے مشائخ کرام میں بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ گزرے ہیں۔ آپ اصل رہنے والے قصبہ میاپور علاقہ بردوان، بنگال کے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام قاضی شیخ محمد صادق تھا۔ آپ کے بچپن کے زمانہ میں بنگال میں قادریہ قمیصیہ سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت سید ابوالعباس سعید الدین قمیصی القادری عرف سید صادق علی شاہ مونس اللہ تھے۔ آپ سات سال کی عمر میں حضرت سید صادق علی شاہؒ سے مرید ہوئے۔ جب آپ کی عمر تقریباً پندرہ سال کی ہوئی تو آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم کے لئے اپنے پیر کی صحبت اختیار کر لی۔ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ راہ سلوک کے مدارج بھی طے کرتے رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں روحانیت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے خاص اور پسندیدہ مریدوں میں تھے۔

حضرت سید صادق علی شاہؒ کا وصال ۱۲۴۸ھ میں ہوا اور انہوں نے وصال سے قبل حضرت شاہ قیام الدین اصدق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین بنا کر خلافت نامہ تحریری عنایت فرمادیا تھا۔ خلافت نامہ کی تحریر درج ذیل ہے:

''فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتم وقائم مقام خود کردیم وہمہ اشیائے مملوکہ خود را باو دادیم وعطا کردیم۔ ہر کہ از مریدان ومسترشدان وخلفایان من ہمچو من نداند از من مرتد است۔''

آپ کا شجرۂ بیعت

آپ کو خصوصی طور پر سلسلہ قادریہ اور چشتیہ کی جو خلافت حاصل تھی اس کا شجرہ کتابوں میں درج ہے۔

چشتیہ سلسلہ سے نسبت

۱۔شاہ قیام الدین اصدق الصادقی الچشتی، ۲۔خواجہ سید سعید الدین الملقب والمشتہر بخواجہ سید صادق علی شاہ مونس اللہ الچشتی، ۳۔سید شاہ محب اللہ بخاری چشتی، ۴۔خواجہ مولانا محمد فخر الدین چراغ چشت، ۵۔خواجہ نظام الدین ثانی اورنگ آبادی چشتی، ۶۔خواجہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی چشتی، ۷۔شیخ رضی الدین یحییٰ المدنی چشتی، ۸۔شیخ محمد چشتی قطب گجرات، ۹۔خواجہ حسن محمد چشتی، ۱۰۔خواجہ جمال الدین چشتی عرف شیخ جمن، ۱۱۔خواجہ محمود چشتی عرف رانجھن، ۱۲۔خواجہ علیم الدین چشتی، ۱۳۔خواجہ سراج الدین چشتی، ۱۴۔خواجہ کمال الدین چشتی المشہور بہ علامہ، ۱۵۔مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی اودھی چشتی، ۱۶۔خواجہ نظام االدین اولیاء محمد بن احمد بدایونی چشتی، ۱۷۔خواجہ فرید الدین گنج شکر، ۱۸۔خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی، ۱۹۔حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔

قادریہ سلسلہ سے نسبت

۱ سے ۹ تک کے مشائخ وہی ہیں جو سلسلۂ چشتیہ کے ہیں۔ ۱۰۔خواجہ محمد غیاث المشتہر بہ نور بخش، ۱۱۔خواجہ ابو اسحاق ختلانی، ۱۲۔خواجہ علی ہمدانی، ۱۳۔خواجہ سید محمود، ۱۴۔خواجہ علاء الدین، ۱۵۔خواجہ نور الدین، ۱۶۔خواجہ احمد جرجانی، ۱۷۔رضی اللہ لالا، ۱۸۔حضرت مجد الدین

بغدادی، ۱۹۔خواجہ نجم الدین کبریٰ، ۲۰۔حضرت عمار بن یاسر، ۲۱۔خواجہ ضیاء الدین (ابونجیب) عبدالقاہر سہروردی، ۲۲۔حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (شرفاء کی نگری، ص ۱۵۵)

حالات زندگی

حضرت شاہ قیام الدین اصدق رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ بہار میں بود و باش اختیار کیا اور تازیست رشد و ہدایت خلق میں مشغول رہے۔ بکثرت لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت وارادت سے مشرف ہوئے۔ بہار تشریف لانے کے بعد آپ نے شہر پٹنہ کے محلّہ دریاپور میں قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے موضع جموانواں میں وارد ہوئے۔ میر تفضّل حسین خان رئیس جموانواں نے آپ کی بڑی قدردانی کی اور کچھ زمین بطور نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے اس زمین پر پیر بیگہہ نام کی بستی آباد کی۔ یہ بستی چاکند پیر بیگہہ کے نام سے ضلع گیا، صوبہ بہار میں ہے۔

حضرت شاہ قیام الدین المشتہر حضرت قیام اصدق قدس سرہ کا ذکر صاحب ''اشراف عرب'' نے سادات سید احمد جاجنیری کے باب میں کرتے ہوئے آپ کو سادات جاجنیری ظاہر کیا ہے۔ اور چاکند پیر بیگہہ ضلع گیا، صوبہ بہار کو جائے قیام بتایا ہے۔ جہاں تک اس ناچیز کے علم میں ہے کہ حضرت کا نسبی تعلق شیوخ سے ہے۔ موضع پیر بیگہہ ضلع گیا میں بہت مشہور بستی ہے جہاں سادات اور شیوخ دونوں آباد ہیں۔ اس بستی میں حضرت شیخ شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ العزیز کی اولادوں کے علاوہ حضرت مخدوم سید عطاء اللہ بغدادی بہار رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ اسحاق عثمانی فردوسی دیوروی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادیں بھی آباد ہیں۔

روحانی سلسلوں کا تبلیغ

حضرت شاہ قیام اصدق الصادقی الچشتی قدس سرہٗ شریعت کی پابندی میں بڑے سخت تھے۔ آپ کی زندگی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گزری۔ آپ نے خانقاہ میں بیٹھ کر تبلیغ کرنے کے بجائے صوبہ بہار و بنگال کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں گھوم کر اسلام میں رائج روحانی سلسلوں کی طرف لوگوں کو راغب کرنے کی کوشش کی۔

آرہ کا سفر

''تذکرہ خواجہ فخر الدین حسین سخن دہلوی ثم آروی'' کے حاشیے میں لکھا ہے کہ: ''آپ علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ فقر کے معاملہ میں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ میں سب سے پہلے آرہ تشریف لائے تو چودھری وزیر علی صاحب آپ کے مرید ہوئے۔ آپ کی بزرگی کی کافی شہرت ہو چکی تھی۔ دوسرے سال ۱۲۷۵ھ میں جب آرہ تشریف لائے تو مولوی باقر علی باقرؔ نے آپ سے ارادت کے لئے بیعت کیا اور ایک ضیافت کی جس میں خواجہ فخر الدین حسین سخن بھی شریک ہوئے۔ اس مجلس میں سخن صاحب نے بھی حضرت قیام اصدق چشتی قادری سے بیعت کی۔''

سجادہ

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ مشہود الحق سجادہ نشیں ہوئے جو حضرت سید شاہ بدر الدین قادری مجیبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ کی ایک تصنیف ''کرامات اصدقیہ'' جناب چودھری محفوظ عالم صاحب آروی کے پاس آرہ میں موجود تھی۔ حضرت شاہ قیام الدین اصدق قدس سرہٗ اور حضرت سید شاہ ولایت علی اسلام پوری میں بڑے گہرے اور برادرانہ روابط تھے۔ ''انوار ولایت'' میں لکھا ہے کہ: ''جناب شاہ قیام اصدق صاحب چشتی فخری قدس سرہٗ العزیز ساکن پیر بیگہہ جموانواں جب تشریف لاتے تو آپ (یعنی سید شاہ ولایت علیؒ) ان کی بہت تعظیم کرتے۔''

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۵۷)

آپ کی وفات

حضرت شاہ قیام الدین المعروف شاہ قیام اصدق الصادقی چشتی قدس سرہٗ العزیز نے ۱۳۰۱ھ میں وصال فرمایا اور موضع پیر بیگہہ، ضلع گیا، صوبہ بہار میں آسودہ خاک ہوئے۔

□□□

حضرت شاہ محمد مجیب الحق کمالی فردوسی سملوی رحمۃ اللہ علیہ

(موضع سملہ، رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد)

نام : مجیب الحق

لقب : کمالی

ولادت : 1228ھ بمطابق 1808ء

وفات : 1336 ہجری بمطابق 1908ء (عہد برطانیہ حکومت)

مدفن : موضع سملہ، تھانہ رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد

پیرومرشد : والد حضرت شاہ احمد کبیر ابوالحسن فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ : فردوسیہ

حضرت شاہ محمد مجیب الحق کمالی فردوسی سملوی کی خانقاہ

حضرت مولانا شاہ احمد کبیر ابوالحسن فردوسی سجادہ نشیں خانقاہ دیورہ بن شاہ محمد علی بن شاہ غلام امام کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ مجیب الحق فردوسیؒ خانقاہ فردوسیہ سملہ میں اور منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ فدا حسین خانقاہ برہانیہ فردوسیہ دیورہ شریف کی سجادگی پر بٹھائے گئے اور دونوں ہی خانقاہیں حضرت مخدوم جہاں قدس سرہٗ کے سلسلہ فردوسیہ کے مشن کو کامیابی سے آگے بڑھا رہی ہیں۔ اس وقت خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ سملہ شریف کے سجادہ نشیں حضرت محمد طاہر عثمانی فردوسی بن شاہ محمد قاسم بن شاہ محمد مجیب الحق کمالی فردوسیؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد صہیب عثمانی فردوسی مدظلہ ہیں۔

حالات زندگی

حضرت شاہ محمد مجیب الحق کمالی فردوسی ۲۳ رمضان ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کو عبادت و ریاضت اور تزکیہ نفس سے خاص رغبت تھی۔ آپ نے اپنی عمر عزیز عبادت و ریاضت اور علم و ادب کی خدمت میں صرف کی۔ صوبہ بہار میں عموماً اور وابستگان سلسلہ فردوسیہ میں خصوصاً آپ کا فیضان جاری ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ محمد جلال الدین کبیر اولیاء عثمانی پانی پتی، حضرت خواجہ عبدالرحمان گاذروئی اور حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا خلیفہ راشد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

نسب نامہ

مکمل نسب نامہ درج ذیل ہے:

حضرت شاہ محمد مجیب الحق کمالی بن شاہ احمد کبیر ابوالحسن شہید بن شاہ محمد علی بن شاہ غلام امام بن شاہ جاراللہ بن شاہ محمد اعظم بن شاہ محمد کبیر بن شاہ محمد معروف بن شاہ منصور دانشمند بن مخدوم شاہ برہان الدین عروخوند میاں دیوروی بن خواجہ برخوردار بن خواجہ اسحاق فردوسی بہار بن خواجہ داؤد پانی پتی بن خواجہ سلیمان بن خواجہ ابدال بن خواجہ شبلی بن خواجہ محمد جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی (برادر حقیقی حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی) تا حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

مولانا حکیم سید احمد اللہ ندوی مرحوم ''تذکرہ مسلم شعرائے بہار'' میں حضرت شاہ محمد مجیب الحق کمالی فردوسی قدس سرہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضرت حکیم شاہ محمد مجیب الحق فردوسی عثمانی سملوی متخلص بہ کمالی، موضع سملہ، تھانہ رفیع گنج، ضلع گیا (موجودہ ضلع اورنگ آباد) کے رہنے والے تھے اور وہاں کے پیرزادوں میں تھے۔ آپ حکیم بھی تھے۔

آپ کی وفات

حضرت کمالی کی تاریخ رحلت ۲۷ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ ہے۔

تصانیف

حضرت کمالی کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ''نکات سرمدی'' معروف بہ ''مکتوب محمدی'' جو آپ کے جد محترم حضرت شاہ محمد علی دیوروی سملوی کے مکتوبات ہیں۔

(۲) ''صلوٰۃ الحلیہ'' جس میں حلیہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بہ شکل درود شریف بیان کیا گیا ہے اور اہل دل میں مقبول اور بابرکت ہے۔''

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۶۰)

□□□

حضرت محمد تیغ علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

(موضع سرکانہی، ضلع مظفر پور)

نام	:	تیغ علی
لقب	:	شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت
ولادت	:	1300 ہجری
وفات	:	1378 ہجری بمطابق 1958ء
مدفن	:	موضع سرکانہی، ضلع مظفر پور
پیرومرشد	:	حضرت مولانا سمیع احمد قادری آبادانی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
سلسلہ	:	قادریہ

نام نامی

شمالی بہار کے ضلع مظفر پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں موضع گوریارہ میں اپنے وقت کے شیخ المشائخ، ولی کامل اور صوفی بزرگ حضرت الحاج مولانا محمد تیغ علی شاہ قدس سرہٗ العزیز 1300ھ میں پیدا ہوئے۔ معتقدین ومتوسلین اور مریدوں میں آپ ''سرکار'' اور ''اعلیٰ حضرت'' کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کی قائم کردہ خانقاہ، مدرسہ، مسجد اور آپ کا مزار اقدس موضع سرکانہی، ضلع مظفر پور میں مرجع خلائق ہے۔ اس لئے آپ شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت سرکار سرکانہی کے نام سے مشہور ہیں۔ سید شاہ شمیم منعمی، سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ ماہنامہ ''رفاقت'' نومبر ۱۹۸۸ء میں آپ کے اوصاف حمیدہ وصفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کمسنی ہی سے آپ غیر معمولی دکھائی دیتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ عہد طفلی میں پیش آنے والے کئی غیر معمولی واقعات کی راویہ ہیں۔ غرضکہ عہد شعور کی آمد سے قبل ہی آپ کی ولایت کے چرچے ہونے لگے تھے۔ چودھویں صدی ہجری میں حضرت شاہ تیغ علی قادری کی ذات وصفات متقدمین صوفیاء کی یاد تازہ کرتی تھی۔ لاگ لپٹ، ریا و تصنع سے کوسوں دور، سادگی، عاجزی وانکساری والا یہ فقیر اپنی مثال آپ تھا۔ ہر ہر قدم پر سنت نبوی ﷺ کے پیروی کا اہتمام فرماتے۔ آپ کا اخلاق دوسروں کو فوراً گرویدہ بنالیتا۔ عفو ودرگزر کا مادہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا۔''

مادرزاد ولی

صاحب ''انوار صوفیہ'' نے کتاب ''مظاہر قطب الانام'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:
''آپ مادرزاد ولی تھے۔'' اسی کتاب میں مزید لکھا ہے کہ ''آپ ابتدائے ایام سے ذکر وفکر، تسبیح وتہلیل اور تقدیس وتمجید سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے۔''

تعلیم وتربیت

حضرت الحاج مولانا محمد تیغ علی شاہ قدس سرہ العزیز کی ابتدائی تعلیم مولانا شاہ سبحان علیؒ سے مظفر پور میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ مزید تعلیم کے لئے مدرسہ عالیہ کلکتہ پہنچے۔ اور علوم ظاہری میں مشغول ہوئے۔ دوران تعلیم ظاہری میں ہی آپ کی طبیعت اولیاء ومشائخ کی صحبت اختیار کرنے کی طرف مائل ہوئی۔ دل میں خدا طلبی کا جوش موجزن ہوا۔ اور تصوف سے شغف پیدا ہوا۔ نتیجتاً مرشد کامل کی تلاش وجستجو نے حضرت مولانا سمیع احمد قادری آبادانی فریدیؒ مقیم محلہ برئی پاڑہ، کلکتہ کی صحبت میں پہنچا دیا۔ آپ روزانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ سے محلہ برئی پاڑہ چار میل کا سفر کر کے حضرت مولانا آبادانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ حضرت کی صحبت بابرکت اور سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کے فیوض وبرکات سے آپ سلوک کے منازل طے کرنے لگے۔

بیعت وخلافت

حضرت مولانا سمیع احمد قادری آبادانی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ عبادت وریاضت اور سخت مجاہدہ میں مشغول رہنے لگے۔ ابھی راہ سلوک کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ پیر ومرشد نے آپ کو اپنے خلیفہ خاص حضرت شاہ مولانا علی لال گنجیؒ کے سپرد کر کے خود کلکتہ سے اپنے وطن مالوف، خانپور، مونگیر شریف چلے گئے جہاں کچھ دنوں بعد آپ نے وصال فرمایا۔ حضرت محمد تیغ علی شاہؒ نے چودہ سال حضرت شاہ مولیٰ علی لال گنجی کی خدمت میں صرف کیا۔ آخر ایک روز حضرت شاہ مولیٰ علی آپ کو ساتھ لے کر مونگیر کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا سمیع احمد قادری آبادانی کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور حضرت الحاج محمد تیغ علی شاہ قدس سرہٗ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

سیر وسیاحت

اپنے پیر حضرت مولانا سمیع احمد آبادانی مونگیریؒ کے سلسلہ قادریہ آبادانیہ کی خلافت پر قائم ہونے کے بعد حضرت محمد تیغ علی شاہ قدس سرہٗ سیر وسیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ وقت کے اولیاء ومشائخ کی خدمت میں حاضری دی۔ رشد وہدایت کے بڑے بڑے مراکز خانقاہوں اور بزرگوں کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ اپنے دادا پیر حضرت مولانا حافظ فرید الدین آرویؒ کی آستانہ بوسی کے لئے آرہ پہنچے۔ خانقاہ قادریہ، آبادانیہ فریدیہ کے سجادہ نشیں علامہ حافظ شاہ محمدؒ نے بڑی محبت اور خلوص سے آپ کی مہمانداری کی اور سلسلہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ فریدیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ پھر آپ پھلواری شریف تشریف لے گئے۔ وہاں کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور صاحب سجادہ حضرت محی الملت مولانا سید شاہ محی الدین قادری مجیبی قدس سرہٗ سے خلوت میں ملاقات کی۔ پھلواری شریف میں آپ کا دو دن قیام رہا دوسرے دن صبح کے وقت حضرت محی الملت نے پھر آپ کو طلب فرمایا اور سلسلہ قادریہ وارثیہ عمادیہ جنیدیہ مجیبیہ اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ صابریہ قلندریہ کی اجازت سے سرفراز فرما کر کچھ تبرکات عنایت فرمایا۔ آپ کے اپنے سلسلے کے ایک بزرگ حضرت

حکیم سید شاہ جلال الدین جڑھوی مظفر پوریؒ نے بھی اپنی طرف سے اجازت وخلافت لکھ کر آپ کے حوالے کیا۔

آپ کی خانقاہ

حضرت محمد تیغ علی شاہ قدس سرہٗ نے مظفر پور کے موضع سرکانہی میں ایک شاندار خانقاہ، مسجد اور مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ جہاں علم دین کے طالب، شریعت کی راہ کے راہی اور طریقت وحقیقت کے متلاشیوں کا مجمع دن بہ دن بڑھتا چلا گیا۔ بہت جلد موضع سرکانہی علم وعمل کا مرکز اور روحانیت کا روشن مینارہ بن کر چمک اٹھا۔ آپ نے اپنے آخری لمحات کو وعظ ونصیحت، رشد وہدایت خلق، عبادت وریاضت اور ذکر واذکار میں مشغول رکھا۔ بہار وبنگال اور غازی پور کے علاقوں میں بکثرت لوگوں نے آپ کے تبلیغی مرکز سے راہ ہدایت پائی۔

حضرت تیغ علی شاہ قدس سرہٗ کے وعظ ونصیحت، امر بالمعروف کی طرف بلانے اور نہی عن المنکر سے روکنے کا طریقہ بالکل اچھوتا اور نرالا تھا۔ آپ عام فہم اور سیدھے سادھے الفاظ میں کتاب وسنت کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے۔ جس طرح آپ کی اپنی ذات والا صفات تصنع وبناوٹ سے پاک تھی اسی طرح آپ کی گفتگو بھی آسان اور سادہ تھی۔

آپ کے تصوفانہ اقوال

آپ کے اقوال وملفوظات کا مجموعہ (بیاض) خانقاہ قادریہ آبادانیہ تیغیہ، موضع سرکانہی شریف میں موجود ہے۔ آپ کے عقائد سے متعلق اور چند ضروری وزریں اقوال قارئین کے فائدے کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

- ''میں ندائے یارسول اللہ! یاغوث! کا قائل ہوں۔ میں ان حضرات کو دربار الٰہی میں اپنا وسیلہ جانتا ہوں۔ ان کی شفاعت کا قائل ہوں۔ میں ان حضرات سے دونوں زندگیوں میں استمداد وتوسل کو جائز مانتا ہوں۔ میں میلاد شریف اور قیام وسلام کا قائل ہوں۔ میں فاتحہ گیارہویں اور عرس کو جائز جانتا ہوں۔ میں عملاً مطلقاً ائمہ مجتہدین (ائمہ اہل سنت والجماعت) میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری سمجھتا ہوں اور ان میں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو دوسروں کی تقلید سے افضل سمجھتا ہوں۔"

(بحوالہ "انوار صوفیہ" مرتبہ احمد جید القادری)

- "میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نیکیوں کو اپنا معشوق بنالوں گا تا کہ جب میں مروں تو یہ آخرت تک میرے ساتھ رہیں اور قبر تک رفاقت کا حق ادا کریں یہ معشوق باوفا معلوم ہوتا ہے۔"
- "معلوم ہوا کہ اصلی مقصود خداوند کریم کی ذات ہے۔ تب خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ نفس طاعات الٰہی میں فرماں بردار و مطمئن ہو گیا۔"
- "میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان تمام اشیاء دنیاوی کی قدر و قیمت کو باقی رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کا رُخ اللہ کی طرف پھیر دیا جائے۔"
- "میں نے دیکھا کہ کوئی تو مال کی فراوانی پر نازاں ہے اور کسی کو حسب نسب کی بزرگی پر گھمنڈ ہے۔ لیکن جو اصلی معیار ہے وہ شئے اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" (تم میں سے اللہ کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو متقی ہے) اس سے میں نے جانا کہ اگر بزرگی حاصل کرنا ہے تو تقویٰ سے اپنے آپ کو اراستہ کرنا چاہئے۔ مال و دولت، حسب و نسب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔"
- "میں نے جب لوگوں کی اس بیماری پر غور کیا کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو برا کیوں کہتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچنے میں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ اس کا اصل باعث حسد ہے۔ اس لئے اس بیماری سے نجات حاصل کرنے میں لگ گیا۔"
- "میں نے مقابلہ و مجادلہ کے اسباب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ معاملہ رزق و مال کا ہے۔ اور شیطان ان کو ایک دوسرے کے خلاف از روئے عداوت اکساتا ہے۔ "ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا" (شیطان تمہارا دشمن ہے۔ لہٰذا اسے اپنا دشمن ٹھہراؤ) میں نے اس نصیحت پر عمل کیا اور شیطان کی انگیخت سے مجتنب رہنے لگا۔"

□ ''ہر ایک فرد کسی نہ کسی مخلوق پر تکیہ کئے ہوئے ہے۔ کسی کو اپنی صفائی پر بھروسہ ہے اور کوئی صحت بدنی پر سہارا کئے بیٹھا ہے۔ میں نے سوچا یہ سارے سہارے غلط ہیں۔ کیوں نہ اللہ ہی پر بھروسہ کیا جائے۔ ''ومن یتو کل علی اللہ فھو حسبہ'' (اور جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا وہ جان لے کہ اس کے لئے اللہ کافی ہے۔)

۱۔ شریعت پر قائم رہو۔ طریقت خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

۲۔ جب تک نفس مردہ نہ ہو دل زندہ نہیں ہو سکتا۔

۳۔ اگر دل غیر اللہ سے پاک ہے تو محبوب ورنہ مردود۔

۴۔ فقیر انگلی کے پوروں سے اسرار و معارف کو سمجھا دیتا ہے۔

۵۔ دعویٰ صوفیت سہل ہے لیکن صوفی بننا بڑا ہی مشکل ہے۔

۶۔ متکبر انسان کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

۷۔ تصوف سراپا ادب ہے۔

۸۔ بزرگوں کی صحبت اختیار کرو زندگی سنور جائے گی۔

۹۔ سب سے پہلے جو گناہ وجود میں آیا وہ حسد ہے۔

۱۰۔ صبر و شکر سالک کے لئے دولت لازوال ہے۔

۱۱۔ سالک کے لئے جہاد بالنفس ہی جہاد اکبر ہے۔

آپ کی وفات

حضرت محمد تیغ علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کا وصال ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء) کو بعد نماز مغرب ہوا اور اپنی خانقاہ میں والدہ اور اہلیہ کے قریب آپ مدفون کئے گئے۔

(شرفاء کی نگری، حصہ دوم، ص ۱۶۳۔۱۶۶)

□□□

BIBLIOGRAPHY

کتابیات

1۔ تاریخ سلسلہ فردوسیہ	پروفیسر محمد معین الدین دردائی
2۔ صوفیا بہار اور اردو	پروفیسر محمد معین الدین دردائی
3۔ وسیلہ شرف وذریعہ دولت	سید شاہ فرزند علی صوفی منیری
4۔ اعیان وطن	حکیم سید شاہ شعیب پھلواروی
5۔ تذکرۃ الاکرام (اردو)	شاہ محمد کبیر ابوالعلائی داناپوری
6۔ آثار منیر	مولانا سید شاہ مراد اللہ منیری فردوسی
7۔ مناقب الاصفیاء	مخدوم شعیب فردوسی
8۔ اشراف عرب	سید محمد نجم الحسن
9۔ تجلیات انوار (مخطوطہ)	مولانا حکیم سید شاہ شعیب پھلواروی
10۔ آثار کاکو	شاہ غفور الرحمٰن صمد کاکوی
11۔ مشائخ نقشبندیہ ابوالعلائیہ	خواجہ سید محمد مومن نقشبندی ابوالعلائی
12۔ تذکرہ علمائے بہار	مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی
13۔ حالات فخر زمانہ شہاب الدین پیر جگجوت	شاہ فرید الدین

14۔ پورنیہ کے دو ولی	اکمل یزدانی جامعی
15۔ وسیلۂ شرف وذریعہ دولت	تصحیح کردہ محمد یحییٰ ابدالی
16۔ تذکرہ مشائخ بہار	سید شاہ طیب ابدالی
17۔ تذکرۃ الاکرام (فارسی)	حضرت اکرام پھلواری
18۔ تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمان علی
19۔ شرفاء کی نگری	سید قیام الدین نظامی قادری فردوسی
20۔ مونس القلوب	مخدوم احمد لنگر دریا بلخی
21۔ برہان الاتقیاء	مخدوم احمد لنگر دریا بلخی
22۔ تذکرہ احمدی	حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی
23۔ حجت العارفین	حضرت شاہ ہدایت اللہ
24۔ تالیفِ محمدی	محمد علی خاں انصاری
25۔ انوار التاریخ	حضرت مولانا نور الحق تپاں
26۔ انکسار الاولیا	شاہ دانش علی ابوالعلائی
27۔ کیفیات العارفین ونسبت العاشقی	حضرت سید شاہ عطا حسین فانی دانا پوری
28۔ اخبار الاولیاء	قاضی محمد اسماعیل قدیمی
29۔ تذکرۃ السالکین	مرزا عبدالستار بیگ سہسرامی
30۔ تصوف اور شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری	ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن

31۔ تذکرۂ آبادانیہ	محمد انور علی فریدی
32۔ نور علیٰ نور	حضرت شاہ رضا حسین ارزاں شاہی
33۔ جلوۂ ارزانی	ڈاکٹر سید شاہ ہمایوں اختر
34۔ حیات ندا	محمد سرور ندائی
35۔ ارضِ بہار اور مسلمان	عبدالرقیب حقانی
36۔ اسرارِ قمریہ	سید شاہ عطا حسین فانی منعمی
37۔ حضرت شاہ اکبر داناپوری: حیات اور شاعری	ڈاکٹر طلہ رضوی برق
38۔ شجرۂ نسب (انگریزی)	مرتبہ پروفیسر قیام الدین احمد
39۔ شجرۂ نسب (بیاض قلمی)	مرتبہ سید ابو محمد عرف یتیم
40۔ شجرۂ نسب (بیاض قلمی)	مرتبہ سید احمد سجاد/ سید حسن سجاد
41۔ شجرۂ نسب (کتابچہ قلمی)	مرتبہ سید عبدالودود شاہ بگھوی
42۔ شجرۂ نسب (بیاض قلمی)	مرتبہ سید مظفر امام بہاری
43۔ شجرۂ نسب (بیاض قلمی)	مرتبہ مولانا ریاست علی ندوی

□□□

ادارہ کا تعارف

یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن (USSPF) کے قیام کے مقاصد

ادارہ ہذا ہندوستانی سماج میں امن وشانتی اور پرسکون فضا قائم کرنے نیز ایک اچھے سماج کی تشکیل کے لیے قائم کیا گیا ہے، جس کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1- ہندوستان کے مختلف حصوں میں امن وشانتی کے لیے خانقاہیں اور تعلیمی مراکز قائم کرنا۔

2- انسانی کردار کے فروغ نیز اس کی تعلیم کو عام کرنا۔

3- سماجی فلاح وبہبود کے لیے جدوجہد کرنا۔

4- صوفیائے کرام کے ملفوظات اور ان سے متعلق لکھی گئی کتابوں کو جمع کرنا ساتھ ہی ایک لائبریری کا قیام کرنا۔

5- اللہ اور اس کے رسول نیز صوفیائے کرام کے ذریعہ دیے گئے امن کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے ایک رسالے کا اجراء۔

6- صوفیائے کرام کی تاریخ نیز ان سے متعلق دیگر موضوعات پر تحقیق وتالیف کرنا۔

7- تعلیمی اداروں میں اخلاقی تعلیم سے متعلق نصاب تیار کرنا۔

8- صوفیائے کرام کے ملفوظات اور ان سے متعلق دیگر کتابوں کو مرتب کر کے اسے منظر عام پر لانا۔

9- اللہ اور اس کے رسول نیز صوفیائے کرام کے ذریعہ دیے گئے امن کے پیغام کو اخبارات و رسائل نیز الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ عام کرنا۔

10- فرقہ پرستانہ ذہنیت پر مبنی تاریخی کتابوں کو درست کر کے حقیقت پر مبنی کتابیں مرتب کرنا اور انہیں منظر عام پر لانا۔

11- ہندوستان کے مختلف حصوں میں تعمیر شدہ تاریخی عمارتوں کو، درگاہوں اور مزارات پر تحقیق کرنا اور ان سے متعلق مواد اکٹھا کرنا نیز ان کے تحفظ کے لیے حکومت اور عوام سے تعاون حاصل کرنا۔

12- تعلیمی فروغ و ارتقاء کے لیے ضرورت مند طلباء کی مدد کرنا نیز انہیں سماجی و معاشرتی طور پر مضبوط بنانا۔

☆☆☆

تصوف وصوفیاء کرام سے متعلق مطبوعہ کتابوں کی فہرست

1- ''تصوف کا انکرش اور صوفیوں کا اتہاس''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: سنجے پرکاش، دریا گنج، نئی دہلی، 2005

2- ''تصوف اور شیخ ابوبکر طوسی حیدری قلندر'' (ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: درگاہِ مٹکا پیر، پرگتی میدان، نئی دہلی، 2003

3- ''تصوف اور شیخ ابوبکر طوسی حیدری قلندر'' (اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: درگاہِ مٹکا پیر، پرگتی میدان، نئی دہلی، 2006

4- ''دلّی کے بتیس خواجہ کی چوکھٹ''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، نئی دہلی، 2005

5- ''مقاماتِ اولیاء دہلی''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، نئی دہلی، 2005

6- ''مقاماتِ اولیاء روہیل کھنڈ''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: ایم آر پبلی کیشن، دریا گنج، نئی دہلی، 2009

7- ''مزاراتِ اولیاء دہلی''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، دہلی، 2006

8- ''تصوف اور صوفیاء کا کردارِ عمل اور مسلمانوں میں اختلاف کے اسباب''، (اردو)، مؤلف: نورالاسلام صدیقی، مرتب ڈاکٹر حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، نئی دہلی، 2005

9- ''اولیا دہلی کی درگاہیں''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، دہلی، 2011

10- ''تصوف اور خواتین اولیاء دہلی'' (زبان اُردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: ایم آر پبلی کیشنز، دریا گنج، نئی دہلی، 2011

11- ''تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیری اور بہار کی خانقاہوں کا مختصر جائزہ'' (اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، نئی دہلی، 2011

12- ''اولیاء دہلی کی درگاہیں'' (زبان اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: اردو اکیڈمی، دہلی،

13- ''درگاہِ سلطان الہند، خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ اور جمیر کے آثارِ قدیمہ'' (اردو) مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: ارشیہ پبلی کیشن، نئی دہلی، 2013

14- ''تصوف کے دو بڑے ستون۔ شیخ علی ہجویری اور شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری'' (اردو) مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، نئی دہلی، 2013

15- ''دلّی: بتیس خواجہ کی چوکھٹ'' (اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2018

16- ''دلّی: بتیس خواجہ کی چوکھٹ'' (ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2018

17- ''تصوف کا اور صوفیاء کی تاریخ عرب سے ہندوستان تک'' (زبان اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، 2014

18۔ حضرت رابعہ بصری: حالات زندگی اور تصوف (اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2019

19۔ راہ تصوف پر چلنے والی چند مثالی خواتین (اردو)، مولفہ :افروزی رحمٰن ،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2020

20۔ تصوف اور معرفت الٰہی (اردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

تعلیم وتدریس سے متعلق مطبوعہ کتابوں کی فہرست

21- ''ہسٹری آف اسپیشل ایجوکیشن ان انڈیا'' (انگریزی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: سنجے پرکاشن، دریا گنج، نئی دہلی، 2005

22- ''کی ایشوز اِن ٹیچر ایجوکیشن، ٹیچر فار سکینڈری اسکول''، (زبان انگریزی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: سنجے پرکاشن، نئی دہلی, 2005

23- ''ٹیچنگ آف انگلش''، (زبان انگریزی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: سنجے پرکاشن، دریا گنج، نئی دہلی، 2005

24- ''فلسفۂ حیات (جیون درشن)'' (اردو اور ہندی)، مولف : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن ، مکتبہ: USSPF، شاہین باغ، نئی دہلی، 2008

تاریخ وثقافت سے متعلق مطبوعی کتابوں کی فہرست

25- ''مدھیہ کالین بھارتیہ کلا ایوم استھاپت کلاء وشیشتائیں ایوم وکاس''، (زبان ہندی)، مولف : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، 2005

26- ''روہیل کھنڈ اتہاس ایوم سنسکرتی''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: فرید بک ڈپو، دریا گنج، نئی دہلی، 2007

27- ''مدھیہ کالین نگر امروہہ اور مرادآباد کا اتہاس ایوم سنسکرتی'' (زبان ہندی)، مولف : ڈاکٹر محمد

حفظ الرحمن، مکتبہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔2015

28- ''میں رام پور ہوں، رام پور کا اتہاس ایوم سنسکرتی'' (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن ، مکتبہ: سنجے پرکاشن، دہلی۔2016

غیر مطبوعہ کتابوں کی فہرست

29- ''دلی سلطنت ایوم مغل کالین استھاپت کلا'' (زبان ہندی)، مولف : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن ، 400 صفحات

30- ''تصوف اینڈ ہسٹری آف صوفی موومنٹ عرب ٹو انڈیا'' (انگریزی)، مولف : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، 155 صفحات

31- بلیوگرافی آف تصوف اینڈ ائیس سوریز (انگریزی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، 155 صفحات

نیشنل جرنلس میں شائع تحقیقی مضامین

32- ''تصوف کیا ہے'' (زبان ہندی)، مولف : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن ، مکتبہ: خدا بخش لائبریری، پٹنہ (مضمون جرنل)، 2005

33- ''ہندوستان میں صوفی تحریک کا انکرش اور صوفیا کا یوگدان''، (زبان ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: خدا بخش لائبریری، پٹنہ، 2006

34- ''علمی ذوق و تصنیفات شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری، ایک مختصر جائزہ'' (زبان اُردو)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: خدا بخش لائبریری، پٹنہ، 2010

35- ''صوبہ بہار میں صوفی تحریک اور بہار میں خانقاہوں کا مختصر جائزہ'' (زبان اُردو)، مولف :

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: خدا بخش لائبریری، پٹنہ، 2011

36- ''میر سید علی ہمدانی، حیات اور ان کی خانقاہ کی فن تعمیر، ایک جائزہ'' (ہندی)، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، ریسرچ مقالہ، مطبع: کنشکا پرکاشن، نئی دہلی، 2002

37- سلطنت اور خانقاہ دہلی سلطنت کے سلطانوں کا صوفیاء سے تعلق، (زبان اردو)، مولف ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مکتبہ: خدا بخش لائبریری، پٹنہ، جون 2013

دھلی کے تاریخی عمارتوں اور آثارِ قدیمہ پر شائع کردہ تحقیقی مقالے

مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن

38- مسلم فنِ تعمیر کا نمونہ مسجد قوت الاسلام، مطبع: راسٹریہ سہارا اردو، اگست 1999ء

39- ہندوستانی عظمت کا نمونہ قطب مینار، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: راسٹریہ سہارا اردو، ستمبر 1999ء

40- فن تعمیر کا شاہکار علاء الدین خلجی کا مقبرہ تعمیری سناخت کے اندھیرے میں
مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: راسٹریہ سہارا اردو، اکتوبر 1999ء

41- ولی صفت سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ، بہورمتی اور بربادی کا شکار
مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: راسٹریہ سہارا اردو، ستمبر 1999ء

42- ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر کا شاہکار، سلطان علاؤالدین خلجی کا علائی دروازہ،
مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: راسٹریہ سہارا اردو، فروری 2000ء

43- محبوب الٰہی کے زندگی اور سماج پر اُس کے اثرات، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: راسٹریہ سہارا اردو، جون 2003ء

44- دہلی کے مشہور درگاہ منکا پیر، شیخ ابوبکر طوسی حیدر قلندر، مولف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: راشٹریہ سہارا اردو

45- درگاہ حضرت جلال الدین رومی جو آج دہلی میں شناخت کو محتاج ہے،
مصنف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: ضیاء وضیح رامپور، جولائی 2005ء

46- حضرت سید محمود بہار کی تاریخ درگاہ، مصنف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: ضیاء وضیح رامپور، مارچ 2006ء

47- بیگم پور دہلی کی شاہی جامع مسجد، مصنف: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن، مطبع: ضیاء وضیح رامپور، ستمبر 2006ء

نیشنل اور انٹرنیشنل سیمینار کے تحقیقی مقالے

☆ تاریخ کے مطالعہ میں فن تعمیر اور پینٹنگ کی اہمیت، شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، 1996

☆ کشمیر کی تاریخی عمارتوں کا فن تعمیر، ایک جائزہ، نیشنل سیمینار، یونیورسٹی آف جموں، 2001

☆ میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ کا فن تعمیر، ایک جائزہ، شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، 2001

☆ مہرولی میں قائم شدہ سلطان علاء الدین خلجی کے مدرسہ کا فن تعمیر، ایک جائزہ، نیشنل سیمینار، شعبۂ تعلیم، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، 2002

☆ عبدالرحیم خانِ خانان کے مقبرہ کا فن تعمیر، ایک جائزہ، انٹرنیشنل سیمینار، شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، 2003

☆ قاضی نوراللہ شوستری کے مقبرہ کا فن تعمیر، ایک جائزہ، انٹرنیشنل سیمینار، شعبۂ تاریخ، ایس ٹی جان کالج، آگرہ، 2003

☆ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میں کشف المحجوب کے مخطوطات اور اردو تراجم کا ایک جائزہ، انٹرنیشنل سیمینار، شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، نومبر 2010

☆ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی علمی خدمات، انٹرنیشنل سیمینار، خانقاہ مخدوم جہاں، بہار شریف 2011

☆☆☆

یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن (USSPF) کے مراکز

1- الفلاح اسکول آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ، دھوج، ضلع فرید آباد (ہریانہ)

2- خانقاہِ حافظ عباس علی خاں، محلہ چنگی لکڑا، امروہہ (اتر پردیش)

3- خانقاہِ دیدار شاہ چشتی، حاجی ملنگ واڑہ، بی او واڑی، پوسٹ کلیان، ضلع تھانے (مہاراشٹر)

4- یونک پبلک اسکول، نیا بھوجپور، ضلع بکسر (بہار)

5- خانقاہِ چشتیہ، حسنی عزیزی ابوالعلائی، مسجد محلہ، چینا کوڑی نمبر-3، پوسٹ رادھا نگر ریلوے اسٹیشن، ضلع بردوان (مغربی بنگال)

6- نیو ویژن پبلک اسکول، شاہین باغ، جامعہ نگر (نئی دہلی)

☆☆☆

یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن کی تحقیقی پروگرام کے تحت ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست

کتاب کا نام	زبان	ایڈیشن	قیمت
دہلی کے بتیس خواجہ کی چوکھٹ	ہندی	2005	95/-
مقاماتِ اولیاء دہلی	ہندی	2005	50/-
تصوف اور خواتینِ اولیاء دہلی	اردو	2011	75/-
اولیاء دہلی کی درگاہیں (80 خواجہ کی چوکھٹ)	ہندی	2011	786/-
مزاراتِ اولیاء دہلی	اردو	2006	60/-
تصوف کا انکرش ایوم صوفیوں کا اتہاس	ہندی	2005	275/-
تصوف ایوم شیخ ابوبکر طوسی حیدری قلندر عرف منکا پیر	اردو/ ہندی	2003	25/-
مقاماتِ اولیاء روہیل کھنڈ	ہندی	2010	320/-
تصوف اور صوفیوں کا کردارِ عمل اور مسلمانوں میں اختلاف کے اسباب	اردو	2006	50/-
تصوف اور صوفیاء کی تواریخ، عرب سے ہندوستان تک	اردو	2014	250/-
خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ اور اجمیر کے آثارِ قدیمہ	اردو	2013	110/-
میر سیّد علی ہمدانی کی خانقاہ کا جائزہ	ہندی مضمون	2003	650/-
تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیری	اردو	2011	89/-
فلسفۂ حیات (جیون درشن)	اردو/ ہندی	2009	50/-
تصوف کے دو بڑے ستون: شیخ علیہ ہجویری اور شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری	اردو	2012	103/-
تصوف اینڈ سورسیز آف تصوف	انگریزی	زیرِ طبع	
روہیل کھنڈ کا اتہاس ایوم سنسکرتی	ہندی	2006	100/-

مدھیہ کالین بھارتیہ کلا ایوم استھاپتیہ کلا (وشیشتائیں ایوم وکاس)	ہندی	2005	100/-
مدھیہ کالین نگر: امروہہ اور مرادآباد کا اتہاس ایوم سنسکرتی	ہندی	2015	350/-
میں رام پور ہوں: رام پور کا اتہاس ایوم سنسکرتی	ہندی	2016	350/-
ہسٹری آف اسپیشل ایجوکیشن ان انڈیا	انگریزی	2005	375/-
کی ایشوز اِن ٹیچر ایجوکیشن، ٹیچرس فار سیکنڈری اسکول	انگریزی	2005	300/-
دہلی کے بتیس خواجہ کی چوکھٹ	اردو	2016	150/-
اولیاء دہلی کی درگاہیں (دہلی کے آثار قدیم)	اردو	زیر طبع	—
ہسٹری آف صوفی مومنٹس (عرب ٹو انڈیا)	انگریزی	2017	350/-
مذہبی اور روحانی فلسفہ کا عکس (دھارمک دِگ درشن)	اردو۔ہندی	زیر طبع	—
تعلیمی فلسفہ کا عکس (شیک چھیک دِگ درشن)	اردو۔ہندی	زیر طبع	—
سماجی فلسفہ کا عکس (سماجک دِگ درشن)	اردو۔ہندی	زیر طبع	—
حضرت رابعہ بصری: حالاتِ زندگی اور تصوّف	اردو	2019	250/-
تصوف اور معرفتِ الٰہی	اردو	زیر طبع	—
راہِ تصوف پر چلنے والی چند مثالی خواتین	اردو	زیر طبع	—
میرا جیون درشن ایوم میری آتم کتھا	ہندی	زیر طبع	—
تصوف اور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی	اردو	زیر طبع	—
تذکرۂ اولیاء دہلی	اردو	زیر طبع	—
تذکرۂ صوفیائے بہار	اردو	2021	450/-
تاریخ آرہ اور بھوجپور جدید	اردو	2021	300/-
تصوف اور حضرت امام محمد غزالی	اردو	زیر طبع	—
تصوف اور حضرت مولانا جلال الدین رومی اور شمس تبریز	اردو	زیر طبع	—

قبلۂ تصوف حضرت علی المرتضیٰ اور اُن کے اقوال	اردو	زیر طبع	—
ہندو دھرم کی وکاش میں مغلوں کا یوگدان اور اورنگ زیب کی دھارمک نیتی	ہندی	زیر طبع	—
خواجہ معین الدین چشتی اور اجمیر کے آثار قدیمہ (اضافہ شدہ)	اردو	زیر طبع	—

—:: *Research by* ::—

UNIVERSAL SUFI - SAINTS STUDY AND PEACE FOUNDATION (USSPF)

Regd. Office : C-210, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, New Delhi-110025 Mobile: 07903080100, 07631407237,

Email: sspfoundation@gmail.com

Website - www.sufipeacefoundation.com

TAZKIRAH-E-SUFIYA-E-BIHAR

(History of Sufis of Bihar)

by

DR. MOHD. HIFZUR-RAHMAN

Books by Dr. Hifzur Rahman

Published Under the Research Plan of

Universal Sufi-Saints Study And Peace Foundation, (Reg.)

C-210, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, New Delhi-110025, Mob: +91 9811219581

e-mail:- sspfoundation@gmail.com, www.sufipeacefoundation.com



EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-90533-32-9

978-93-90533-32-9

www.ephbooks.com